ان سے کہے گا' تم جو چاہو مجھ سے مانگو' میں دوں گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی طلب کریں گے' اللہ تعالیٰ سب کے سامنے اپنی رضامندی کا اظہار کرے گا۔ پھر فرماتا ہے' یہ ایسی بے مثل کامیابی ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جیسے اور جگہ ہے اسی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور آیت میں ہے' رغبت کرنے والے اس کی رغبت کر لیں۔

پھر فرماتا ہے سب کا خالق' سب کا مالک' سب پر قادر' سب کا متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر چیز اسی کی ملکیت میں' اسی کے قبضے میں' اسی کی چاہت میں ہے۔ اس جیسا کوئی نہیں' نہ کوئی اس کا وزیر و مشیر ہے' نہ کوئی نظیر و عدیل ہے۔ نہ اس کی ماں ہے' نہ باپ' نہ اولاد' نہ بیوی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ کوئی اس کے سوا رب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ سب سے آخری سورت یہی سورہ مائدہ اتری ہے۔ (الحمدللہ سورۂ مائدہ کی تفسیر ختم ہوئی)

تفسیر سورة الانعام

یہ سورت مکے میں اتری ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' یہ پوری سورت ایک ہی مرتبہ ایک ساتھ ہی ایک ہی رات میں مکہ شریف میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے اردگرد ستر ہزار فرشتے تھے جو تسبیح پڑھ رہے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت حضورؐ کہیں جا رہے تھے۔ فرشتوں کی کثرت زمین سے آسمان تک تھی۔ یہ ستر ہزار فرشتے اس سورت کے پہنچانے کے لئے آئے تھے۔ مستدرک حاکم میں ہے' اس سورت کے نازل ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس مبارک سورت کو پہنچانے کے لئے اس قدر فرشتے آئے تھے کہ آسمان کے کنارے دکھائی نہیں دیتے تھے۔ ابن مردویہ میں یہ بھی ہے کہ فرشتوں کی اس وقت کی تسبیح نے ایک گونج پیدا کر دی تھی۔ زمین گونج رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم پڑھ رہے تھے۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ''مجھ پر سورہ انعام ایک دفعہ ہی اتری۔ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے جو تسبیح و حمد بیان کر رہے تھے''۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۥ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳

دریا دلی کرنے والے معافیاں دینے والے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ○

سب تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں جس نے تمام آسمان و زمین پیدا کئے ہیں اور جس نے اندھیریاں اور روشنی پیدا کی ہے۔ پھر بھی کفار لوگ اپنے رب کے شریک ٹھہرا رہے ہیں ○ اسی نے تم سب کو مٹی سے پیدا کر کے ایک وقت مقرر کر دیا ہے اور معین کردہ نامزد وقت اسی کے نزدیک ہے۔ پھر بھی تم شک کر رہے ہو ○ وہی معبود برحق ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ وہ تمہارے بھیدوں کو اور ظاہر احوال کو خوب جانتا ہے اور جو کچھ تم عمل کر رہے ہو اسے بھی وہ جانتا ہے ○

اللہ کی بعض صفات : ☆☆ (آیت:۱-۳) اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کر رہا ہے گویا ہمیں اپنی تعریفوں کا حکم دے رہا ہے' اس کی تعریف جن امور پر ہے' ان میں سے ایک زمین و آسمان کی پیدائش بھی ہے۔ دن کی روشنی اور رات کا اندھیرا بھی ہے۔ اندھیرے کو جمع کے لفظ سے اور نور کو واحد کے لفظ سے لانا نور کی شرافت کی وجہ سے ہے۔ جیسے فرمان ربانی عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ میں اور اس سورت کے آخری حصے کی آیت وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ میں یہاں بھی راہ راست کو واحد رکھا اور غلط راہوں کو جمع کے لفظ سے بتایا۔ اللہ ہی قابل حمد ہے کیونکہ وہی خالق کل ہے مگر پھر بھی کافر لوگ اپنی نادانی سے اس کے شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ کبھی بیوی اور اولاد قائم کرتے ہیں۔ کبھی شریک اور ساجھی ثابت کرنے بیٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے۔ اس رب نے تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر تمہیں اس کی نسل سے مشرق مغرب میں پھیلا دیا۔ موت کا وقت بھی اسی کا مقرر کیا ہوا ہے۔ آخرت کے آنے کا وقت بھی اس کا مقرر کیا ہوا ہے۔ پہلی اجل سے مراد دنیاوی زندگی' دوسری اجل سے مراد قبر کی رہائش۔ گویا پہلی اجل خاص ہے یعنی ہر شخص کی عمر اور دوسری اجل عام ہے یعنی دنیا کی انتہا اور اس کا خاتمہ۔

ابن عباس اور مجاہد وغیرہ سے مروی ہے کہ قضی اجلا سے مراد مدت دنیا ہے اور اجل مسمی سے مراد عمر انسان ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کا استدلال آنے والی آیت وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ سے ہو۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ثم قضی اجلا سے مراد نیند ہے جس میں روح قبض کی جاتی ہے' پھر جاگنے کے وقت لوٹا دی جاتی ہے اور اجل مسمّی سے مراد موت ہے۔ یہ قول غریب ہے۔ عندہ سے مراد اس کے علم کا اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہونا ہے جیسے فرمایا اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ یعنی قیامت کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہی ہے۔ سورہ نازعات میں بھی فرمان ہے کہ تجھ سے قیامت کے صحیح وقت کا حال دریافت کرتے ہیں حالانکہ تجھے اس کا علم کچھ بھی نہیں۔ وہ تو صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ باوجود اتنی پختگی کے اور باوجود کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہونے کے پھر بھی لوگ قیامت کے آنے نہ آنے میں تردد اور شک کر رہے ہیں۔ اس کے بعد جو ارشاد جناب باری نے فرمایا ہے' اس میں مفسرین کے کئی ایک اقوال ہیں' لیکن کسی کا بھی وہ مطلب نہیں جو جھمیہ لے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ہر جگہ ہے۔ نعوذ باللہ اللہ کی برتر و بالا ذات اس سے بالکل پاک ہے۔ آیت کا بالکل صحیح مطلب یہ ہے کہ آسمانوں میں بھی اسی کی ذات کی عبادت کی جاتی ہے اور زمینوں میں بھی۔ اس کی الوہیت وہاں بھی ہے اور یہاں بھی۔ اوپر والے اور نیچے والے سب اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں۔ سب کی اسی سے امیدیں وابستہ ہیں اور سب کے دل اس سے لرز رہے ہیں۔ جن وانس سب اس کی الوہیت اور بادشاہی مانتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے وَھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ الخ' یعنی وہی آسمانوں میں معبود برحق ہے اور وہی زمین میں معبود برحق ہے' یعنی آسمانوں میں جو ہیں' سب کا معبود وہی ہے اور اسی طرح زمین والوں کا بھی سب کا معبود وہی ہے۔

اب اس آیت کا اور جملہ یعلم سر کم و جھر کم خبر ہو جائے گا یا حال سمجھا جائے گا اور یہ بھی قول ہے کہ اللہ وہ ہے جو آسمانوں کی سب چیزوں کو اور زمین کی سب چیزوں کو چاہے وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ' جانتا ہے۔ پس یعلم متعلق ہوگا فی السموات و فی الارض کا اور تقدیر آیت یوں ہو جائے گی وھو اللہ یعلم سرکم و جھرکم فی السموات و فی الارض و یعلم ماتکسبون ایک قول یہ بھی ہے کہ وھو اللہ فی السموات پر وقف تام ہے اور پھر جملہ مستانفہ کے طور پر خبر ہے کہ و فی الارض یعلم سرکم و جھرکم امام ابن جریرؒ اسی تیسرے قول کو پسند کرتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے تمہارے کل اعمال سے خیر و شر سے وہ واقف ہے۔

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۗ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝

ان کے پاس ان کے رب کی جو بھی نشانی آئی' یہ اس سے منہ موڑتے ہی رہے ○ یہ حق بھی جب ان کے پاس آیا انہوں نے اسے بھی ناحق کہا - یہ جسے مذاق میں اڑاتے رہے ہیں ○ اس کی خبریں ان کے پاس عنقریب پہنچ جائیں گی - کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے ان جماعتوں کو تہ و بالا کر دیا ہے جنہیں ہم نے زمین میں وہ قوت و طاقت دے رکھی تھی کہ تمہیں تو ویسی دی بھی نہیں - ہم نے ان پر بارش کی بھی ریل پیل کر رکھی تھی اور ان کے مکانات کے نیچے سے چشمے جاری تھے - آخرش ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں نیست و نابود کر دیا اور ان کے بعد اور نئی جماعتیں پیدا کر دیں ○

کفار کو نافرمانی پر سخت انتباہ: ☆☆ (آیت: ۴-۶) کفار کی سرکشی کی انتہا بیان ہو رہی ہے کہ ہر امر کی تکذیب پر گویا انہوں نے کمر باندھ لی ہے - نیت کر کے بیٹھے ہیں' جو نشانی دیکھیں گے' اسی کا انکار کریں گے - ان کی یہ خطرناک روش انہیں ایک دن ذلیل کرے گی اور وہ ذائقہ آئے گا کہ ہونٹ کاٹتے رہیں - یہ یوں نہ سمجھیں کہ ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے - نہیں بلکہ عنقریب انہیں اللہ کی پکڑ ہو گی - کیا ان سے پہلے کے ایسے سرکشوں کے حالات ان کے کان میں نہیں پڑے؟ کیا ان کے عبرتناک انجام ان کی نگاہوں کے سامنے نہیں؟ وہ تو قوت و طاقت میں اور زور میں ان سے بہت بڑھے چڑھے ہوئے تھے - وہ اپنی رہائش میں اور زمین کو بسانے میں ان سے کہیں زیادہ آگے تھے - ان کے لاؤ لشکر' ان کی جاہ و عزت' غرور و تمکنت ان سے کہیں زیادہ تھی - ہم نے انہیں خوب مست بنا رکھا تھا - بارشیں پے در پے حسب ضرورت ان پر برابر برسا کرتی تھیں - زمین ہر وقت تر و تازہ رہتی تھی - چاروں طرف پانی کی ریل پیل کی وجہ سے آبشاریں اور چشمے صاف شفاف پانی کے بہتے رہتے تھے - جب وہ تکبر میں آ گئے' ہماری نشانیوں کی حقارت کرنے لگے تو آخر نتیجہ یہ ہوا کہ برباد کر دیئے گئے - تہس نہس ہو گئے' بھوسی اڑ گئی - لوگوں میں ان کے فسانے باقی رہ گئے اور ان میں سے ایک بھی نہ بچا - حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے اور ان کے بعد ان کے قائم مقام اور زمانہ آیا - اگر وہ بھی اسی روش پر چلا تو یہی سلوک ان کے ساتھ بھی ہوتا - اتنی نظیریں جب تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں' پھر بھی تم عبرت حاصل نہیں کرتے' یہ کس قدر تمہاری غفلت ہے - یاد رکھو تم کچھ اللہ کے ایسے لاڈلے نہیں ہو کہ جن کاموں کی وجہ سے اوروں کو وہ تباہ کر دے' وہ کام تم کرتے رہو اور تباہی سے بچ جاؤ - اسی طرح جن رسولوں کو جھٹلانے اور ان کو نہ ماننے کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے' ان رسولوں سے کسی طرح یہ رسول کم درجے کے نہیں بلکہ ان سے زیادہ اللہ کے ہاں یہ باعزت ہیں - یقین مانو کہ پہلوں سے بھی سخت اور نہایت سخت عذاب تم پر آئیں گے' پس تم اپنی اس غلط روش کو چھوڑ دو - یہ صرف اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے تمہاری بدترین اور انتہائی شرارتوں کے باوجود تمہیں ڈھیل دے رکھی ہے -

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِىْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ
لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ وَقَالُوْا
لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ
الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝۸

اگر ہم کاغذ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل فرماتے جسے یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تاہم منکر لوگ تو یہی کہتے کہ یہ تو صاف صریح جادو ہی ہے ○ یہ کہتے تو ہیں کہ اس نبیؐ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ اگر ہم فرشتے ہی کو بھیجتے تو کام ہی فیصل کر دیا جاتا اور مہلت ہی نہ دیئے جاتے ○

انسانوں میں سے ہی رسول اللہ کا عظیم احسان ہے: ☆☆ (آیت: ۷-۱۱) کفار کی ضد اور سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ یہ تو حق کے دشمن ہیں۔ بالفرض یہ کتاب اللہ کو آسمان سے اترتی ہوئی اپنی آنکھوں دیکھ لیتے اور اپنے ہاتھ لگا کر اسے اچھی طرح معلوم کر لیتے پھر بھی ان کا کفر نہ ٹوٹتا اور یہ کہہ دیتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ محسوسات کا انکار بھی ان سے بعید نہیں۔

جیسے اور جگہ ہے وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ الخ یعنی اگر ہم آسمان کا دروازہ کھول دیتے اور یہ خود اوپر چڑھ جاتے جب بھی یہی کہتے کہ ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا الخ، غرض کہ جن باتوں کے ماننے کے عادی نہیں انہیں ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی ایمان نصیب نہیں ہونے کا۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر حضورؐ سچے رسولؐ ہیں تو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کی ڈیوٹی کیوں نہیں لگائی؟ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ ان کی اس بے ایمانی پر اگر فرشتے آ جاتے تو پھر تو کام ہی ختم کر دیا جاتا۔ چنانچہ اور آیت میں ہے مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ الخ، یعنی فرشتوں کو ہم حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں۔ اگر یہ آ جائیں تو پھر مہلت و تاخیر ناممکن ہے۔ اور جگہ ہے يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ الخ جس دن یہ لوگ فرشتوں کو دیکھ لیں گے اس دن گنہگار کو کوئی بشارت نہیں ہوگی۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ
مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝۹ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا ع
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱

بالفرض اگر ہم اسے فرشتہ ہی بناتے تب بھی لامحالہ بصورت انسانی کرتے ○ پھر بھی جو شبہ وہ اب کرتے ہیں' وہی اشتباہ ہم ان پر ڈالتے ○ تجھ سے پہلے کے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا ○ بالآخر ان مذاق اڑانے والوں پر ان کے مذاق کا وبال آ ہی پڑا۔ کہہ دے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھ بھال لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا کچھ انجام ہوا ○

(آیت: ۹-۱۱) پھر فرماتا ہے' بالفرض رسولؐ کے ساتھ کوئی فرشتہ ہم اتارتے یا خود فرشتے ہی کو اپنا رسول بنا کر انسانوں میں

بھیجتے تو لامحالہ اسے بصورت انسانی ہی بھیجتے تاکہ یہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھ اٹھ سکیں - بات چیت کر سکیں - اس سے حکم احکام سیکھ سکیں - یکجہتی کی وجہ سے طبیعت مانوس ہو جائے اور اگر ایسا ہوتا تو پھر انہیں اسی شک کا موقعہ ملتا کہ نہ جانیں یہ سچ مچ فرشتہ ہے بھی یا نہیں؟ کیونکہ وہ بھی انسان جیسا ہے' اور آیت میں ہے قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ الخ یعنی اگر زمین میں فرشتوں کی آبادی ہوتی تو ہم ان کی طرف فرشتے ہی کو رسول بنا کر نازل فرماتے - پس درحقیقت اس رب محسن کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ انسانوں کی طرف انہی کی جنس میں سے انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا - تاکہ اس کے پاس اٹھ بیٹھ سکیں - اس سے پوچھ گچھ لیں اور ہم جنسی کی وجہ سے خلط ملط ہو کر فائدہ اٹھا سکیں - چنانچہ ارشاد ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ الخ یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ محسن حقیقی کا ایک زبردست احسان مسلمانوں پر یہ بھی ہے کہ اس نے انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو آیات الٰہیہ ان کے سامنے تلاوت کرتا رہتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے - مطلب یہ ہے کہ اگر فرشتہ ہی اترتا تو چونکہ اس نور محض کو یہ لوگ دیکھ ہی نہیں سکتے' اس لئے اسے انسانی صورت میں ہی بھیجتے تو پھر بھی ان پر شبہ ہی رہتا - پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو تسکین اور تسلی دیتا ہے کہ آپؐ دل گرفتہ نہ ہوں - آپؐ سے پہلے بھی جتنے انبیاء آئے' ان کا بھی مذاق اڑایا گیا لیکن بالآخر مذاق اڑانے والے تو برباد ہو گئے - اس طرح آپ کے ساتھ بھی جو لوگ بے ادبی سے پیش آتے ہیں' ایک روز پیس دیئے جائیں گے -

لوگو! ادھر ادھر پھر پھرا کر عبرت کی آنکھوں سے ان کے انجام کو دیکھو جنہوں نے تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بدسلوکی کی' ان کی نہ مانی اور ان پر پھبتیاں کسیں - دنیا میں بھی وہ خراب وخستہ ہوئے اور آخرت کی مار ابھی باقی ہے - رسولوں کو اور ان کے ماننے والوں کو ہم نے یہاں بھی ترقی دی اور وہاں بھی انہیں بلند درجے عطا فرمائے -

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾

پوچھ تو کہ آسمان وزمین کی تمام چیزوں کا مالک کون ہے؟ جواب دے کہ اللہ ہی ہے' اس نے اپنے اوپر رحم کرنا واجب کر لیا ہے' قیامت کے دن وہ تم سب کو یقیناً جمع کرے گا - اس میں ذرا سا بھی شبہ نہیں' ایمان سے محروم وہی رہتے ہیں جو اپنے تئیں نقصان میں ڈالتے ہیں ○ اسی کا ہے جو بستا ہے رات میں اور دن میں' اور وہی ہے سنتا جانتا ہے ○

ہر چیز کا مالک اللہ ہے: ☆☆ (آیت: ۱۲-۱۳) آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے' سب اللہ کا ہے - اس نے اپنے نفس مقدس پر رحمت لکھ لی ہے - بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو جب پیدا کیا تو ایک کتاب لکھی جو اس کے پاس اس کے عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت غضب پر غالب ہے - پھر اپنے پاک نفس کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا اور وہ دن یقیناً آنے والا ہے - شکی لوگ چاہے شک شبہ کریں لیکن وہ ساعت اٹل ہے - حضورؐ سے سوال ہوا کہ کیا اس دن پانی بھی ہوگا؟ آپ نے فرمایا' اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' اس دن پانی ہوگا' اولیاء اللہ ان حوضوں پر آئیں گے جو انبیاء کی ہوں گی - ان حوضوں کی

نگہبانی کے لئے ایک ہزار فرشتے نور کی لکڑیاں لئے ہوئے مقرر ہوں گے جو کافروں کو وہاں سے ہٹا دیں گی۔

یہ حدیث ابن مردویہ میں ہے لیکن ہے غریب۔ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے ''ہر نبی کے لئے حوض ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ سب سے زیادہ لوگ میرے حوض پر آئیں گے'' جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور اس دن کو نہیں مانتے' وہ اپنی جانوں سے خود ہی دشمنی رکھتے ہیں اور اپنا نقصان آپ ہی کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کی ساکن چیزیں یعنی کل مخلوق اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے اور سب اس کے ماتحت ہیں' سب کا مالک وہی ہے۔ وہ سب کی باتیں سننے والا اور سب کی حرکتیں جاننے والا ہے' چھپا کھلا سب اس پر روشن ہے۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۗ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

کہہ دے کہ کیا میں اللہ کے سوا اور کسی کو اپنا مددگار بنالوں جو اللہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جو سب کو روزیاں دیتا ہے اور خود کھانے پینے کی حاجت سے پاک ہے۔ مجھ سے تو یہ فرمایا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرمانبردار بن جاؤں۔ خبردار ہرگز مشرکوں میں نہ ہو جانا ○ میں تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بہت بڑے عذاب کے دن سے ڈر رہا ہوں ○ جس سے اس دن کا عذاب دور کر دیا گیا یقیناً اس پر اللہ کا کرم ہوا۔ بہت بڑی مراد مل جانی یہی ہے ○

(آیت: ۱۴-۱۶) پھر اپنے نبیؐ کو جنہیں توحید خالص کے ساتھ اور کامل شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے' حکم دیتا ہے کہ آپؐ اعلان کر دیں کہ آسمان و زمین پیدا کرنے والے اللہ کے سوا میں کسی اور کو اپنا دوست و مددگار نہیں جانتا۔ وہ ساری مخلوق کا رازق ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔ فرماتا ہے۔ میں نے تمام انسانوں جنوں کو اپنی غلامی اور عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ ایک قرات میں وَلَا يَطْعَمُ بھی ہے یعنی وہ خود نہیں کھاتا۔ قبا کے رہنے والے ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ گئے۔ جب حضورؐ کھانا تناول فرما کر ہاتھ دھو چکے تو آپؐ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جو سب کو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا۔ اس کے بہت بڑے احسان ہم پر ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت دی اور کھانے پینے کو دیا اور تمام بھلائیاں عطا فرمائیں۔ اللہ کا شکر ہے جسے ہم پورا ادا کر ہی نہیں سکتے اور نہ اسے چھوڑ سکتے ہیں' ہم اس کی ناشکری نہیں کرتے' نہ اس سے کسی وقت ہم بے نیاز ہو سکتے ہیں' الحمد للہ اللہ نے ہمیں کھانا کھلایا' پانی پلایا' کپڑے پہنائے' گمراہی سے نکال کر راہ راست دکھائی' اندھے پن سے ہٹا کر آنکھیں عطا فرمائیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر ہمیں فضیلت عنایت فرمائی۔ اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں مختص ہیں جو تمام جہان کا پالنہار ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ اعلان کر دو کہ مجھے حکم ملا ہے کہ اس امت میں سب سے پہلے اللہ کا غلام میں بن جاؤں۔ پھر فرماتا ہے خبردار ہرگز ہرگز مشرکوں سے نہ ملنا۔ یہ بھی اعلان کر دیجئے کہ مجھے خوف ہے' اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے قیامت کے دن عذاب ہوں گے۔ جو اس روز عذابوں سے محفوظ رکھا گیا' یقین مانا کہ اس پر رحمت رب نازل ہوئی۔ سچی کامیابی یہی ہے۔ اور آیت میں فرمایا ہے' جو

بھی جہنم سے ہٹا دیا گیا اور جنت میں پہنچا دیا گیا' اس نے منہ مانگی مراد پالی- فوز کے معنی نفع مل جانے اور نقصان سے بچ جانے کے ہیں-

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ
يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ
فَوْقَ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ
اَكْبَرُ شَهَادَةً ۚ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ
اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ
لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ
اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی نقصان پہنچائے تو اسے ہٹانے والا بھی بجز اس کے کوئی نہیں' اور اگر وہ تجھے کوئی نفع پہنچائے تو بھی وہ تمام چیزوں پر قادر ہے ○ وہ اپنے تمام بندوں پر غالب ہے' اور وہ حکمت والا اور خبردار ہے ○ دریافت تو کر کہ سب سے بڑی معتبر گواہی والا کون ہے؟ جواب دے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے- میری جانب یہ قرآن اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ میں تمہیں بھی اور جسے یہ پہنچے' اسے ہوشیار کردوں' کیا سچ مچ تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے کہ میں تو یہ گواہی نہیں دے سکتا- صاف کہہ دے کہ معبود برحق تو صرف اللہ اکیلا ہی ہے اور میں تو جن جن کو تم شریک بناتے ہو' ان کا روادار ہی نہیں ○

قرآن کریم کا باغی جہنم کا ایندھن: ☆☆ (آیت: ۱۷-۱۹) اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ نفع و نقصان کا مالک وہی ہے- اپنی مخلوق میں جیسی وہ چاہے تبدیلیاں کرتا ہے- اس کے احکام کو کوئی ٹال نہیں سکتا- اس کے فیصلوں کو کوئی رد نہیں کر سکتا- اسی آیت جیسی آیت مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ الخ' ہے یعنی اللہ مقتدر اعلیٰ جسے جو رحمت دینا چاہے' اسے کوئی روک نہیں سکتا- اور جس سے وہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا- اس آیت میں خاص اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بھی یہی فرمایا- صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے' اے اللہ جسے تو دے' اس سے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا- اس کے بعد فرماتا ہے' وہ اپنے بندوں پر قاہر و غالب ہے- سب کی گردنیں اس کے سامنے پست ہیں- سب بڑے اس کے سامنے چھوٹے ہیں- ہر چیز اس کے قبضے اور قدرت میں ہے- تمام مخلوق اس کی تابعدار ہے- اس کے جلال' اس کی کبریائی' اس کی عظمت' اس کی بلندی' اس کی قدرت تمام چیزوں پر غالب ہے- ہر ایک کا مالک وہی ہے حکم اسی کا چلتا ہے- حقیقی شہنشاہ اور کامل قدرت والا وہی ہے- اپنے تمام کاموں میں وہ باحکمت ہے- وہ ہر چھوٹی بڑی چھپی کھلی چیز سے باخبر ہے- وہ جسے جو دے' وہ بھی حکمت سے اور جس سے جو روک لے وہ بھی حکمت ہے-

پھر فرماتا ہے پوچھو تو سب سے بڑا اور زبردست اور بالکل سچا گواہ کون ہے؟ جواب دے کہ مجھ میں تم میں اللہ ہی گواہ ہے- جو میں تمہارے پاس لایا ہوں اور جو تم مجھ سے کر رہے ہو' اسے وہ خوب دیکھ بھال رہا ہے اور بخوبی جانتا ہے- میری جانب اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تا کہ میں تم سب حاضرین کو بھی اس سے آگاہ کر دوں اور جسے بھی یہ پہنچی' اس تک میرا پیغام پہنچ جائے- جیسے اور آیت میں ہے وَمَنْ

یَّکۡفُرۡ بِهٖ مِنَ الۡاَحۡزَابِ فَالنَّارُ مَوۡعِدُهٗ یعنی دنیا کے تمام لوگوں میں سے جو بھی اس قرآن سے انکار کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ حضرت محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں جسے قرآن پہنچ گیا اس نے گویا خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا بلکہ گویا آپؐ سے باتیں کرلیں اور اس عبداللہ کے رسولؐ نے اللہ کا دین پیش کردیا۔ حضرت قتادہؒ کا قول ہے اللہ کا پیغام اس کے بندوں کو پہنچاؤ جسے ایک آیت قرآنی پہنچ گئی اسے اللہ کا امر پہنچ گیا۔ حضرت ربیع بن انسؒ کا قول ہے اللہ کے نبیؐ کے تمام تابع لوگوں پر حق ہے کہ وہ مثل دعوت رسولؐ کے لوگوں کو دعوت خیر دیں۔ اور جن چیزوں اور کاموں سے آپؐ نے ڈرا دیا ہے یہ بھی اس سے ڈراتے رہیں۔ مشرکو تم چاہے اللہ کے ساتھ اور معبود بھی بناؤ لیکن میں تو ہرگز ایسا نہیں کروں گا جیسے اور آیت میں ہے فَاِنۡ شَهِدُوۡا فَلَا تَشۡهَدۡ مَعَهُمۡ یہ گو شہادت دیں لیکن تو ان کا ہمنوا نہ بن۔ یہاں فرمایا تم صاف کہہ دو کہ اللہ تو ایک ہی ہے اور تمہارے تمام معبودان باطل سے میں الگ تھلگ ہوں۔ میں ان سب سے بیزار ہوں۔ کسی کا بھی روادار نہیں۔

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَهٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ
اَبۡنَآءَهُمۡ اَلَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۲۰﴾
وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ
اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۱﴾

جنہیں ہم نے اپنی کتاب عطا فرمائی ہے وہ تو اسے اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جو اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ وہ ایمان نہیں لاتے ○ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا؟ جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے ظالم فلاح اور نجات نہ پائیں گے ○

(آیت: ۲۰۔۲۱) پھر فرماتا ہے یہ اہل کتاب اس قرآن کو اور اس نبی کو خوب جانتے ہیں جس طرح انسان اپنی اولاد سے واقف ہوتا ہے اسی طرح یہ لوگ آپؐ سے اور آپؐ کے دین سے واقف اور باخبر ہیں۔ کیونکہ خود ان کی کتابوں میں یہ سب خبریں موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبریں ان کی آسمانی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن آپ کی ہجرت آپ کی امت کی صفت ان تمام چیزوں سے یہ لوگ آگاہ ہیں اور ایسے صاف طور پر کہ جس میں کسی قسم کا شک شبہ نہیں۔ پھر ایسے ظاہر باہر صاف شفاف کھلم کھلا امر سے بے ایمانی کرنا انہی کا حصہ ہے جو خود اپنا برا چاہنے والے ہوں اور اپنی جانوں کو ہلاک کرنے والے ہوں۔ حضورؐ کی آمد سے پہلے ہی نشان ظاہر ہو چکے۔ جو نبیؐ آپ سے پہلے کی بشارتیں دیتا ہوا آیا پھر انکار کرنا سورج چاند کے وجود سے انکار کرنا ہے۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھ لے؟ اور فی الواقع اس سے بھی زیادہ ظالم کوئی نہیں جو سچ کو جھوٹ کہے اور اپنے رب کی باتوں اور اس کی اٹل حجتوں اور روشن دلیلوں سے انکار کرے۔ ایسے لوگ فلاح سے کامیابی سے اپنا مقصد پانے سے اور نجات وآرام سے محروم محض ہیں۔

وَیَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ لِلَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡۤا اَیۡنَ
شُرَکَآؤُکُمُ الَّذِیۡنَ کُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمۡ تَکُنۡ فِتۡنَتُهُمۡ
اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشۡرِکِیۡنَ ﴿۲۳﴾ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ کَذَبُوۡا

عَلٰٓی اَنۡفُسِهِمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾

وہ دن بھی ہوگا جب ہم سب کو جمع کر کے مشرکوں سے فرمائیں گے کہ جنہیں تم اپنے گمان میں میرا شریک ٹھہراتے تھے' وہ سب کہاں ہیں؟ ○ پھر تو ان کا جواب اور عذر یہی کہنا ہوگا کہ اللہ کی قسم! ہمارے رب کی قسم! ہم تو مشرک ہی نہ تھے ○ دیکھ تو انہوں نے کس طرح خود اپنے اوپر جھوٹ بولا؟ اور ان کی تمام افترا پردازیاں غائب ہوگئیں ○

قیامت کے دن مشرکوں کا حشر: ☆☆ (آیت:۲۲-۲۴) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حشر اپنے سامنے کرے گا- پھر جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کی پرستش کرتے تھے' انہیں لاجواب' شرمندہ اور بے دلیل کرنے کے لئے ان سے فرمائے گا کہ جن جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے رہے' آج وہ کہاں ہیں؟ سورہ قصص کی آیت وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ میں بھی یہ موجود ہے- اس کے بعد کی آیت میں جو لفظ فتنتھم ہے' اس کا مطلب فتنہ سے مراد حجت ودلیل' عذر ومعذرت' ابتلا اور جواب ہے-

حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے مشرکین کے اس انکار شرک کی بابت سوال کیا تو آپؓ نے جواب دیا کہ ایک وقت یہ ہوگا کہ اور ایک اور وقت ہوگا کہ اللہ سے کوئی بات چھپائیں گے نہیں- پس ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض واختلاف نہیں- جب مشرکین دیکھیں گے کہ موحد نمازی جنت میں جانے لگے تو کہیں گے' آؤ ہم بھی اپنے مشرک ہونے کا انکار کر دیں- اس انکار کے بعد ان کی زبانیں بند کر دی جائیں گی اور ان کے ہاتھ پاؤں گواہیاں دینے لگیں گے تو اب کوئی بات اللہ سے نہ چھپائیں گے- یہ توجیہہ بیان فرما کر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا' اب تو تیرے دل میں کوئی شک نہیں رہا؟ سنو بات یہ ہے کہ قرآن میں ایسی چیزوں کا دوسری جگہ بیان و توجیہہ موجود ہے لیکن بے علمی کی وجہ سے لوگوں کی نگاہیں وہاں تک نہیں پہنچتیں- یہ بھی مروی ہے کہ یہ آیت منافقوں کے بارے ہے لیکن یہ کچھ ٹھیک نہیں اس لئے کہ آیت مکیہ ہے اور منافقوں کا وجود مکہ شریف میں تھا ہی نہیں- ہاں منافقوں کے بارے میں میں آیت يَوۡمَ يَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا فَيَحۡلِفُوۡنَ لَهٗ ہے- دیکھ لو کہ کس طرح انہوں نے خود اپنے اوپر جھوٹ بولا؟ اور جن جھوٹے معبودوں کا افترا انہوں نے کر رکھا تھا' کیسے ان سے خالی ہاتھ ہوگئے؟ چنانچہ دوسری جگہ ہے کہ جب ان سے یہ سوال ہوگا' خود یہ کہیں گے ضلو عنا وہ سب آج ہم سے دور ہوگئے-

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّسۡتَمِعُ اِلَيۡكَ ۚ وَجَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ؕ وَاِنۡ يَّرَوۡا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡا بِهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوۡكَ يُجَادِلُوۡنَكَ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمۡ يَنۡهَوۡنَ عَنۡهُ وَيَنۡـئَوۡنَ عَنۡهُ ۚ وَاِنۡ يُّهۡلِكُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲۶﴾

ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو تیری باتوں کی طرف کان لگاتے ہیں' ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ انہیں سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے- گو یہ تمام معجزے دیکھ لیں لیکن انہیں مانیں گے ہی نہیں' یہ تو تیرے سامنے آ کر تجھ سے لڑتے جھگڑتے ہوئے صاف کہتے ہیں کہ اس قرآن میں بجز اگلوں کی کہانیوں کے دھرا ہی کیا ہے؟ ○ دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے رکتے ہیں' دراصل یہ اپنے تئیں ہی غارت کر رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اسے سمجھتے بھی نہیں ○

(آیت: ۲۵۔۲۶) پھر فرماتا ہے' بعض ان میں وہ بھی ہیں جو قرآن سننے کو تیرے پاس آتے ہیں لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ان کے دلوں پر پردے ہیں۔ وہ سمجھتے ہی نہیں ان کے کان انہیں یہ مبارک آوازیں اس طرح سناتے ہی نہیں کہ یہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور احکام قرآنی کو قبول کریں۔ جیسے اور جگہ ان کی مثال ان چوپائے جانوروں سے دی گئی جو اپنے چرواہے کی آواز تو سنتے ہیں لیکن مطلب خاک نہیں سمجھتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بکثرت دلائل و براہین اور معجزات اور نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی ایمان قبول نہیں کرتے۔ ان ازلی بدقسمتوں کے نصیب میں ایمان ہے ہی نہیں۔ یہ بے انصاف ہونے کے ساتھ ہی بے سمجھ بھی ہیں۔ اگر اب ان میں بھلائی دیکھتا تو ضرور انہیں سننے کی توفیق کے ساتھ ہی توفیق عمل و قبول بھی مرحمت فرماتا۔ ہاں انہیں اگر سوجھتی ہے تو یہ کہ اپنے باطل کے ساتھ تیرے حق کو دبادیں۔ تجھ سے جھگڑتے ہیں اور صاف کہہ جاتے ہیں کہ یہ تو اگلوں کے فسانے ہیں جو پہلی کتابوں سے نقل کر لئے گئے ہیں۔

اس کے بعد کی آیت کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ یہ کفار خود بھی ایمان نہیں لاتے ہیں اور دوسروں کو بھی ایمان لانے سے روکتے ہیں۔ نہ خود اتباع حق کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔ نہ خود حضورؐ کے پاس آکر آپؐ سے ہدایت حاصل کرتے ہیں نہ کسی اور کو آنے دیتے ہیں۔ زیادہ ظاہر مطلب تو یہی ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اوروں کو تو ایذارسانی سے روکتے ہیں۔ حضورؐ کی حمایت کرتے ہیں۔ آپؐ کو برحق جانتے ہیں اور خود حق کو قبول نہیں کرتے۔ جیسے کہ ابو طالب کہ حضورؐ کا بڑا ہی حمایتی تھا لیکن ایمان نصیب نہیں ہوا۔[1] آپ کے دس چچا تھے جو علانیہ تو آپؐ کے ساتھی تھے لیکن خفیہ مخالف تھے۔ لوگوں کو آپؐ کے قتل وغیرہ سے روکتے تھے لیکن خود آپؐ سے اور آپؐ کے دین سے دور ہو جاتے تھے۔ افسوس اس اپنے فعل سے خود اپنے ہی تئیں غارت کرتے تھے لیکن جانتے ہی نہ تھے کہ اس کرتوت کا وبال ہمیں ہی پڑ رہا ہے۔

وَلَوْ تَرٰىٓ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰىٓ اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع۱۰

کاش کہ تو دیکھتا جبکہ یہ دوزخ پر لا کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کیا اچھا ہوتا کہ ہم واپس لوٹائے جاتے اور اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور ایمان داروں میں ہو جاتے ○ حقیقت یہ ہے کہ جسے یہ اس سے پہلے چھپا رہے تھے' وہ ان کے سامنے آگئی' بالفرض اگر یہ واپس بھیج دیئے جائیں تو بھی یقیناً یہ پھر سے وہی کریں گے جس سے منع کئے گئے ہیں۔ بیشک یہ جھوٹے لوگ ہیں ○ کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس زندگانی دنیا کے اور کچھ بھی نہیں اور نہ ہم مرنے کے بعد جلا دیئے جانے والا ہیں ○ کاش کہ تو انہیں اس وقت دیکھتا جب یہ اپنے رب کے سامنے لا کھڑے کر دیئے جائیں گے' اللہ فرمائے گا کیا یہ سچ نہیں؟ کہیں گے ہاں۔ ہمارے رب کی قسم سچ ہے' فرمائے گا کہ اب تو اپنے کئے ہوئے کفر کا عذاب چکھو ○

کفار کا واویلا مگر سب بے سود: ☆☆ (آیت: ۲۷-۳۰) کفار کا حال اور ان کا برا انجام بیان ہو رہا ہے کہ جب یہ جہنم کو' وہاں کے طرح طرح کے عذابوں' وہاں کی بدترین سزاؤں' طوق و زنجیر کو دیکھ لیں گے' اس وقت ہائے وائے مچائیں گے اور تمنا کریں گے کہ کیا اچھا ہو کہ دنیا کی طرف لوٹائے جائیں تا کہ وہاں جا کر نیکیاں کریں' اللہ کی باتوں کو نہ جھٹلائیں اور پکے سچے موحد بن جائیں- حقیقت یہ ہے کہ جس کفر و تکذیب کو اونچی و بے ایمانی کو یہ چھپا رہے تھے' وہ ان کے سامنے کھل گئی- جیسے اس سے اوپر کی آیتوں میں گذرا کہ اپنے کفر کا تھوڑی دیر پہلے انکار تھا' اب یہ تمنا گویا اس انکار کے بعد کا اقرار ہے اور اپنے جھوٹ کا خود اعتراف ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس سچائی کو دنیا میں چھپاتے رہے' اسے آج کھول دیں گے-

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ یہ تمام نشانیاں آسمان و زمین کے رب کی اتاری ہوئی ہیں- خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا یعنی فرعونیوں کے دلوں میں تو کامل یقین تھا لیکن صرف اپنی بڑائی اور سنگدلی کی وجہ سے بہ ظاہر منکر تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد منافق ہوں جو ظاہراً مومن تھے اور دراصل کافر تھے اور یہ خبر جماعت کفار سے متعلق ہو- اگرچہ منافقوں کا وجود مدینے میں پیدا ہوا لیکن اس عادت کے موجود ہونے کی خبر مکی سورتوں میں بھی ہے- ملاحظہ ہو سورۂ عنکبوت جہاں صاف فرمان ہے وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ پس یہ منافقین دار آخرت میں عذابوں کو دیکھ لیں گے اور جو کفر و نفاق چھپا رہے تھے' وہ آج ان پر ظاہر ہو جائیں گے- واللہ اعلم- اب ان کی تمنا ہو گی کاش کہ ہم دنیا کی طرف لوٹائے جائیں- یہ بھی دراصل طمع ایمانی کی وجہ سے نہیں ہو گی بلکہ عذابوں سے چھوٹ جانے کے لئے ہو گی-

چنانچہ عالم الغیب اللہ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوٹا دیئے جائیں جب بھی ان ہی نافرمانیوں میں پھر سے مشغول ہو جائیں گے- ان کا یہ قول کہ وہ رغبت ایمان کر رہے ہیں' اب بھی غلط ہے- نہ یہ ایمان لائیں گے نہ جھٹلانے سے باز رہیں گے- بلکہ لوٹنے کے بعد بھی وہی پہلا سبق رٹنے لگیں گے کہ بس اب تو یہی دنیا ہی زندگانی ہے- دوسری زندگی اور آخرت کوئی چیز نہیں- نہ مرنے کے بعد ہم اٹھائے جائیں گے-

پھر ایک اور حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہوں گے- اس وقت جناب باری ان سے فرمائے گا' کہو اب تو اس کا سچا ہونا تم پر ثابت ہو گیا؟ اب تو مان گئے کہ یہ غلط اور باطل نہیں؟ اس وقت سرنگوں ہو کر کہیں گے کہ ہاں اللہ کی قسم یہ بالکل سچ اور سراسر حق ہے- اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اب اپنے جھٹلانے اور نہ ماننے اور کفر و انکار کا خمیازہ بھگتو اور عذابوں کا مزہ چکھو- بتاؤ جادو ہے یا تم اندھے ہو-

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَتْهُمُ
السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰي مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ
يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰي ظُهُوْرِهِمْ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾
وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

یقیناً اس جماعت نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا' یہاں تک کہ ان کے پاس ناگہاں قیامت آ پہنچی- کہنے لگے افسوس ہماری کوتاہی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی- یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ اپنی کمر پر لادے ہوئے ہوں گے' دیکھو تو کیا ہی برا بوجھ لادے ہوئے ہیں ○ دنیا کی زندگی تو صرف ایک

کھیل تماشا ہے ہاں بیشک پرہیزگاروں کے لئے آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے کیا تم لوگ عقل ہی نہیں رکھتے ○

پشیمانی مگر جہنم دیکھ کر! ☆☆ (آیت:۳۱-۳۲) قیامت کو جھٹلانے والوں کا نقصان' ان کا افسوس اور ان کی ندامت وخجالت کا بیان ہو رہا ہے جو اچانک قیامت کے آ جانے کے بعد انہیں ہوگا - نیک اعمال کے ترک کا افسوس الگ' بداعمالیوں پر پچھتاوا جدا ہے - فیھا کی ضمیر کا مرجع ممکن ہے حیاۃ ہو اور ممکن ہے اعمال ہو اور ممکن ہے دار آخرت ہو - یہ اپنے گناہوں کے بوجھ سے لدے ہوئے ہوں گے - اپنی بدکرداریاں اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے - آہ! کیسا برا بوجھ ہے؟ حضرت ابو مرزوقؒ فرماتے ہیں' کافر یا فاجر جب اپنی قبر سے اٹھے گا اسی وقت اس کے سامنے ایک شخص آئے گا جو نہایت بھیانک' خوفناک اور بدصورت ہوگا - اس کے جسم سے تعفن والی سڑاند کی سخت بدبو آ رہی ہوگی - وہ اس کے پاس جب پہنچے گا' یہ دہشت و وحشت سے گھبرا کر اس سے پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گا خوب! کیا تو مجھے پہچانتا نہیں؟ یہ جواب دے گا' ہرگز نہیں' صرف اتنا جانتا ہوں کہ تو نہایت بدصورت کریہہ منظر اور تیز بدبو والا ہے - تجھ سے زیادہ بدصورت کوئی بھی نہ ہوگا - وہ کہے گا' سن میں تیرا خبیث عمل ہوں جسے تو دنیا میں مزے لے کر کرتا رہا - سن تو دنیا میں مجھ پر سوار رہا - اب کمر جھکا میں تجھ پر سوار ہو جاؤں گا چنانچہ وہ اس پر سوار ہو جائے گا - یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ وہ لوگ اپنے بداعمال کو اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہوں گے -

حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ جو بھی ظالم شخص قبر میں جاتا ہے' اس کی لاش کے قبر میں پہنچتے ہی ایک شخص اس کے پاس جاتا ہے - سخت بدصورت' سخت بدبودار' سخت میلے اور قابل نفرت لباس والا - یہ اسے دیکھتے ہی کہتا ہے تو تو بڑا ہی بدصورت ہے - بدبودار ہے - یہ کہتا ہے' تیرے اعمال ایسے ہی گندے تھے وہ کہتا ہے' تیرا لباس نہایت متعفن ہے - یہ کہتا ہے تیرے اعمال ایسے ہی قابل نفرت تھے - وہ کہتا ہے' اچھا بتا تو سہی اے منحوس تو ہے کون؟ یہ کہتا ہے تیرے عمل کا مجسمہ - اب یہ اس کے ساتھ ہی رہتا ہے اور اس کے لئے عذابوں کے ساتھ ہی ایک عذاب ہوتا ہے - جب قیامت کے دن یہ اپنی قبر سے چلے گا تو یہ کہے گا' ٹھہر جاؤ دنیا میں تو نے میری سواری لی ہے اب میں تیری سواری لوں گا چنانچہ وہ اس پر سوار ہو جاتا ہے اور اسے مارتا پیٹتا' ذلت کے ساتھ جانوروں کی طرح ہنکاتا ہوا جہنم میں پہنچاتا ہے - یہی معنی اس آیت کے اس جملے کے ہیں - دنیا کی زندگانی بجز کھیل تماشے کے ہے ہی کیا' آنکھ بند ہوئی اور خواب ختم - البتہ اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کے لئے آخرت کی زندگانی بڑی چیز ہے اور بہت ہی بہتر چیز ہے - تمہیں کیا ہو گیا کہ تم عقل سے کام ہی نہیں لیتے؟

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

ہمیں بخوبی علم ہے کہ تجھے ان کی باتیں رنجیدہ کرتی ہیں - یقین مانو کہ یہ دراصل تجھے نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ○ بلاشبہ تجھ سے پہلے کے پیغمبر بھی جھٹلائے گئے' انہوں نے اپنے ان جھٹلائے جانے پر اور ایذا دہی پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی' اللہ کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں' تیرے پاس پیغمبروں کے حالات پہنچ چکے ہیں ○

حق کے دشمن کو اس کے حال پہ چھوڑیئے - آپ ﷺ سچے ہیں: ☆☆ (آیت:۳۳-۳۴) اللہ تعالیٰ اپنے نبی محترم حضرت محمد

مصطفیٰ ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کو جھٹلانے' نہ ماننے اور ایذائیں پہنچانے سے تنگ دل نہ ہوں۔ فرماتا ہے کہ ہمیں ان کی حرکت خوب معلوم ہے۔ آپ اُن کی اس لغویت پر ملال نہ کرو۔ کیا اگر یہ ایمان نہ لائیں تو آپ اُن کے پیچھے اپنی جان کو روگ لگالیں گے؟ کہاں تک ان کے لئے حسرت و افسوس کریں گے؟ سمجھا دیجئے اور ان کا معاملہ سپرد اللہ کیجئے۔ یہ لوگ دراصل آپ کو جھوٹا نہیں جانتے بلکہ یہ تو حق کے دشمن ہیں۔ چنانچہ ابو جہل نے صاف کہا تھا کہ ہم تجھے نہیں جھٹلاتے لیکن تو جو لے کر آیا ہے' اسے نہیں مانتے۔ حکم کی روایت میں ہے کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابوجہل کو حضورؐ سے مصافحہ کرتے ہوئے دیکھ کر کسی نے اس سے کہا کہ اس بے دین (معاذاللہ) سے تو مصافحہ کرتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے خوب علم ہے اور کامل یقین ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبیؐ ہیں۔ ہم صرف خاندانی بنا پر ان کی نبوت کے ماتحت نہیں ہوتے۔ ہم نے آج تک بنی عبد مناف کی تابعداری نہیں کی۔ الغرض حضور گو رسول اللہؐ مانتے ہوئے آپ کی فرمانبرداری سے بھاگتے تھے۔

امام محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت زہری رحمتہ اللہ علیہ اس قصے کو بیان کرتے ہوئے جس میں ابو جہل' ابوسفیان' صخر بن حرب' اخنس بن شریق کا رات کے وقت پوشیدہ طور پر آن کر ایک دوسرے کی بے خبری میں رسول اللہ ﷺ کی زبانی قرآن سننا ہے' کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے صبح تک قرآن سنا۔ روشنی ذرا سی نمودار ہوئی تھی جو یہ واپس چلے۔ اتفاقاً ایک چوک میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی۔ حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اس وقت یہاں کہاں؟ پھر ہر ایک دوسرے سے صاف صاف کہہ دیتا ہے کہ حضورؐ سے قرآن سننے کے لئے چپ چاپ آگئے تھے۔ اب تینوں بیٹھ کر معاہدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسا نہ کرنا ورنہ اگر اوروں کو خبر ہوئی اور وہ آئے تو وہ تو سچے پکے مسلمان ہو جائیں گے۔ دوسری رات کو ہر ایک نے اپنے طور پر یہ گمان کر کے کہ کل رات کے وعدے کے مطابق وہ دونوں تو آئیں گے نہیں' میں تنہا کیوں نہ جاؤں؟ میرے جانے کی کسے خبر ہوگی؟ اپنے گھر سے پچھلی رات کے اندھیرے اور سوفتے میں ہر ایک چلا اور ایک کونے میں دب کر اللہ کے نبیؐ کی زبانی تلاوت قرآن کا مزہ لیتا رہا اور صبح کے وقت واپس چلا۔ اتفاقاً آج بھی اسی جگہ تینوں کا میل ہوگیا۔ ہر ایک نے ایک دوسرے کو بڑی ملامت کی۔ بہت طعن ملامت کی اور نئے سرے سے عہد کیا کہ اب ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ لیکن تیسری شب پھر صبر نہ ہوسکا اور ہر ایک اسی طرح پوشیدہ طور پر پہنچا اور ہر ایک کو دوسرے کے آنے کا علم بھی ہوگیا۔ پھر جمع ہو کر اپنے تئیں برا بھلا کہنے لگے اور بڑی سخت قسمیں کھا کر قول قرار کئے کہ اب ایسا نہیں کریں گے۔ صبح ہوتے ہی اخنس بن شریق کپڑے پہن کر تیار ہو کر ابوسفیان بن حرب کے پاس اس کے گھر میں گیا اور کہنے لگا اے ابوحنظلہ' ایمان سے بتاؤ' سچ سچ کہو' جو قرآن تم نے محمد (ﷺ) کی زبانی سنا' اس کی بابت تمہاری اپنی ذاتی رائے کیا ہے؟ اس نے کہا' ابوثعلبہ سنو! واللہ بہت سی آیتوں کے الفاظ' معنی اور مطلب تو میں سمجھ گیا اور بہت سی آیتوں کو' ان کی مراد کو میں جانتا ہی نہیں۔

اخنس نے کہا' واللہ یہی حال میرا بھی ہے۔ اب یہاں سے اٹھ کر اخنس سیدھا ابوجہل کے پاس پہنچا اور کہنے لگا' ابوالحکم تم سچ بتاؤ' جو کچھ تم حضورؐ سے سنتے ہو' اس میں تمہارا خیال کیا ہے؟ اس نے کہا سن' جو سنا ہے اسے تو ایک طرف رکھ دے' بات یہ ہے کہ بنو عبد مناف اور ہم میں چشمک ہے۔ وہ ہم سے اور ہم ان سے بڑھنا اور سبقت کرنا چاہتے ہیں اور مدت سے یہ رسہ کشی ہو رہی ہے۔ انہوں نے مہمانداریاں اور دعوتیں کیں۔ تو ہم نے بھی کیں۔ انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں تو ہم نے بھی یہی کیا۔ انہوں نے عوام الناس کے ساتھ احسان و سلوک کئے تو ہم نے بھی اپنی تھیلیوں کے منہ کھول ڈالے۔ گویا ہم کسی معاملہ میں ان سے کم نہیں رہے۔ اب جب کہ برابر کی ٹکر چلی جارہی تھی تو انہوں

نے کہا ہم میں ایک نبی ہے- سنو چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے' نہ تو ہم اس کی تصدیق کریں گے نہ مانیں گے- اخنس مایوس ہو گیا اور اٹھ کر چل دیا- اسی آیت کی تفسیر میں ابن جریر میں ہے کہ بدر والے دن اخنس بن شریق نے قبیلہ بنو زہرہ سے کہا کہ محمد (ﷺ) تمہاری قرابت کے ہیں- تم ان کی ننھیال میں ہو- تمہیں چاہئے کہ اپنے بھانجے کی مدد کرو- اگر وہ واقعی نبی ہے تو مقابلہ بے سود ہی نہیں بلکہ سراسر نقصان دہ ہے اور بالفرض نہ بھی ہو تو بھی وہ تمہارا ہے- اچھا ٹھہرو' دیکھو میں ابوالحکم (یعنی ابوجہل) سے بھی ملتا ہوں-

سنو! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم غالب آ گئے تو وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے- تم سلامتی کے ساتھ واپس چلے جاؤ گے اور اگر تمہاری قوم غالب آ گئی تو ان میں تو تم ہی ہو- اسی دن سے اس کا نام اخنس ہوا- اصل نام ابی تھا- اب اخنس تنہائی میں ابوجہل سے ملا اور کہنے لگا' سچ بتا محمد (ﷺ) تمہارے نزدیک سچے ہیں یا جھوٹے؟ دیکھو یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی اور نہیں- دل کی بات مجھ سے نہ چھپانا- اس نے کہا جب یہی بات ہے تو سنو- اللہ کی قسم محمد (ﷺ) بالکل سچے اور یقیناً صادق ہیں- عمر بھر میں کسی چھوٹی سی چھوٹی بات میں کبھی بھی آپؐ نے جھوٹ نہیں بولا- ہمارے رکنے اور مخالفت کرنے کی وجہ ایک اور صرف ایک ہی ہے وہ یہ کہ جب بنو قصی کے خاندان میں جھنڈے اور پھریرے چلے گئے' جب حج کے حاجیوں کے اور بیت اللہ شریف کے مہتمم و منتظم یہی ہو گئے' پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ نبوت بھی اسی قبیلے میں چلی گئی تو اب اور قریشیوں کے لئے کون سی فضیلت باقی رہ گئی؟ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے- پس آیات اللہ سے مراد ذات حضرت محمد (ﷺ) ہے- پھر دوبارہ تسلی دی جاتی ہے کہ آپؐ اپنی قوم کی تکذیب' ایذا رسانی وغیرہ پر صبر کیجئے جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا اور یقین مانئے کہ جس طرح انجام کار گذشتہ نبیوں کا غلبہ رہا اور ان کے مخالفین تباہ و برباد ہوئے اسی طرح اللہ تعالیٰ آپؐ کو غالب کرے گا اور آپؐ کے مخالفین مغلوب ہوں گے- دونوں جہان میں حقیقی بلندی آپ کی ہوگی- رب تو یہ بات فرما چکا ہے اور اللہ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا جیسے اور آیت میں ہے ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین یعنی ہم تو پہلے سے ہی یہ فرما چکے ہیں کہ ہمارے رسولوں کو مدد دی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا- اور آیت میں فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيۡزٌ اللہ تعالیٰ یہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے- یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبہ والا ہے- ان نبیوں کے اکثر قصے آپ کے سامنے بیان ہو چکے ہیں- ان کے حالات آپ کو پہنچ چکے ہیں- آپؐ خوب جانتے ہیں کہ کس طرح ان کی نصرت و تائید ہوئی اور مخالفین پر انہیں کامیابی حاصل ہوئی-

وَاِنۡ كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكَ اِعۡرَاضُهُمۡ فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَبۡتَغِىَ نَفَقًا فِى الۡاَرۡضِ اَوۡ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَاۡتِيَهُمۡ بِاٰيَةٍ‌ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمۡ عَلَى الۡهُدٰى فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسۡتَجِيۡبُ الَّذِيۡنَ يَسۡمَعُوۡنَ‌ ؕ وَالۡمَوۡتٰى يَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيۡهِ يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۳۶﴾

اگر ان کی سرتابی تجھ پر گراں گذر رہی ہے تو اگر تجھ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ لگا کر یا آسمان میں کوئی سیڑھی لگا کر انہیں کوئی معجزہ لا دے' اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ راست پر جمع کر دیتا خبردار کہیں تو جاہلوں میں سے نہ ہو جانا ○ وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو گوش دل سے سنتے ہیں- مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے

اٹھائے گا۔ پھر سب کے سب اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے ○

(آیت: ۳۵۔۳۶) پھر فرماتا ہے کہ اگر ان کی یہ بے رخی تجھ پر گراں گزرتی ہے' اگر تجھ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ کھود لے اور جو معجزہ یہ تجھ سے مانگتے ہیں' لا دے یا تیرے بس میں ہو تو کوئی زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ جا اور وہاں سے ان کی چاہت کی کوئی نشانی لے آ۔ میں نے تجھے اتنی نشانیاں' اس قدر معجزے دیئے ہیں کہ ایک اندھا بھی شک نہ کر سکے۔ اب ان کی طلب معجزات محض مذاق ہے اور عناد و ضد ہے۔ کوئی ضرورت نہیں کہ تو انہیں ان کی چاہت کے معجزے ہر وقت دکھاتا پھرے۔ یا اگر وہ تیرے بس کے نہ ہوں تو غم کر کے رہو۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر متفق کر دیتا۔ تجھے نادانوں میں نہ ملنا چاہیے۔ جیسے اور روایت میں ہے کہ اگر رب چاہتا تو روئے زمین کی مخلوق کو مومن بنا دیتا۔ آپ کی حرص تھی کہ سب لوگ ایماندار بن کر آپ کی تابعداری کریں تو رب نے فرما دیا کہ یہ سعادت جس کے حصے میں ہے توفیق اسی کی رفیق ہوگی۔ پھر فرمایا کہ آپ کی دعوت پر لبیک کہنا اسے نصیب ہوگا جو کان لگا کر آپ کے کلام کو سنے سمجھے۔ یاد رکھے اور دل میں جگہ دے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ یہ اسے آگاہ کرتا ہے جو زندہ ہو۔ کفار پر تو کلمہ عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ مردوں کو اٹھا کر بٹھائے گا' پھر اس کی طرف سب کے سب لوٹائے جائیں گے۔ مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں کیونکہ وہ مردہ دل ہیں۔ تو انہیں مردہ جسموں سے تشبیہ دی جس میں ان کی ذلت و خواری ظاہر ہوتی ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ
عَلٰٓي اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۷ وَمَا مِنْ
دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰۗىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا
فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝۳۸
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۭ مَنْ يَّشَاِ
اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۹

کہتے ہیں اس پر کوئی نشان کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ تو جواب دے کہ اللہ ہر نشان کے اتارنے پر قادر ہے مگر ان میں سے اکثر بے علم ہیں ○ زمین پر چلنے والے تمام تر جاندار اور کل کے کل پرند جو اپنے دو پروں پر اڑتے پھرتے ہیں' سب کے سب تم جیسے ہی گروہ ہیں' ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔ پھر یہ سب اپنے رب ہی کی طرف جمع کئے جائیں گے ○ ہماری آیتوں کے جھٹلانے والے بہرے اور گونگے اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ جسے اللہ چاہے گمراہ کر دے' اور جسے چاہے راہ راست پر لگا دے ○

معجزات کے عدم اظہار کی حکمت: ☆☆ (۳۷۔۳۹) کافر لوگ بطور اعتراض کہا کرتے تھے کہ جو معجزہ ہم طلب کرتے ہیں یہ کیوں نہیں دکھاتے؟ مثلاً عرب کی کل زمین میں چشموں اور آبشاروں کا جاری ہو جانا وغیرہ۔ فرماتا ہے کہ قدرت الٰہی سے تو کوئی چیز باہر نہیں لیکن اس وقت حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ نہیں۔ اس میں ایک ظاہری حکمت تو یہ ہے کہ تمہارے چاہے ہوئے معجزے کو دیکھ لینے کے بعد بھی اگر تم ایمان نہ لائے تو اصول الٰہیہ کے مطابق تم سب کو اسی جگہ ہلاک کر دیا جائے گا۔ جیسے تم سے اگلے لوگوں کے ساتھ ہوا۔ ثمودیوں کی نظیر تمہارے

سامنے موجود ہے۔ ہم تو جو چاہیں نشان بھی دکھا سکتے ہیں اور جو چاہیں عذاب بھی کر سکتے ہیں۔ چرنے چگنے والے جانور اڑنے والے پرند بھی تمہاری طرح قسم قسم کے ہیں مثلاً پرند ایک امت انسان ایک امت جنات ایک امت وغیرہ۔ یا یہ کہ وہ بھی سب تمہاری ہی طرح مخلوق ہیں۔ سب پر اللہ کا علم محیط ہے۔ سب اس کی کتاب میں لکھے ہوئے ہیں۔ نہ کسی کا وہ رزق بھولے نہ کسی کی حاجت اٹکے نہ کسی کی حسن تدبیر سے وہ غافل خشکی تری کا ایک ایک جاندار اس کی حفاظت میں ہے۔ جیسے فرمان ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا الخ یعنی جتنے جاندار زمین پر چلتے پھرتے ہیں سب کی روزیاں اللہ کے ذمہ ہیں۔ وہی ان کے جیتے جی کے ٹھکانے کو اور مرنے کے بعد سونپے جانے کے مقام کو بخوبی جانتا ہے اس کے پاس لوح محفوظ میں یہ سب کچھ درج بھی ہے۔ ان کے نام ان کی گنتی ان کی حرکات و سکنات سب سے وہ واقف ہے۔ اس کے وسیع علم سے کوئی چیز خارج اور باہر نہیں۔ اور مقام پر ارشاد ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا الخ بہت سے وہ جاندار ہیں جن کی روزی تیرے ذمہ نہیں۔ انہیں اور تم سب کو اللہ ہی روزیاں دیتا ہے۔ وہ باریک سے باریک آواز کو سننے والا ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیز کا جاننے والا ہے۔

ابو یعلی میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کی دو سال کی خلافت کے زمانہ میں سے ایک سال ٹڈیاں دکھائی ہی نہیں دیں تو آپؓ کو بہت خیال ہوا اور شام عراق یمن وغیرہ کی طرف سوار دوڑائے کہ دریافت کر آئیں کہ ٹڈیاں اس سال کہیں نظر بھی پڑیں یا نہیں؟ یمن والا قاصد جب واپس آیا تو اپنے ساتھ مٹھی بھر ٹڈیاں بھی لیتا آیا اور حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے ڈال دیں۔ آپؓ نے انہیں دیکھ کر تین مرتبہ تکبیر کہی اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک ہزار امتیں پیدا کی ہیں جن میں سے چھ سو تری میں ہیں اور چار سو خشکی میں۔ ان تمام امتوں میں سے سب سے پہلے ٹڈی ہلاک ہوگی۔ اس کے بعد تو ہلاکت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا بالکل اس طرح جیسے کسی تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ گیا اور موتی یکے بعد دیگرے جھڑنے لگ گئے۔

پھر فرماتا ہے سب کا حشر اللہ کی طرف ہے یعنی سب کو موت ہے۔ چوپایوں کی موت ہی ان کا حشر ہے۔ ایک قول تو یہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ میدان محشر میں بروز قیامت یہ بھی اللہ جل شانہ کے سامنے جمع کئے جائیں گے جیسے فرمایا وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ مسند احمد میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ نے سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں؟ جواب ملا کہ میں کیا جانوں؟ فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ان کے درمیان وہ فیصلہ بھی کرے گا۔ ابن جریر کی ایک اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ اڑنے والے ہر ایک پرند کا علم بھی ہمارے سامنے بیان کیا گیا ہے۔

مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ بے سینگ بکری قیامت کے دن سینگ والی بکری سے اپنا بدلہ لے گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ تمام مخلوق چوپائے بہائم پرند وغیرہ غرض تمام چیزیں اللہ کے سامنے حاضر ہوں گی۔ پھر ان میں یہاں تک عدل ہوگا کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگ والی بکری نے مارا ہوگا تو اس کا بھی بدلہ دلوایا جائے گا۔ پھر ان سے جناب باری فرمائے گا تم مٹی ہو جاؤ۔ اس وقت کافر بھی یہی آرزو کریں گے کہ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے۔ صور والی حدیث میں یہ مرفوعاً بھی مروی ہے۔ پھر کافروں کی مثال بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی کم علمی اور کج فہمی میں ان بہروں گونگوں کے مثل ہیں جو اندھیروں میں ہوں۔ بتاؤ تو وہ کیسے راہ راست پر آ سکتے ہیں؟ نہ کسی کی سنیں نہ اپنی کہیں نہ کچھ دیکھ سکیں۔ جیسے سورۂ بقرہ کی ابتداء میں ہے کہ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جو آگ سلگائے۔ جب آس پاس کی چیزیں اس پر روشن ہو جائیں اس وقت آگ بجھ جائے اور وہ اندھیریوں میں رہ جائے اور کچھ نہ دیکھ سکے۔ ایسے لوگ بہرے گونگے اندھے ہیں۔ وہ راہ راست کی طرف لوٹ نہیں سکتے۔ اور آیت میں ہے اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ الخ یعنی مثل ان اندھیروں کے جو

گہرے سمندر میں ہوں جس کی موجوں پر موجیں اٹھ رہی ہوں اور اوپر سے ابر چھایا ہو - اندھیروں پر اندھیریاں ہوں' کہ ہاتھ بھی نظر نہ آ سکے - جسے قدرت نے نور نہیں بخشا' وہ بے نور ہے - پھر فرمایا' ساری مخلوق میں اللہ ہی کا تصرف ہے - وہ جسے چاہے صراط مستقیم پر کر دے -

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ
اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ
فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا
تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ ع ۱۱
بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾

دریافت تو کر کہ ذرا یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر عذاب اللہ آ جائے یا تم پر قیامت قائم ہو جائے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو ○ بلکہ تم صرف اسی اللہ کو پکارو گے - پھر اگر وہ چاہے گا تو اس تکلیف کو ہٹا دے گا جس کے ہٹنے کی تم دعا کرتے تھے - تم اس وقت اپنے تمام شریکوں کو بھول جاؤ گے ○ اور ہم نے تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف اپنے رسول بھیجے - آخرش ہم نے انہیں تنگی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ عاجزی کریں - پھر عذاب کے ان کے پاس آ چکنے کے بعد بھی انہوں نے عاجزی کیوں نہ کی؟ ○

سخت لوگ اور کثرت دولت : ☆☆ (آیت: ۴۰-۴۲) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے - تمام مخلوق اس کے آگے پست و لاچار ہے جو چاہتا ہے' حکم کرتا ہے - اس کا کوئی ارادہ بدلتا نہیں' اس کا کوئی حکم ٹلتا نہیں - کوئی نہیں جو اس کی چاہت کا خلاف کر سکے یا اس کے حکم کو ٹال سکے یا اس کی قضا کو پھیر سکے - وہ سارے ملک کا تنہا مالک ہے - اس کی کسی بات میں کوئی شریک یا دخیل نہیں - جو اس سے مانگے وہ اسے دیتا ہے - جس کی چاہے دعا قبول فرماتا ہے - پس فرماتا ہے خود تمہیں بھی ان تمام باتوں کا علم و اقرار ہے - یہی وجہ ہے کہ آسمانی سزاؤں کے آ پڑنے پر تم اپنے تمام شریکوں کو بھول جاتے ہو اور صرف اللہ واحد کو پکارتے ہو - اگر تم سچے ہو کہ اللہ کے ساتھ اس کے کچھ شریک بھی ہیں تو ایسے کٹھن موقعوں پر ان میں سے کسی کو کیوں نہیں پکارتے؟ بلکہ صرف اللہ واحد کو پکارتے ہو اور اپنے تمام معبودان باطل کو بھول جاتے ہو - چنانچہ اور آیت میں ہے کہ سمندر میں جب ضرر پہنچتا ہے تو اللہ کے سوا ہر ایک تمہاری یاد سے نکل جاتا ہے - ہم نے اگلی امتوں کی طرف بھی رسول بھیجے - پھر ان کے نہ ماننے پر ہم نے انہیں فقر و فاقہ میں' تنگی ترشی میں' بیماریوں اور دکھ درد میں مبتلا کر دیا کہ اب بھی وہ ہمارے سامنے گریہ وزاری کریں - عاجزانہ طور پر ہمارے سامنے جھک جائیں - ہم سے ڈر جائیں اور ہمارے دامن سے چمٹ جائیں - پھر انہوں نے ہمارے عذابوں کے آ جانے کے بعد بھی ہمارے سامنے عاجزی کیوں نہ کی؟ مسکینی کیوں نہ جتائی؟

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ
قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا
نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا
فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۵

لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں اسے شیطان نے ان کی نظر میں زینت دے دی۔ جو نصیحت انہیں کی گئی تھی ○ جب یہ اسے فراموش کر بیٹھے تو ہم نے بھی ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جو کچھ دیئے گئے تھے اس پر اترانے لگے تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا تو وہ ایک دم ناامید ہو گئے ○ پس ظالم لوگوں کی جڑیں کاٹ دی گئیں۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○

(آیت: ۴۳۔۴۵) بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے۔ شرک دشمنی ضد تعصب سرکشی نافرمانی وغیرہ کو شیطان نے انہیں بڑا حسن میں دکھایا اور یہ اس پر جمے رہے۔ جب یہ لوگ ہماری باتوں کو فراموش کر گئے ہماری کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہمارے فرمان سے منہ موڑ لیا تو ہم نے بھی انہیں ڈھیل دے دی کہ یہ اپنی برائیوں میں اور آگے نکل جائیں۔ ہر طرح کی روزیاں اور زیادہ سے زیادہ مال انہیں دیتے رہے۔ یہاں تک کہ مال اولاد ورزق وغیرہ کی وسعت پر وہ بھولنے لگے اور غفلت کے گہرے گڑھے میں اتر گئے تو ہم نے انہیں ناگہاں پکڑ لیا۔ اس وقت وہ مایوس ہو گئے۔ امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا صوفیانہ مقولہ ہے کہ جس نے کشادگی کے وقت اللہ تعالیٰ کی ڈھیل نہ سمجھی وہ محض بے عقل ہے اور جس نے تنگی کے وقت رب کی رحمت کی امید چھوڑ دی وہ بھی محض بیوقوف ہے۔ پھر آپ اسی آیت کی تلاوت فرماتے ہیں رب کعبہ کی قسم ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی چاہتوں کو پوری ہوتے ہوئے دیکھ کر اللہ کو بھول جاتے ہیں اور پھر رب کی گرفت میں آ جاتے ہیں۔

حضرت قتادہؒ کا فرمان ہے کہ جب کوئی قوم اللہ کے فرمان سے سرتابی کرتی ہے تو اول تو انہیں دنیا خوب مل جاتی ہے۔ جب وہ نعمتوں میں پڑ کر بدمست ہو جاتے ہیں تو اچانک پکڑ لئے جاتے ہیں۔ لوگو اللہ کی ڈھیل کو سمجھ جایا کرو۔ نافرمانیوں پر نعمتیں ملیں تو غافل ہو کر نافرمانیوں میں بڑھ نہ جاؤ۔ اس لئے کہ یہ تو بدکار اور بے نصیب لوگوں کا کام ہے۔ زہریؒ فرماتے ہیں ہر چیز کے دروازے کھول دینے سے مراد دنیا میں آسائش و آرام کا دینا ہے۔ مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم دیکھو کہ کسی گنہگار شخص کو اس کی گنہگاری کے باوجود اللہ کی نعمتیں دنیا میں مل رہی ہیں تو اسے استدراج سمجھنا یعنی وہ ایک مہلت ہے۔ پھر حضورؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور حدیث میں ہے کہ جب کسی قوم کی بربادی کا وقت آ جاتا ہے تو ان پر خیانت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہاں دی گئی ہوئی چیزوں پر اترانے لگتے ہیں تو ہم انہیں ناگہاں پکڑ لیتے ہیں اور اس وقت وہ محض ناامید ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا ظالموں کی باگ ڈور کاٹ دی جاتی ہے۔ تعریفوں کے لائق وہ معبود برحق ہے جو سب کا پالنہار ہے۔ (مسند وغیرہ)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰي قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝۴۶ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۷ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۴۸

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

دریافت تو کر کہ اچھا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارا سننا اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہیں یہ سب لا دے ' دیکھ لے کہ ہم کس کس طرح دلائل بیان کر رہے ہیں۔ پھر بھی وہ روگرداں ہو رہے ہیں ○ پوچھ تو کہ اچھا یہ بھی بتاؤ کہ اگر تمہارے پاس عذاب اللہ اچانک آ جائے یا کھلم کھلا آ جائے تو کیا ظالموں کے سوا اور لوگ بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے؟ ○ ہم تو رسولوں کو صرف خوشخبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر ہی بھیجتے ہیں۔ پھر جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں' ان پر نہ تو کوئی ڈر خوف ہے نہ اداسی اور مایوسی ○ اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلائیں' انہیں ان کی بدکاری کے باعث عذاب پہنچیں گے ○

محروم اور کامران کون : ☆☆ (آیت:۴۶-۴۹) فرمان ہے کہ ان مخالفین اسلام سے پوچھو تو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں چھین لے جیسے کہ اس نے تمہیں دیئے ہیں جیسے فرمان ہے ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ وَ جَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ الخ یعنی اللہ خالق کل وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں سننے کو کان اور دیکھنے کو آنکھیں دیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد چھین لینے سے شرعی نفع نہ پہنچانا ہو۔ اس کی دلیل اس کے بعد کا جملہ دل پر مہر لگا دینا ہے۔ جیسے فرمان ہے اَمَّنْ یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ کون ہے جو کان کا اور آنکھوں کا مالک ہو؟ اور فرمان ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِہٖ جان لو کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔ یہاں ان سے سوال ہوتا ہے' بتلاؤ تو کہ اللہ کے سوا اور کوئی ان چیزوں کے واپس دلانے پر قدرت رکھتا ہے؟ یعنی کوئی نہیں رکھتا۔ دیکھ لے کہ میں نے اپنی توحید کے کس قدر زبردست' پرزور' صاف اور بچے تلے دلائل بیان کر دیئے ہیں اور یہ ثابت کر دیا کہ میرے سوا سب بے بس ہیں۔ لیکن یہ مشرک لوگ باوجود اس قدر کھلی' روشن اور صاف دلیلوں کے حق کو نہیں مانتے بلکہ اوروں کو بھی حق کو تسلیم کرنے سے روکتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے' ذرا اس سوال کا جواب بھی دو کہ اللہ کا عذاب تمہاری بے خبری میں یا ظاہر کھلم کھلا تمہارے پاس آ جائے تو کیا سوا ظالموں اور مشرکوں کے کسی اور کو بھی ہلاکت ہو گی؟ یعنی نہ ہو گی۔ اللہ کی عبادت کرنے والے اس ہلاکت سے محفوظ رہیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ الخ' جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک سے خراب نہ کیا' ان کے لئے امن وامان ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر فرمایا کہ رسولوں کا کام تو یہی ہے کہ ایمان والوں کو ان کے درجوں کی خوشخبریاں سنائیں اور کفار کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ جو لوگ دل سے آپؐ کی بات مان لیں اور اللہ کے فرمان کے مطابق اعمال بجا لائیں' انہیں آخرت میں کوئی ڈر خوف نہیں اور دنیا کے چھوڑنے پر کوئی ملال نہیں۔ ان کے بال بچوں کا اللہ والی ہے اور ان کے ترکے کا وہی حافظ ہے۔ کافروں کو اور جھٹلانے والوں کو ان کے کفر و فسق کی وجہ سے بڑے سخت عذاب ہوں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے فرمان چھوڑ رکھے تھے اور اس کی نافرمانیوں میں مشغول تھے۔ اس کے حرام کردہ کاموں کو کرتے تھے اور اس کے بتائے ہوئے کاموں سے بھاگتے تھے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ
اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۹
وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ

مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾

کہدے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں' میں تو صرف اسی کی تابعداری کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے' پوچھ تو کہ کیا نابینا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر بھی کیا تم غور نہیں کرتے؟ ○ اس قرآن کے ساتھ تو انہیں ڈرا دے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے کا خوف رکھتے ہیں (جبکہ) اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی اور سفارشی نہ ہوگا تاکہ وہ پرہیزگاری کریں ○

مسلمانو! طبقاتی عصبیت سے بچو: ☆☆ (آیت: ۵۰-۵۱) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ میں اللہ خزانوں کا مالک نہیں نہ مجھے ان میں کسی طرح کا اختیار ہے- نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا جاننے والا ہوں- رب نے جو چیزیں خاص اپنے علم میں رکھی ہیں' مجھے ان میں سے کچھ بھی معلوم نہیں- ہاں جن چیزوں سے خود اللہ مجھے مطلع کر دے' ان پر مجھے اطلاع ہو جاتی ہے- میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں' میں تو انسان ہوں- اللہ تعالیٰ نے مجھے جو شرف دیا ہے یعنی میری طرف جو وحی نازل فرمائی ہے' میں اسی کا عمل پیرا ہوں- اس سے ایک بالشت ادھر ادھر نہیں ہٹتا- کیا حق کے تابعدار جو بصارت والے ہیں اور حق سے محروم جو اندھے ہیں' برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم اتنا غور بھی نہیں کرتے؟ اور آیت میں ہے کہ کیا جو شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اترا ہے' حق ہے اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نابینا ہے؟ نصیحت تو صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہیں- اے نبی ﷺ آپ قرآن کے ذریعہ انہیں راہ راست پر لائیں جو رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف دل میں رکھتے ہیں- حساب کا کھٹکا رکھتے ہیں' جانتے ہیں کہ رب کے سامنے پیش ہونا ہے- اس دن اس کے سوا اور کوئی ان کا قریبی یا سفارشی نہ ہوگا- وہ اگر عذاب کرنا چاہے تو کوئی شفاعت نہیں کر سکتا- یہ تیرا ڈرانا اس لئے ہے کہ شاید وہ متقی بن جائیں' حاکم حقیقی سے ڈر کر نیکیاں کریں اور قیامت کے عذابوں سے چھوٹیں اور ثواب کے مستحق بن جائیں-

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

اپنے پاس سے انہیں ہرگز دور نہ کرنا جو صبح شام اپنے رب سے مناجاتیں کرتے ہیں- اسی کے دیدار کے طالب ہیں' تجھ پر ان کا کوئی حساب نہیں اور نہ تیرا کوئی حساب ان پر ہے کہ تو انہیں دور کرے- پھر تو تو آپ ظالموں میں سے ہو جائے گا ○ اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کا بعض سے امتحان کر لیا تاکہ یہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم سب کے درمیان میں سے احسان کیا' کیا اللہ تعالیٰ شکر گذاروں کو بخوبی جاننے والا نہیں؟ ○

(آیت: ۵۲-۵۳) پھر فرماتا ہے یہ مسلمان غرباء جو صبح شام اپنے پروردگار کا نام جپتے ہیں' خبردار انہیں حقیر نہ سمجھنا- انہیں اپنے پاس سے نہ ہٹانا بلکہ انہی کو اپنی صحبت میں رکھ کر انہی کے ساتھ بیٹھ اٹھ- جیسے اور آیت میں ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ

الخ یعنی انہی کے ساتھ رہ جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں - اسی کی رضامندی کی طلب کرتے ہیں - خبردار ان کی طرف سے آنکھیں نہ پھیرنا کہ دنیا کی زندگی کی آسائش طلب کرنے لگو - اس کا کہا نہ کرنا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی ہے اور اس کا ہر کام حد سے گزرا ہوا ہے بلکہ ان کا ساتھ دے جو صبح شام اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے دعائیں مانگتے ہیں - بعض بزرگ فرماتے ہیں' مراد اس سے فرض نمازیں ہیں - اور آیت میں ہے وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ تمہارے رب کا اعلان ہے کہ مجھ سے دعائیں کرو - میں قبول کروں گا - ان اطاعتوں اور عبادتوں سے ان کا ارادہ اللہ کریم کے دیدار کا ہے - محض خلوص اخلاص والی ان کی نیتیں ہیں - ان کا کوئی حساب تجھ پر نہیں نہ تیرا کوئی حساب ان پر - جناب نوح علیہ السلام سے جب ان کی قوم کے شرفاء نے کہا تھا کہ ہم تجھے کیسے مان لیں گے؟ تیرے ماننے والے تو اکثر غریب مسکین لوگ ہیں تو آپؑ نے یہی جواب دیا کہ ان کے اعمال کا مجھے کیا علم ہے - ان کا حساب تو میرے رب پر ہے لیکن تمہیں اتنا بھی شعور نہیں - پھر بھی تم نے ان غریب مسکین لوگوں کو اپنی مجلس میں نہ بیٹھنے دیا - ان سے ذرا بھی بے رخی کی تو یاد رکھنا تمہارا شمار بھی ظالموں میں ہو جائے گا - مسند احمد میں ہے کہ قریش کے بڑے لوگ نبی ﷺ کے پاس گئے - اس وقت آپؐ کی مجلس مبارک میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ' حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت خباب رضی اللہ عنہ' حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے - انہیں دیکھ کر یہ لوگ کہنے لگے' دیکھو تو ہمیں چھوڑ کر کن کے ساتھ بیٹھے ہیں؟ تو آیت و انذر بہ سے بالشاکرین تک اتری -

ابن جریر میں ہے کہ ان لوگوں اور ان جیسے اوروں کو حضورؐ کی مجلس میں دیکھ کر مشرک سرداروں نے یہ بھی کہا تھا کہ کیا یہی لوگ رہ گئے ہیں کہ اللہ نے ہم سب میں سے چن چن کر انہی پر احسان کیا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ بے زر' بے سہارا لوگ بھی ہم امیروں ہمیں بیٹھتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے - آپؐ کی مجلس میں عرب کے وفد آیا کرتے ہیں - وہ ہمیں ان کے ساتھ دیکھ کر ہمیں بھی ذلیل خیال کریں گے تو آپ کم سے کم اتنا ہی کیجئے کہ جب ہم آئیں تب خاص مجلس ہو اور ان جیسے گرے پڑے لوگ اس میں شامل نہ کئے جائیں - ہاں جب ہم نہ ہوں تو آپؐ کو اختیار ہے - جب یہ بات طے ہو گئی اور آپؐ نے بھی اس کا اقرار کر لیا تو انہوں نے کہا' ہمارا یہ معاہدہ تحریر میں آ جانا چاہئے - آپ نے کاغذ منگوایا اور حضرت علیؓ کو لکھنے کے لئے بلوایا - مسلمانوں کا یہ غریب طبقہ ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا - اسی وقت حضرت جبرئیلؑ اترے اور یہ آیت نازل ہوئی - حضورؐ نے کاغذ پھینک دیا اور ہمیں اپنے پاس بلا لیا اور ہم نے پھر سے رسول اللہ ﷺ کو اپنے حلقے میں لے لیا - لیکن یہ حدیث غریب ہے - آیت مکی ہے اور اقرع اور عیینہ ہجرت کے بہت سارے زمانے کے بعد اسلام میں آئے ہیں - حضرت شریحؒ کا بیان ہے کہ یہ آیت اصحاب رسول ﷺ میں سے چھ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے - ہم لوگ سب سے پہلے خدمت نبویؐ میں جاتے اور آپ کے گرد بیٹھتے تاکہ پوری طرح اور شروع سے آخر تک آپ کی حدیثیں سنیں - قریش کے بڑے لوگوں پر یہ بات گراں گزرتی تھی - اس کے برخلاف آیت اتری (مستدرک حاکم) پھر فرماتا ہے اس طرح ہم ایک دوسرے کو پرکھ لیتے ہیں اور ایک سے ایک کا امتحان لے لیتے ہیں کہ یہ امراء ان غرباء سے متعلق اپنی رائے ظاہر کر دیں کہ کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا اور ہم سب میں سے اللہ کو یہی لوگ پسند آئے؟

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾

اور جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو تو کہہ کہ تم پر سلام نازل ہوں۔ تمہارے رب نے خاص اپنے اوپر رحمت و رحم لازم کر لیا ہے کہ تم میں سے جو بھی بوجہ نادانی کوئی بدی کر کے پھر اس کے بعد ہی توبہ کر لے اور نیک کاری کرے تو وہ بخشنے والا مہربان ہے ○

(آیت: ۵۴) حضور ﷺ کو سب سے پہلے تسلیم کرنے والے یہی بیچارے بے مایہ غریب غرباء لوگ تھے۔ مرد عورت لونڈی غلام وغیرہ۔ بڑے بڑے اور ذی وقعت لوگوں میں سے تو اس وقت یونہی کوئی اکا دکا آ گیا تھا۔ یہی لوگ دراصل انبیاء علیہم السلام کے مطیع اور فرمانبردار ہوتے رہے۔ قوم نوح نے کہا تھا وَمَا نَرٰكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ الخ یعنی ہم تو دیکھتے ہیں کہ تیری تابعداری ہم میں سے رذیل اور بے وقوف لوگوں نے ہی کی ہے۔ شاہ روم ہرقل نے جب ابوسفیان سے حضورؐ کی بابت یہ دریافت کیا کہ شریف لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے؟ یا ضعیف لوگوں نے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا تھا کہ ضعیف لوگوں نے۔ بادشاہ نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ فی الواقع تمام نبیوں کا اول پیرو یہی طبقہ ہوتا ہے۔ الغرض مشرکین مکہ ان ایمانداروں کا مذاق اڑاتے تھے اور انہیں ستاتے تھے۔ جہاں تک بس چلتا' انہیں سزائیں دیتے اور کہتے کہ یہ ناممکن ہے کہ بھلائی انہیں تو نظر آ جائے اور ہم یونہی رہ جائیں؟ قرآن میں ان کا قول یہ بھی ہے کہ لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ اگر یہ کوئی اچھی چیز ہوتی تو یہ لوگ ہم سے آگے نہ بڑھ سکتے اور آیت میں ہے جب ان کے سامنے ہماری صاف اور واضح آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ کفار ایمانداروں سے کہتے ہیں کہ بتاؤ تو مرتبے میں' عزت میں' حسب نسب میں کون شریف ہے؟ اس کے جواب میں رب نے فرمایا وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا یعنی ان سے پہلے ہم نے بہت سی بستیاں تباہ کر دی ہیں جو باعتبار سامان و اسباب کے اور باعتبار نمود و ریا کے ان سے بہت ہی آگے بڑھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان کے ایسے ہی قول کے جواب میں فرمایا گیا کہ شکر گزاروں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ جو اپنے اقوال و افعال اور دلی ارادوں کو درست رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامتیوں کی راہیں دکھاتا ہے اور اندھیریوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور سیدھی راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔

جیسے فرمان ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا الخ جو لوگ ہماری فرمانبرداری کی کوشش کرتے ہیں' ہم انہیں اپنی صحیح راہ پر لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا ساتھ دیتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور رنگوں کو نہیں دیکھتا بلکہ نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں' ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اور عدی کا بیٹا مطعم اور نوفل کا بیٹا حارث اور عمرو کا بیٹا قرطہ اور بنو عبد مناف کے قبیلے کے کافر سب کے سب جمع ہو کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے' دیکھو آپ کے بھتیجے اگر ہماری ایک درخواست قبول کر لیں تو ہمارے دلوں میں ان کی عظمت و عزت ہو گی اور پھر ان کی مجلس میں بھی آمد و رفت شروع کر دیں گے اور ہو سکتا ہے کہ ان کی سچائی سمجھ میں آ جائے اور ہم بھی مان لیں۔ ابوطالب نے قوم کے بڑوں کا یہ پیغام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس وقت اس مجلس میں تھے۔ فرمانے لگے یا رسول اللہؐ ایسا کرنے میں کیا حرج ہے؟ اللہ عزوجل نے وانذر سے بالشاکرین تک آیتیں اتاریں۔ یہ غرباء جنہیں یہ لوگ فیض صحبت سے محروم کرنا چاہتے تھے' یہ تھے' بلال' عمار' سالم صبیح' ابن مسعود' مقداد' مسعود' واقد' عمرو

ذوالشمالین، یزید اور انہی جیسے اور حضرات رضی اللہ عنہم اجمعین۔ انہی دونوں جماعتوں کے بارے میں آیت و کذلك فتنا بھی نازل ہوئی۔ حضرت عمرؓ ان آیتوں کو سن کر عذر معذرت کرنے لگے۔ اس پر آیت واذا جاءك الذین یومنون الخ نازل ہوئی۔ آخری آیت میں حکم ہوتا ہے کہ ایمان والے جب تیرے پاس آ کر سلام کریں تو ان کے سلام کا جواب دو۔ ان کا احترام کرو اور انہیں اللہ کی وسیع رحمت کی خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نفس پر رحم واجب کر لیا ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ گناہ ہر شخص جہالت سے ہی کرتا ہے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں، دنیا ساری جہالت ہے۔ غرض جو بھی کوئی برائی کرے، پھر اس سے ہٹ جائے اور پورا ارادہ کر لے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرے گا اور آگے کے لئے اپنے عمل کی اصلاح بھی کر لے تو وہ یقین مانے کہ غفور و رحیم اسے بخشے گا بھی اور اس پر مہربانی بھی کرے گا۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کی قضا و قدر مقرر کی تو اپنی کتاب میں لکھا جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ ابن مردویہ میں حضورؐ کا فرمان ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے کر دے گا، اپنے عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا جس میں یہ تحریر ہے کہ میرا رحم و کرم میرے غصے اور غضب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے اور میں سب سے زیادہ رحمت کرنے والا ہوں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ایک بار مٹھیاں بھر کر اپنی مخلوق کو جہنم میں سے نکالے گا جنہوں نے کوئی بھلائی نہیں کی، ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوا ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں ہم لکھا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اپنی رحمت کے سو حصے کئے۔ پھر ساری مخلوق میں ان میں سے ایک حصہ رکھا اور ننانوے حصے اپنے پاس باقی رکھے۔ اسی ایک حصہ رحمت کا یہ ظہور ہے کہ مخلوق بھی ایک دوسرے پر مہربانی کرتی ہے اور تواضع سے پیش آتی ہے اور آپس کے تعلقات قائم ہیں۔ اونٹنی، گائے، بکری، پرند، مچھلی وغیرہ جانور اپنے بچوں کی پرورش میں تکلیفیں جھیلتے ہیں اور ان پر پیار و محبت کرتے ہیں۔ روز قیامت میں اس حصے کو کامل کرنے کے بعد اس میں ننانوے حصے ملا لئے جائیں گے۔ فی الواقع رب کی رحمت اور اس کا فضل بہت ہی وسیع اور کشادہ ہے۔ یہ حدیث دوسری سند سے مرفوعاً بھی مروی ہے اور ایسی ہی اکثر حدیثیں آیت و رحمتی وسعت کل شئی کی تفسیر میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایسی ہی احادیث میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا، جانتے ہو اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ وہ سب اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر فرمایا جانتے ہو، بندے جب یہ کر لیں تو ان کا حق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کیا ہے؟ یہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ کرے۔ مسند احمد میں یہ حدیث بروایت حضرت ابو ہریرہؓ مروی ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَاۗءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّىْ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾

ہم اسی طرح اپنی آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ گنہگاروں کا طریقہ ظاہر ہو جائے ○ کہہ دے کہ مجھے صاف منع کر دیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم پکارتے رہتے ہو۔ کہہ دے کہ میں تمہاری خواہشوں پر نہیں چلوں گا۔ اس صورت میں تو میں گمراہ ہو جاؤں اور راہ یافتہ لوگوں میں نہ رہوں ○ کہہ دے کہ میں تو اپنے رب کی صاف دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلا رہے ہو۔ جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو' وہ میرے پاس نہیں' سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا حکم نہیں چلتا۔ وہ حق حق باتیں بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلے کرنے والا ہے ○

نیک و بد کی وضاحت کے بعد؟ ☆☆ (آیت: ۵۵-۵۷) یعنی جس طرح ہم نے اس سے پہلے ہدایت کی باتیں اور بھلائی کی راہیں واضح کر دیں' نیکی بدی کھول کھول کر بیان کر دی' اسی طرح ہم ہر اس چیز کا تفصیلی بیان کرتے ہیں جس کی تمہیں ضرورت پیش آنے والی ہے۔ اس میں علاوہ اور فوائد کے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مجرموں کا راستہ نیکوں پر عیاں ہو جائے۔ ایک اور قرات کے اعتبار سے یہ مطلب ہے تاکہ تو گنہگاروں کا طریقہ واردات لوگوں کے سامنے کھول دے۔

پھر حکم ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ لوگوں میں اعلان کر دو کہ میرے پاس الٰہی دلیل ہے۔ میں اپنے رب کی دی ہوئی سچی شریعت پر قائم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس وحی آتی ہے۔ افسوس کہ تم اس حق کو جھٹلا رہے ہو۔ تم اگرچہ عذابوں کی جلدی مچا رہے ہو لیکن عذاب کا لانا میرے اختیار کی چیز نہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کے حکم کے ماتحت ہے۔ اس کی مصلحت وہی ہے اگر چاہے دیر سے لائے اگر چاہے تو جلدی لائے۔ وہ حق بیان فرمانے والا اور اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کرنے والا ہے۔ سنو اگر میرا ہی حکم چلتا' میرے ہی اختیار میں ثواب و عذاب ہوتا' میرے بس میں بقا اور فنا ہوتی تو میں جو چاہتا ہو جایا کرتا۔

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾

کہدے کہ اگر وہ عذاب میرے بس میں ہوتے جن کو تم ابھی ابھی طلب کر رہے ہو تو کبھی کا ہمارا آپس کا جھگڑا طے ہو چکتا' اللہ تعالیٰ ظالموں کے حال سے بخوبی واقف ہے ○ غیب کی کنجیاں صرف اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی اور نہیں جانتا - وہ تری خشکی کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے' جو پتہ جھڑے' اس کا بھی اسے علم ہے - زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی تری اور خشکی ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو ○

(آیت: ۵۸-۵۹) اور میں تو ابھی اپنے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر لیتا اور تم پر وہ عذاب برس پڑتے جن سے میں تمہیں ڈرا رہا ہوں - بات یہ ہے کہ میرے بس میں کوئی بات نہیں' اختیار والا اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے - وہ ظالموں کو بخوبی جانتا ہے - بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک بار رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ احد سے زیادہ سخت کا تو آپ پر کوئی دن نہ آیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا' عائشہؓ کیا پوچھتی ہو کہ مجھے اس قوم نے کیا کیا ایذائیں پہنچائیں؟ سب سے زیادہ بھاری دن مجھ پر عقبہ کا دن تھا جبکہ میں عبدالیل بن عبدکلال کے پاس پہنچا اور میں نے اس سے آرزو کی کہ وہ میرا ساتھ دے مگر اس نے میری بات نہ مانی - واللہ میں سخت غمگین ہو کر وہاں سے چلا - مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کدھر جا رہا ہوں - قرن ثعالب میں آ کر میرے حواس ٹھیک ہوئے تو میں نے دیکھا کہ اوپر سے ایک بادل نے مجھے ڈھک لیا ہے - سر اٹھا کر دیکھتا ہوں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے آواز دے کر فرما رہے ہیں' اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کی باتیں سنیں اور جو جواب انہوں نے تجھے دیا' وہ بھی سنا - اب پہاڑوں کے داروغہ فرشتے کو اس نے بھیجا ہے - آپؐ جو چاہیں انہیں حکم دیجئے' یہ بجا لائیں گے - اسی وقت اس فرشتے نے مجھے پکارا' اسلام کیا اور کہا' اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی قوم کی باتیں سنیں اور مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے کہ ان کے بارے میں جو ارشاد آپؐ فرمائیں میں بجا لاؤں - اگر آپ حکم دیں تو مکہ شریف کے ان دونوں پہاڑوں کو جو جنوب شمال میں ہیں' میں اکٹھے کر دوں اور ان تمام کو ان دونوں کے درمیان پیس دوں -

آنحضرت ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ نہیں میں یہ نہیں چاہتا بلکہ مجھے تو امید ہے کہ کیا عجب ان کی نسل میں آگے جا کر ہی کچھ ایسے لوگ ہوں جو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں - ہاں یہاں یہ بات خیال میں رہے کہ کوئی اس شبہ میں نہ پڑے کہ قرآن کی اس آیت میں تو ہے کہ اگر میرے بس میں عذاب ہوتے تو ابھی ہی فیصلہ کر دیا جاتا اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بس میں کر دیئے - پھر بھی آپ نے ان کے لئے تاخیر طلب کی - اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ آیت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ عذاب طلب کرتے' اس وقت اگر آپؐ کے بس میں ہوتا تو اسی وقت ان پر عذاب آ جاتا اور حدیث میں یہ نہیں کہ اس وقت انہوں نے کوئی عذاب مانگا تھا - حدیث میں تو صرف اتنا ہے کہ پہاڑوں کے فرشتے نے آپ کو یہ بتلایا کہ بحکم الٰہ میں یہ کر سکتا ہوں - صرف آپ کی زبان مبارک کے ہلنے کا منتظر ہوں لیکن رحمتہ للعالمین کو رحم آ گیا اور نرمی برتی - پس آیت و حدیث میں کوئی معارضہ نہیں - واللہ اعلم - حضورؐ کا

فرمان ہے غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ پڑھی - یعنی قیامت کا علم بارش کا علم پیٹ کے بچے کا علم کل کے کام کا علم موت کی جگہ کا علم - اس حدیث میں جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بصورت انسان آ کر حضورؐ سے ایمان اسلام احسان کی تفصیل پوچھنا بھی مروی ہے یہ بھی ہے کہ جب قیامت کے صحیح وقت کا سوال ہوا تو آپؐ نے فرمایا یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں - پھر آپ نے آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ تلاوت فرمائی -

پھر فرماتا ہے اس کا علم تمام موجودات کو احاطہ کئے ہوئے ہے - بری بحری کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں - آسمان و زمین کا ایک ذرہ اس پر پوشیدہ نہیں - صرصری کا کیا ہی اچھا شعر ہے -

فلا یخفی علیہ الذر اما یتر ای للنواظر او تواری

یعنی کسی کو کچھ دکھائی دے نہ دے رب پر کچھ بھی پوشیدہ نہیں - وہ سب کی حرکات سے بھی واقف ہے - جمادات کا ہلنا جلنا یہاں تک کہ پتے کا جھڑنا بھی اس کے وسیع علم سے باہر نہیں - پھر بھلا جنات اور انسان کا کونسا علم اس پر مخفی رہ سکتا ہے؟ جیسے فرمان عالی شان ہے یَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے پوشیدہ بھید بھی اس پر عیاں ہیں - حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خشکی تری کا کوئی درخت ایسا نہیں جس پر اللہ کی طرف سے کوئی فرشتہ مقرر نہ ہو جو اس کے جھڑ جانے والے پتوں کو بھی لکھ لے - پھر فرماتا ہے زمین کے اندھیروں کے دانوں کا بھی اس اللہ کو علم ہے - حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - تیسری زمین کے اوپر اور چوتھی کے نیچے اتنے جن بستے ہیں کہ اگر وہ اس زمین پر آ جائیں تو ان کی وجہ سے کوئی روشنی نظر نہ پڑے - زمین کے

وَهُوَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰىكُمۡ بِالَّیۡلِ وَیَعۡلَمُ مَا جَرَحۡتُمۡ بِالنَّهَارِ ثُمَّ
یَبۡعَثُكُمۡ فِیۡهِ لِیُقۡضٰۤی اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَیۡهِ مَرۡجِعُكُمۡ
ثُمَّ یُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ ع ۷
عِبَادِهٖ وَیُرۡسِلُ عَلَیۡكُمۡ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ
تَوَفَّتۡهُ رُسُلُنَا وَهُمۡ لَا یُفَرِّطُوۡنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوۡۤا اِلَی اللّٰهِ
مَوۡلٰىهُمُ الۡحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الۡحُكۡمُ ۟ وَهُوَ اَسۡرَعُ الۡحٰسِبِیۡنَ ﴿۶۲﴾

وہی ہے جو تمہیں رات کو فوت کرتا ہے اور تم دن کو جو کچھ کرتے ہو اسے وہ جانتا ہے - پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ مقرر کیا ہوا وقت انجام کو پہنچایا جائے - پھر تم سب کا اسی کی طرف پھر جانا ہے - پھر وہ تمہیں جو کچھ کرتے تھے جتا دے گا ○ وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ ہی تمہاری نگہبانی کرنے والے فرشتے بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت واقعی آ جاتی ہے تو اسے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے فوت کر لیتے ہیں اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے ○ پھر سب لوگ اپنے رب کی طرف جو ان کا حقیقی کارساز ہے واپس بلائے جائیں گے - سن رکھو کہ حکم اسی کا ہے اور وہ سب سے زیادہ جلد حساب لینے والا ہے ○

ہر کونے پر اللہ کے مہروں میں سے ایک مہر اور ہر مہر پر ایک فرشتہ مقرر ہے اور ہر دن اللہ کی طرف سے ہے - اس کے پاس ایک اور فرشتے کے

ذریعہ سے حکم پہنچتا ہے کہ تیرے پاس جو ہے اس کی بخوبی حفاظت کر۔ حضرت عبداللہ بن حارث ؓ فرماتے ہیں کہ زمین کے ہر ایک درخت وغیرہ پر فرشتے مقرر ہیں جو ان کی خشکی تری وغیرہ کی بابت اللہ کی جناب میں عرض کر دیتے ہیں۔ ابن عباس ؓ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے نون یعنی دوات کو پیدا کیا اور تختیاں بنائیں اور اس میں دنیا کے تمام ہونے والے امور لکھے۔ کل مخلوق کی روزیاں' حلال حرام' نیکی بدی سب کچھ لکھ دیا ہے۔ پھر یہی آیت پڑھی۔

نیند موت کی چھوٹی بہن : ☆☆ (آیت: ۶۰-۶۲) وفاۃ صغریٰ یعنی چھوٹی موت کا بیان ہو رہا ہے۔ اس سے مراد نیند ہے۔ جیسے اس آیت میں ہے اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے فوت کرنے والا ہوں (یعنی تجھ پر نیند ڈالنے والا ہوں) اور اپنی طرف چڑھا لینے والا ہوں اور جیسے اس آیت میں ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا الخ' یعنی اللہ تعالیٰ نفسوں کو ان کی موت کے وقت مار ڈالتا ہے اور جن کی موت نہیں آئی انہیں نیند کے وقت فوت کر لیتا ہے (یعنی سلا دیتا ہے) موت والے نفس کو تو اپنے پاس روک لیتا ہے اور دوسرے کو مقررہ وقت پورا کرنے کے لئے پھر بھیج دیتا ہے۔ اس آیت میں دونوں وفاۃ بیان کر دی گئی ہیں۔ وفاۃ کبریٰ اور وفاۃ صغریٰ اور جس آیت کی اس وقت تفسیر ہو رہی ہے اس میں بھی دونوں وفاتوں کا ذکر ہے۔ وفاۃ حضریٰ یعنی نیند کا پہلے پھر وفاۃ کبریٰ یعنی حقیقی موت کا' بیچ کا جملہ ویعلم ماجرحتم باللیل جملہ معترضہ ہے جس سے اللہ کے وسیع علم کی دلالت ہو رہی ہے کہ وہ دن رات کے کسی وقت اپنی مخلوق کی کسی حالت سے بے علم نہیں۔ ان کی حرکات وسکنات سب جانتا ہے۔ جیسے فرمان ہے سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ الخ یعنی چھپا کھلا رات کا دن کا سب باتوں کا اسے علم ہے' اور آیت میں ہے وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ الخ یعنی یہ بھی رب کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے سکون کا وقت رات کو بنایا اور دن کو تلاش معاش کا وقت بنایا۔ اور آیت میں ارشاد ہے وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا الخ رات کو ہم نے لباس اور دن کو سبب معاش بنایا' یہاں فرمایا رات کو وہ تمہیں سلا دیتا ہے اور دنوں کو جو تم کرتے ہو اس سے وہ آگاہ ہے۔ پھر دن میں تمہیں اٹھا بٹھا دیتا ہے۔ ایک معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ وہ نیند میں یعنی خواب میں تمہیں اٹھا کھڑا کرتا ہے لیکن اول معنی ہی اولیٰ ہیں۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہے جو سونے کے وقت اس کی روح کو لے جاتا ہے۔ پھر اگر قبض کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ اس روح کو نہیں لوٹاتا ورنہ بحکم الہ لوٹا دیتا ہے۔ یہی معنی اس آیت کے جملے وهو الذی یتوفا کم باللیل کا ہے تاکہ اس طرح عمر کا پورا وقت گذرے اور جو اجل مقرر ہے' وہ پوری ہو۔ قیامت کے دن سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے۔ پھر وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ نیکوں کو نیک اور بدوں کو برا۔ وہی ذات ہے جو ہر چیز پر غالب وقادر ہے۔ اس کی جلالت' عظمت عزت کے سامنے ہر کوئی پست ہے۔ بڑائی اس کی ہے اور سب اس کے سامنے عاجز ومسکین ہیں۔ وہ اپنے محافظ فرشتوں کو بھیجتا ہے جو انسان کی دیکھ بھال رکھتے ہیں جیسے فرمان عالیشان ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ پس یہ فرشتے تو وہ ہیں جو انسان کی جسمانی حفاظت رکھتے ہیں اور دائیں بائیں آگے پیچھے سے اسے بحکم الہ بلاؤں سے بچاتے رہتے ہیں۔ دوسری قسم کے وہ فرشتے ہیں جو اس کے اعمال کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور ان کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں۔ جیسے فرمایا وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ان ہی فرشتوں کا ذکر آیت اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ الخ میں ہے۔

پھر فرمایا یہاں تک کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو سکرات کے عالم میں اس کے پاس ہمارے وہ فرشتے آتے ہیں جو اسی کام پر مقرر ہیں۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں' ملک الموت کے بہت سے مددگار فرشتے ہیں جو روح کو جسم سے نکالتے ہیں اور حلقوم تک جب روح آ جاتی ہے پھر ملک الموت اسے قبض کر لیتے ہیں۔ اس کا مفصل بیان آیت يُثَبِّتُ اللّٰهُ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا وہ کوئی کمی نہیں کرتے یعنی روح کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کرتے - اسے پوری حفاظت کے ساتھ یا تو علیین میں نیک روحوں سے ملا دیتے ہیں یا سجین میں بری روحوں میں ڈال دیتے ہیں - پھر وہ سب اپنے سچے مولی کی طرف بلالئے جائیں گے - مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مرنے والے کی روح کو نکالنے کے لئے فرشتے آتے ہیں اور اگر وہ نیک ہے تو اس سے کہتے ہیں اے مطمئن روح جو پاک جسم میں تھی' تو نہایت اچھائیوں اور بھلائیوں سے چل - تو راحت و آرام کی خوشخبری سن - تو اس رب کی طرف چل جو تجھ پر کبھی خفا نہ ہوگا - وہ اسے سنتے ہی نکلتی ہے اور جب تک وہ نکل نہ چکے تب تک یہی مبارک صدا اسے سنائی جاتی ہے - پھر اسے آسمانوں پر لے جاتے ہیں - اس کے لئے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور فرشتے اس کی آؤ بھگت کرتے ہیں - مرحبا کہتے ہوئے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور جو موت کے فرشتوں نے کہا تھا' وہی خوشخبری یہ بھی سناتے ہیں - یہاں تک کہ اسی طرح نہایت تپاک اور گرم جوشی سے فرشتوں کے استقبال کے ساتھ یہ نیک روح اس آسمان تک پہنچتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ ہے - (اللہ تعالیٰ ہماری موت بھی نیکی پر کرے) اور جب کوئی برا آدمی ہوتا ہے تو موت کے فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اے خبیث روح جو گندے جسم میں تھی تو بری بن کر چل - گرم کھولتے ہوئے پانی اور سڑی بھسی غذا اور طرح طرح کے عذابوں کی طرف چل - پھر وہ اس روح کو نکالتے ہیں اور یہی کہتے رہتے ہیں - پھر اسے آسمان کی طرف چڑھاتے ہیں - دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں - آسمان کے فرشتے پوچھتے ہیں' کون ہے؟

یہ اس کا نام بتاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں اس خبیث نفس کے لئے مرحبا نہیں - یہ تھی بھی ناپاک - جسم میں تو برائی کے ساتھ لوٹ جا - تیرے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھلتے - چنانچہ اسے زمین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے - پھر قبر لائی جاتی ہے - پھر قبر میں ان دونوں روحوں سے سوال و جواب ہوتے ہیں جیسے پہلی حدیثیں گذر چکیں - پھر اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں - اس سے مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرشتے لوٹائے جاتے ہیں یا یہ کہ مخلوق لوٹائی جاتی ہے یعنی قیامت کے دن - پھر جناب باری ان میں عدل و انصاف کرے گا اور احکام جاری فرمائے گا جیسے فرمایا قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ الخ' یعنی کہہ دے کہ اول و آخر والے سب قیامت کے دن جمع ہوں گے - اور آیت میں ہے وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ہم سب جمع کریں گے اور کسی کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے - یہاں بھی فرمایا کہ اپنے سچے مولی کی طرف سب کا لوٹنا ہے - وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے - اس سے زیادہ جلدی حساب میں کوئی نہیں

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

پوچھ تو کہ تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے؟ تم اسی اللہ کو بلند اور پست آواز سے پکارتے ہو کہ اے اللہ اگر تو ہمیں اس سے نجات دے گا تو ہم بالیقین تیرے شکر گذار بندوں میں ہو جائیں گے ○ جواب دے کہ تمہیں ان اندھیریوں سے اور ہر طرح کی گھبراہٹ سے اللہ ہی نجات دیتا ہے۔ اس پر بھی تم اللہ کے شریک ٹھہراتے ہو ○ کہہ دے کہ اللہ قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر کی طرف سے یا تمہارے پیروں تلے سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں گروہ گروہ کر کے بھڑا دے اور بعض کو بعض کی لڑائی کا مزا چکھا دے دیکھ تو ہم کس طرح پھیر پھیر کر اپنی آیتوں کو بیان فرماتے ہیں تا کہ لوگ سمجھ لیں ○

کر سکتا۔

احسان فراموش نہ بنو: ☆☆ (آیت: ۶۳-۶۵) اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرماتا ہے کہ جب تم خشکی کے بیابانوں اور لق و دق سنسان جنگلوں میں راہ بھٹکے ہوئے قدم قدم پر خوف و خطر میں مبتلا ہوتے ہو اور جب تم کشتیوں میں بیٹھے ہوئے طوفان کے وقت سمندر کے تلاطم میں مایوس و عاجز ہو جاتے ہو اس وقت اپنے دیوتاؤں اور بتوں کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو۔ یہی مضمون قرآن کریم کی آیت وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ میں اور آیت هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ میں اور آیت اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ میں بھی بیان ہوا ہے۔ تضرعا و خفیة کے معنی جھراً او سراً یعنی بلند آواز اور پست آواز کے ہیں۔ الغرض اس وقت صرف اللہ کو ہی پکارتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس وقت سے نجات دے گا تو ہم ہمیشہ تیرے شکر گزار رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے باوجود اس عہد و پیمان کے ادھر ہم نے انہیں تنگی اور مصیبت سے چھوڑا' ادھر یہ آزاد ہوتے ہی ہمارے ساتھ شرک کرنے لگے اور اپنے جھوٹے معبودوں کو پھر پکارنے لگے۔

پھر فرماتا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ جس اللہ نے تمہیں اس وقت آفت میں ڈالا تھا' وہ اب بھی قادر ہے کہ تم پر کوئی اور عذاب اوپر سے یا نیچے سے لے آئے جیسے کہ سورۂ سبحان میں رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ سے تبیعا تک بیان فرمایا۔ یعنی تمہارا پروردگار وہ ہے جو دریا میں تمہارے لئے کشتیاں چلاتا ہے تا کہ تم اس کا فضل حاصل کرو اور وہ تم پر بہت ہی مہربان ہے۔ لیکن جب تمہیں دریا میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو جن کی تم عبادت کرتے رہتے تھے' وہ سب تمہارے خیال سے نکل جاتے ہیں اور صرف اللہ ہی کی طرف لو لگ جاتی ہے۔ پھر جب وہ تمہیں خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اس سے منہ پھیر لیتے ہو۔ فی الواقع انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ وہ تمہیں خشکی میں ہی دھنسا دے یا تم پر آندھی کا عذاب بھیج دے۔ پھر تم کسی اور کو بھی اپنا کارساز نہ پاؤ۔ کیا تم اس بات سے بھی نڈر ہو کہ وہ تمہیں پھر دوبارہ دریا میں لے جائے اور تم پر تند و تیز ہوا بھیج دے۔ اور تمہیں تمہارے کفر کے باعث غرق کر دے۔ تم پھر کسی کو نہ پاؤ جو ہمارا پیچھا کر سکے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں' اوپر نیچے کے عذاب مشرکوں کے لئے ہیں۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں' اس آیت میں اسی امت کو ڈرایا گیا تھا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے معافی دے دی۔ ہم یہاں اس آیت سے تعلق رکھنے والی حدیثیں اور آثار بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ہمارا بھروسہ ہے اور اس سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے یلبسکم کے معنی یخلطکم کے ہیں۔ یہ لفظ التباس سے ماخوذ ہے۔ شیعا کے معنی فرقا کے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ اللہ قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے عذاب نازل فرمائے تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ یا اللہ میں تیرے پر عظمت و جلال چہرہ کی پناہ میں آتا ہوں اور جب یہ سنا کہ نیچے سے عذاب آئے تو بھی آپ ﷺ نے یہ دعا کی۔ پھر یہ سن کر کہ یا وہ تم میں اختلاف ڈال دے اور تمہیں ایک دوسرے سے تکلیف پہنچے تو حضورؐ نے فرمایا یہ بہت زیادہ ہلکا ہے۔ ابن مردویہ کی اس حدیث کے آخر میں حضرت جابرؓ کا یہ فرمان بھی مروی ہے کہ اگر اس آپس کی ناچاقی سے بھی پناہ مانگتے تو پناہ مل جاتی۔ مسند میں ہے' حضورؐ سے جب اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا' یہ تو ہونے والا ہی ہے۔ اب تک یہ ہوا نہیں۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذی سے غریب بتاتے ہیں۔

مسند احمد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آ رہے تھے۔ آپ مسجد بنی معاویہ میں گئے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ پڑھی۔ پھر آپ نے لمبی مناجات کی اور فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزیں طلب کیں ایک تو یہ کہ میری تمام امت کو ڈبوئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا فرمائی۔ پھر میں نے دعا کی کہ میری عام امت کو قحط سالی سے اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی۔ پھر میں نے دعا کی کہ ان میں آپس میں پھوٹ نہ پڑے۔ میری یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ صحیح مسلم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ مسند احمد میں ہے' حضرت عبداللہ بن عبداللہؓ فرماتے ہیں' ہمارے پاس عبداللہ بن عمرؓ بنی معاویہ کے محلے میں آئے اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو تمہاری اس مسجد میں رسول اللہ ﷺ نے نماز کس جگہ پڑھی؟ میں نے مسجد کے ایک کونے کو دکھا کر کہا یہاں۔ پھر پوچھا' جانتے ہو یہاں تین دعائیں حضورؐ نے کیا کیا کیں؟ میں نے کہا ایک تو یہ کہ آپ کی امت پر کوئی غیر مسلم طاقت اس طرح غالب نہ آ جائے کہ ان کو پیس ڈالے۔ دوسرے یہ کہ ان پر عام قحط سالی ایسی نہ آئے کہ یہ سب تباہ ہو جائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔ پھر تیسری دعا یہ کی کہ ان میں آپس میں لڑائیاں نہ ہوں لیکن یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ یہ سن کر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا' تم نے سچ کہا۔ یاد رکھو قیامت تک یہ آپس کی لڑائیاں چلی جائیں گی۔ ابن مردویہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام بنو معاویہ کے محلے میں گئے اور وہاں آٹھ رکعت نماز ادا کی' بڑی لمبی رکعت پڑھیں پھر میری طرف توجہ فرما کر فرمایا' میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں' اللہ پاک نے دو تو دیں اور ایک نہ دی۔ میں نے سوال کیا کہ میری امت پر ان کے دشمن اس طرح نہ چھا جائیں کہ انہیں برباد کر دیں اور ان سب کو ڈبویا نہ جائے۔ اللہ نے ان دونوں باتوں سے مجھے امن دیا۔ پھر میں نے آپس میں لڑائیاں نہ ہونے کی دعا کی لیکن اس سے مجھے منع کر دیا۔

ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں رسول مقبول ﷺ کے پاس آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ تشریف لے گئے۔ اب دریافت کرتا کرتا حضورؐ جہاں تھے وہیں پہنچا' دیکھا تو آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں بھی آپ کے پیچھے نماز میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے بڑی لمبی نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے کہا حضورؐ بڑی لمبی نماز تھی۔ پھر آپ نے اپنی ان تینوں دعاؤں کا ذکر کیا۔ نسائی وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں رسول اکرم ﷺ نے ضحیٰ کی نماز کی آٹھ رکعت پڑھیں اور حضرت انسؓ کے سوال پر اپنی دعاؤں کا ذکر کیا۔ اس میں عام قحط سالی کا ذکر ہے۔ نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ ساری رات نماز میں گزاری۔ صبح کے وقت سلام پھیرا تو حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے جو بدری صحابیؓ ہیں' پوچھا کہ ایسی طویل نماز میں تو میں نے آپؐ کو کبھی نہیں دیکھا آپ نے اس کے جواب میں وہی فرمایا جو اوپر مذکور ہوا۔ اس میں ایک دعا یہ ہے کہ اگلی امتوں پر جو عام عذاب آئے وہ میری امت پر عام طور پر نہ آئیں۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضورؐ نے نماز پڑھی جس کے رکوع وسجود پورے تھے اور نماز ہلکی تھی پھر سوال وجواب وہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ مسند احمد میں ہے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں' میرے لئے زمین لپیٹ دی گئی یہاں تک کہ میں نے مشرقین مغربین دیکھ لئے جہاں جہاں تک یہ زمین میری لئے لپیٹ دی گئی تھی وہاں وہاں تک میری امت کی بادشاہت پہنچے گی۔ مجھے دونوں خزانے دیئے گئے ہیں۔ سفید اور سرخ۔ میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ میری امت کو عام قحط سالی سے ہلاک نہ کر اور ان پر کوئی ان کے سوا ایسا دشمن مسلط نہ کر جو انہیں عام طور پر ہلاک کر دے یہاں تک کہ یہ خود آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں اور ایک دوسرے کو قید کرنے لگیں اور حضورؐ نے فرمایا میں اپنی امت پر کسی چیز سے نہیں ڈرتا بجز گمراہ کرنے والے اماموں کے۔ پھر جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو قیامت تک ان میں سے اٹھائی نہ جائے گی۔

ابن مردویہ میں ہے کہ جب آپ لوگوں میں نماز پڑھتے تو نماز ہلکی ہوتی - رکوع وسجود پورے ہوتے - ایک روز آپ بہت دیر تک بیٹھے رہے یہاں تک کہ ہم نے ایک دوسرے کو اشارے سے سمجھا دیا کہ شاید آپ پر وحی اتر رہی ہے - خاموشی سے بیٹھے رہو - جب آپ فارغ ہوئے تو بعض لوگوں نے کہا' حضور آج تو اس قدر زیادہ دیر تک آپ کے بیٹھے رہنے سے ہم نے یہ خیال کیا تھا اور آپس میں ایک دوسرے کو اشارے سے یہ سمجھایا تھا - آپ نے فرمایا' نہیں یہ بات تو نہ تھی بلکہ میں نے یہ نماز بڑی رغبت ویکسوئی سے ادا کی تھی - میں نے اس میں تین چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے طلب کی تھیں جن میں سے دو تو اللہ تعالیٰ نے دے دیں اور ایک نہیں دی - میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ تمہیں عذاب نہ کرے جو تم سے پہلی قوموں کو کئے ہیں - اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کیا - میں نے پھر کہا' یا اللہ میری امت پر کوئی ایسا دشمن چھا نہ جائے جو ان کا صفایا کر دے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ مراد بھی پوری کر دی - پھر میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تم میں پھوٹ نہ ڈالے کہ ایک دوسرے کو ایذا پہنچائیں مگر اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول نہ فرمائی - مسند احمد کی حدیث میں ہے' میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے چار دعائیں کیں تو تین پوری ہوئیں اور ایک رد ہو گئی - چوتھی دعا اس میں یہ ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو جائے اور حدیث میں ہے دو چیزیں اللہ نے دیں' دو نہ دیں - آسمان سے پتھروں کا سب پر برسانا موقوف کر دیا گیا - زمین کے پانی کے طوفان سے سب کا غرق ہو جانا موقوف کر دیا گیا لیکن قتل اور آپس کی لڑائی موقوف نہیں کی گئی (ابن مردویہ) ابن عباسؓ فرماتے ہیں' جب یہ آیت اتری تو آنحضرت ﷺ وضو کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری امت پر نہ تو ان کے اوپر سے عذاب اتار نہ نیچے سے انہیں عذاب چکھا اور نہ ان میں تفرقہ ڈال کہ ایک دوسرے کو مصیبت پہنچائے - اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام اترے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو اس سے پناہ دے دی کہ ان کے اوپر سے یا ان کے نیچے سے ان پر عام عذاب اتارا جائے (ابن مردویہ)

ابن ابی کعبؓ سے مروی ہے کہ دو چیزیں اس امت سے ہٹ گئیں اور دو رہ گئیں - اوپر کا عذاب یعنی پتھراؤ اور نیچے کا عذاب یعنی زمین کا دھنساؤ ہٹ گیا اور آپس کی پھوٹ اور ایک کا ایک کو ایذائیں پہنچانا رہ گیا - آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں چار چیزوں کا ذکر ہے جن میں سے دو تو حضورؐ کی وفات کے پچیس سال بعد ہی شروع ہو گئیں یعنی پھوٹ اور آپس کی دشمنی - دو باقی رہ گئیں' وہ بھی ضرور ہی آنے والی ہیں یعنی رجم اور خسف' آسمان سے سنگباری اور زمین میں دھنسایا جانا (احمد) حضرت حسنؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں' گناہ سے لوگ بچے ہوئے تھے - عذاب رکے ہوئے تھے جب گناہ شروع ہوئے' عذاب اتر پڑے - حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ با آواز بلند مجلس میں یا منبر پر فرماتے تھے' لوگو تم پر آیت قل ھو القادر اتر چکی ہے - اگر آسمانی عذاب آ جائے' ایک بھی باقی نہ بچے' اگر تمہیں وہ زمین میں دھنسا دے تو تم سب ہلاک ہو جاؤ اور تم میں سے ایک بھی نہ بچے لیکن تم پر آپس کی پھوٹ کا تیسرا عذاب آ چکا ہے - ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اوپر کا عذاب برے امام اور بد بادشاہ ہیں نیچے کا عذاب بد باطن غلام اور بد دیانت نوکر چاکر ہیں - یہ قول بھی گو صحیح ہو سکتا ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ ظاہر اور قوی ہے - اس کی شہادت میں آیت ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ الخ پیش ہو سکتی ہے -

ایک حدیث میں ہے' میری امت میں سنگ باری اور زمین میں دھنس جانا اور صورت بدل جانا ہوگا - اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں جو قیامت کے قرب کی علامتوں کے بیان میں اس کے موقعہ پر جا بجا آئیں گی - ان شاء اللہ تعالیٰ - آپس کی پھوٹ سے مراد فرقہ بندی ہے' خواہشوں کو پیشوا بنانا ہے - ایک حدیث میں ہے' یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی - سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے - ایک دوسرے کی تکلیف کا مزہ چکھے' اس سے مراد سزا اور قتل ہے - دیکھ لے کہ ہم کس طرح اپنی آیتیں وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہے ہیں - تا کہ لوگ غور

وتدبیر کریں، سوچیں سمجھیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! میرے بعد کافر بن کر نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسروں کی گردنوں پر تلواریں چلانے لگو۔ اس پر لوگوں نے کہا حضورؐ کیا ہم اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کو مانتے ہوئے ایسا کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں ہاں یہی ہوگا۔ کسی نے کہا، ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم مسلمان رہتے ہوئے مسلمانوں ہی کو قتل کریں۔ اس پر آیت کا آخری حصہ اور اس کے بعد کی آیت و کذب بہ الخ اتری (ابن ابی حاتم اور ابن جریر)

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶۶
لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۶۷ وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ
يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ
غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ
الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۶۸ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ
شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۶۹

تیری قوم نے اس قرآن کو جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے، کہہ دے کہ میں تم پر کچھ محافظ نہیں ○ ہر خبر کے لئے ایک معین وقت مقرر ہے ○ تم عنقریب جان لوگے۔ تو جب انہیں دیکھ جو ہماری آیتوں کا مضحکہ اڑاتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لیا کر یہاں تک کہ وہ اس کے سوا کسی اور بحث کو شروع کریں، اور اگر کبھی شیطان تجھے بھلادے تو خبردار یاد آجانے کے بعد ہرگز ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھنا ○ ان کے حساب میں سے کوئی چیز پرہیزگاری کرنے والوں پر نہیں۔ ہاں ان کے ذمہ نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ لوگ پرہیزگاری اختیار کرلیں ○

غلط تاویلیں کرنے والوں سے نہ ملو: ☆☆ (آیت: ۶۶-۶۹) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس قرآن کو اور جس ہدایت و بیان کو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لایا ہے اور جسے تیری قوم قریش جھٹلا رہی ہے حقیقتاً وہ سراسر حق ہے بلکہ اس کے سوا اور کوئی حق ہے ہی نہیں۔ ان سے کہہ دیجئے میں نہ تو تمہارا محافظ ہوں نہ تم پر وکیل ہوں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہدے کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے۔ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے نہ مانے۔ یعنی مجھ پر صرف تبلیغ کرنا فرض ہے۔ تمہارے ذمہ سننا اور ماننا ہے۔ ماننے والے دنیا اور آخرت میں نیکی پائیں گے اور نہ ماننے والے دونوں جہان میں بدنصیب رہیں گے۔ ہر خبر کی حقیقت ہے۔ وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ اس کا وقت مقرر ہے۔ تمہیں عنقریب حقیقت حال معلوم ہو جائے گی، واقعہ کا انکشاف ہو جائے گا اور جان لوگے۔

پھر فرمایا، جب تو انہیں دیکھے جو میری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں تو تو ان سے منہ پھیر لے اور جب تک وہ اپنی شیطنیت سے باز نہ آجائیں تو ان کے ساتھ نہ اٹھو نہ بیٹھو۔ اس آیت میں گو فرمان حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن حکم عام ہے۔ آپ کی امت کے ہر شخص پر حرام ہے کہ وہ ایسی مجلس میں یا ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھے جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہوں۔ ان کے معنی الٹ پلٹ کرتے ہوں اور ان کی بے جا تاویلیں کرتے ہوں۔ اگر بالفرض کوئی شخص بھولے سے ان میں بیٹھ بھی جائے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالموں کے پاس بیٹھنا ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو خطا اور بھول سے درگذر فرمالیا ہے اور ان کاموں سے بھی جو ان سے زبردستی مجبور کر کے کرائے جائیں۔ اس آیت کے اسی حکم کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ

فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ الخ یعنی تم پر اس کتاب میں یہ فرمان نازل ہو چکا ہے کہ جب اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر اور مذاق ہوتا ہوا سنو تو ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور اگر تم نے ایسا کیا تو تم بھی اس صورت میں ان جیسے ہی ہو جاؤ گے۔ ہاں جب وہ اور باتوں میں مشغول ہوں تو خیر۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کے ساتھ بیٹھے اور ان کی باتوں کو برداشت کر لیا تو تم بھی ان کی طرح ہی ہو۔

پھر فرمان ہے کہ جو لوگ ان سے دوری کریں ان کے ساتھ شریک نہ ہوں ان کی ایسی مجلسوں سے الگ رہیں وہ بری الذمہ ہیں۔ ان پر ان کا کوئی گناہ نہیں۔ ان کی اس بدکرداری کا کوئی بوجھ ان کے سر نہیں۔ دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگرچہ ان کے ساتھ بیٹھیں لیکن جبکہ ان کے کام میں اور ان کے خیال میں ان کی شرکت نہیں تو یہ بے گناہ ہیں لیکن یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حکم سورۂ نساء مدنی کی آیت اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ سے منسوخ ہے۔ ان مفسرین کی اس تفسیر کے مطابق آیت کے آخری جملے کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے تمہیں ان سے الگ رہنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ انہیں عبرت حاصل ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے گناہ سے باز آ جائیں اور ایسا نہ کریں۔

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۷۰ ع ۱۰/۱۴

انہیں چھوڑ دے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور جنہیں زندگانی دنیا نے مغرور کر دیا ہے۔ اس قرآن کے ساتھ نصیحت کر دے تا کہ کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک نہ کیا جائے سوائے اللہ کے کسی کا نہ کوئی دوست ہے نہ سفارشی گو کوئی سب کچھ بدلے میں دینا چاہے لیکن اس سے لیا نہ جائے گا۔ یہی ہیں جو اپنے کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے ہلاک کیے گئے انہیں گرم گرم پانی پینے کو ملے گا اور ان کے کفر کی وجہ سے انہیں دردناک عذاب ہوں گے ○

(آیت: ۷۰) یعنی بے دینوں سے منہ پھیر لو۔ ان کا انجام نہایت برا ہے۔ اس قرآن کو پڑھ کر سنا کر لوگوں کو ہوشیار کر دو۔ اللہ کی ناراضگی سے اور اس کے عذابوں سے انہیں ڈرا دو تا کہ کوئی شخص اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہو۔ پکڑا نہ جائے۔ رسوا نہ کیا جائے۔ اپنے مطلوب سے محروم نہ رہ جائے جیسے فرمان ہے كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ الخ ہر شخص اپنے اعمال کا گروی ہوا ہے مگر وہ اپنے ہاتھ والے۔ یاد رکھو کسی کا کوئی والی اور سفارشی نہیں جیسے ارشاد فرمایا۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ الخ اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید فروخت ہے نہ دوستی اور محبت نہ سفارش اور شفاعت۔ کافر پورے ظالم ہیں۔ اگر یہ لوگ قیامت کے دن تمام دنیا کی چیزیں فدیئے یا بدلے میں دے دینا چاہیں تو بھی ان سے نہ فدیہ لیا جائے گا نہ بدلہ۔ کسی چیز کے بدلے وہ عذابوں سے نجات نہیں پا سکتے۔ جیسے فرمان ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ الخ جو لوگ کفر پر جئے اور کفر پر ہی مرے یہ اگر زمین بھر کر سونا بھی دیں تو ناممکن ہے کہ قبول کیا جائے اور انہیں چھوڑا جائے۔ پس فرما دیا گیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے رسوا کر دیئے گئے۔ انہیں گرم کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور انہیں سخت المناک عذاب ہوں گے کیونکہ یہ کافر تھے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

کہہ دے کہ کیا ہم اللہ کے سوا انہیں پکاریں جو نہ ہمیں کوئی نفع دے سکیں نہ کوئی نقصان پہنچا سکیں؟ اور کیا ہم اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی' اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جائیں؟ مثل اس شخص کے جسے شیطان راہ بھلا دے اور وہ سرگشتہ و پریشان رہ جائے۔ اس کے ساتھی اسے راہ راست کی طرف بلائیں اور کہیں کہ ہمارے ساتھ آ جا' تو کہہ دے کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے' ہمیں یہ فرمان ہوا ہے کہ ہم رب العالمین کے فرمانبردار بن جائیں ○

اسلام کے سوا سب راستوں کی منزل جہنم ہے: ☆☆ (آیت: ۷۱) مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ ہمارے دین میں آ جاؤ اور اسلام چھوڑ دو۔ اس پر یہ آیت اتری کہ کیا ہم بھی تمہاری طرح بے جان و بے نفع و نقصان معبودوں کو پوجنے لگیں؟ اور جس کفر سے ہٹ گئے ہیں' کیا پھر لوٹ کر اسی پر آ جائیں؟ اور تم جیسے ہی ہو جائیں؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اب تو ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ صحیح راہ مل گئی۔ اب اسے کیسے چھوڑ دیں؟ اگر ہم ایسا کر لیں تو ہماری مثال اس شخص جیسی ہو گی جو لوگوں کے سیدھے راستے پر جا رہا تھا مگر راستہ گم ہو گیا۔ شیطان نے اسے پریشان کر دیا اور ادھر ادھر بھٹکانے لگا۔ اس کے ساتھ جو راستے پر تھے' وہ اسے پکارنے لگے کہ ہمارے ساتھ مل جا۔ ہم صحیح راستے پر جا رہے ہیں۔ یہی مثال اس شخص کی ہے جو آنحضرت ﷺ کو جان اور پہچان کے بعد مشرکوں کا ساتھ دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پکارنے والے ہیں اور اسلام ہی سیدھا اور صحیح راستہ ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں' یہ مثال اللہ تعالیٰ نے معبودان باطل کی طرف بلا لینے والوں کی بیان فرمائی ہے اور ان کی بھی جو اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ ایک شخص راستہ بھولتا ہے' وہیں اس کے کان میں آواز آتی ہے کہ اے فلاں ادھر آ۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھی جس غلط راستے پر لگ گئے ہیں' وہ اسے تھپکتے ہیں اور کہتے ہیں یہی راستہ صحیح ہے۔ اس پر چلا چل۔ اب اگر یہ سچے شخص کو مانے گا تو راہ راست لگ جائے گا ورنہ بھٹکتا پھرے گا۔ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے والے اس امید میں ہوتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں لیکن مرنے کے بعد انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کچھ نہ تھے۔ اس وقت بہت نادم ہوتے ہیں اور سوائے ہلاکت کے کوئی چیز انہیں دکھائی نہیں دیتی۔ یعنی جس طرح کسی جنگل میں گم شدہ انسان کو جنات اس کا نام لے کر آوازیں دے کر اسے غلط راستوں پر ڈال دیتے ہیں جہاں وہ مارا مارا پھرتا ہے اور بالآخر ہلاک اور تباہ ہو جاتا ہے' اسی طرح جھوٹے معبودوں کا پجاری بھی برباد ہو جاتا ہے۔ ہدایت کے بعد گمراہ ہونے والے کی یہی مثال ہے۔ جس راہ کی طرف شیطان اسے بلا رہے ہیں' وہ تو تباہی اور بربادی کی راہ ہے اور جس راہ کی طرف اللہ بلا رہا ہے اور اس کے نیک بندے جس راہ کو بچھا رہے ہیں' وہ ہدایت ہے گو وہ اپنے ساتھیوں کے مجمع میں سے نہ نکلے اور انہیں ہی راہ راست پر سمجھتا ہے اور وہ ساتھی بھی اپنے تئیں ہدایت یافتہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ قول آیت کے لفظوں کے مطابق نہیں کیونکہ آیت میں موجود ہے کہ وہ اسے ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ضلالت ہو؟ حیران پر زبر حال ہونے کی وجہ سے ہے۔ صحیح مطلب یہی ہے کہ اس کے ساتھی جو ہدایت پر ہیں' جب اسے غلط راہ پر دیکھتے ہیں تو اس کی خیر خواہی کے لئے پکار پکار کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جا۔ سیدھا راستہ یہی ہے لیکن یہ بدنصیب ان کی بات پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ توجہ تک نہیں کرتا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہدایت اللہ کے قبضے میں ہے۔ وہ جسے راہ دکھائے۔ اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۭ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾
وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ يَقُوْلُ
كُنْ فَيَكُوْنُ ڛ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

اور یہ کہ تم نمازوں کو پابندی سے ادا کرو اور اس سے ڈرتے رہو - وہی ہے جس کی طرف تمہارا سب کا حشر کیا جائے گا ○ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے' جب وہ فرماتا ہے ہو جا تو ہو جاتا ہے - اسی کا قول حق ہے اور اسی کا ملک ہے جس دن صور پھونکا جائے گا اللہ ہی کو پوشیدہ اور ظاہر کا علم ہے اور وہی حکمتوں والا اور خبر داری رکھنے والا ہے ○

(آیت: ۷۲-۷۳) چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ تو چاہے ان کی ہدایت پر حرص کرے لیکن جسے اللہ بھٹکا دے' اسے وہی راہ پر لا سکتا ہے ایسوں کا کوئی مددگار نہیں - ہم سب کو یہی حکم کیا گیا ہے کہ ہم خلوص سے ساری عبادتیں محض اسی وحدہ لاشریک لہ کے لئے کریں اور یہ بھی حکم ہے کہ نمازیں قائم رکھیں اور ہر حال میں اس سے ڈرتے رہیں - قیامت کے دن اسی کے سامنے حشر کیا جائے گا - سب وہیں جمع کئے جائیں گے - اسی نے آسمان وزمین کو عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے - وہی مالک اور مدبر ہے - قیامت کے دن فرمائے گا ہو جا تو ہو جائے گا - ایک لحہ بھی دیر نہ لگے گی - یوم کا زبر یا تو واتقوہ پر عطف ہونے کی وجہ سے ہے - یعنی اس دن سے ڈرو جس دن اللہ فرمائے گا اور ہو جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یوم کا زبر خلق السموات والارض پر عطف ہونے کی بنا پر ہو تو گویا ابتدا پیدائش کو بیان فرما کر پھر دوبارہ پیدائش کو بیان فرمایا - یہی زیادہ مناسب ہے - یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فعل مضمر ہو یعنی اذکر اور اسی وجہ سے یوم پر زبر آیا ہو - اس کے بعد کے دونوں جملے محلاً مجرور ہیں - پس یہ دونوں جملے بھی محلاً مجرور ہیں - ان میں پہلی صفت یہ ہے کہ اللہ کا قول حق ہے - رب کے فرمان سب کے سب سچ ہیں - تمام ملک کا وہی اکیلا مالک ہے - سب چیزیں اس کی ملکیت ہیں - یوم ینفخ میں یوم ممکن ہے کہ یوم یقول کا بدل ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وله الملك کا ظرف ہو - جیسے اور آیت میں ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ الخ آج کس کا ملک ہے؟ صرف اللہ اکیلے غالب کا اور جیسے اس آیت میں ارشاد ہوا ہے اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ یعنی ملک آج صرف رحمان کا ہے اور آج کا دن کفار پر بہت سخت ہے - اور بھی اس طرح کی اور اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں - بعض کہتے ہیں صور جمع ہے صورة کی جیسے سور شہر پناہ کو کہتے ہیں اور وہ جمع ہے سورۃ کی - لیکن صحیح یہ ہے کہ مراد صور سے قرن ہے جسے حضرت اسرافیلؑ پھونکیں گے - امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں - حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حضرت اسرافیلؑ صور کو اپنے منہ میں لئے ہوئے اپنی پیشانی جھکائے ہوئے حکم الٰہی کے منتظر ہیں -

مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابیؓ کے سوال پر حضورؐ نے فرمایا' صور ایک نرسنگھے جیسا ہے جو پھونکا جائے گا - طبرانی کی مطولات میں ہے' حضورؐ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش کے بعد صور کو پیدا کیا اور اسے حضرت اسرافیلؑ کو دیا - وہ اسے لئے ہوئے ہیں اور عرش کی طرف نگاہ جمائے ہوئے ہیں کہ کب حکم ہو اور میں اسے پھونک دوں - حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں' میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صور کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایک نرسنگھا ہے - میں نے کہا وہ کیسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' بہت ہی بڑا ہے - واللہ اس کے دائرے کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے - اس میں سے تین نفخے پھونکے جائیں گے - پہلا گھبراہٹ کا - دوسرا بیہوشی کا' تیسرا رب العلمین کے

سامنے کھڑے ہونے کا - اول اول جناب باری حضرت اسرافیلؑ کو صور پھونکنے کا حکم دے گا - وہ پھونک دیں گے جس سے آسمان وزمین کی تمام مخلوق گھبرا اٹھے گی مگر جسے اللہ چاہے - یہ صور بحکم رب دیر تک برابر پھونکا جائے گا - اسی طرف اشارہ اس آیت میں ہے وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّالَهَا مِنْ فَوَاقٍ یعنی انہیں صرف بلند زوردار چیخ کا انتظار ہے - پہاڑ اس صور سے مثل بادلوں کے چلنے پھرنے لگیں گے - پھر ریت ریت ہو جائیں گے - زمین میں بھونچال آ جائے گا اور وہ اس طرح تھرتھرانے لگے گی جیسے کوئی کشتی دریا کے بیچ زبردست طوفان میں موجوں سے ادھر ادھر ہو رہی ہو اور غوطے کھا رہی ہو - مثل اس ہانڈی کے جو عرش میں لٹکی ہوئی ہے' جسے ہوائیں ہلا جلا رہی ہیں - اسی کا بیان اس آیت میں ہے يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ الخ اس دن زمین جنبش میں آ جائے گی اور بہت ہی ہلنے لگے گی - اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی آ جائے گی - دل دھڑکنے لگیں گے اور کلیجے الٹنے لگیں گے - لوگ ادھر ادھر گرنے لگیں گے - مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی - حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے - بچے بوڑھے ہو جائیں گے - شیاطین مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے بھاگتے بھاگتے زمین کے کناروں پر آ جائیں گے - یہاں سے فرشتے انہیں مار مار کر ہٹائیں گے - لوگ پریشان حال' حواس باختہ ہوں گے - کوئی جائے پناہ نظر نہ آئے گی - امر الٰہی سے بچاؤ نہ ہو سکے گا - ایک دوسرے کو آوازیں دیں گے - لیکن سب اپنی اپنی مصیبت میں پڑے ہوئے ہوں گے کہ ناگہاں زمین پھٹنی شروع ہو گی - کہیں ادھر سے پھٹی - کہیں ادھر سے پھٹی - اب تو ابتر حالت ہو جائے گی - کلیجہ کپکپانے لگے گا - دل الٹ جائے گا اور اتنا صدمہ اور غم ہو گا جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا - جو آسمان کی طرف نظر اٹھائیں گے تو دیکھیں گے کہ گھل رہا ہے اور وہ بھی پھٹ رہا ہے - ستارے جھڑ رہے ہیں - سورج چاند بے نور ہو گیا ہے - ہاں مردوں کو اس کا کچھ علم نہ ہو گا -

حضرت ابو ہریرہؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ قرآن کی آیت میں جو فرمایا گیا ہے فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ یعنی زمین و آسمان کے سب لوگ گھبرا اٹھیں گے لیکن جنہیں اللہ چاہے - اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' یہ شہید لوگ ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں - روزیاں پاتے ہیں اور سب زندہ لوگ گھبراہٹ میں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں پریشانی سے محفوظ رکھے گا - یہ تو عذاب ہے جو وہ اپنی بدترین مخلوق پر بھیجے گا - اسی کا بیان آیت يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ الخ میں ہے یعنی اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو - یاد رکھو قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے - جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر ایک دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی - ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا تو دیکھا جائے گا کہ سب لوگ بے ہوش ہوں گے حالانکہ وہ نشہ پیے ہوئے نہیں بلکہ اللہ کے سخت عذابوں نے انہیں بدحواس کر رکھا ہے - یہی حالت رہے گی جب تک اللہ چاہے - بہت دیر تک یہی گھبراہٹ کا عالم رہے گا - پھر اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت جبرئیلؑ کو بے ہوشی کے نفخے کا حکم دے گا - اس نفخہ کے پھونکتے ہی زمین و آسمان کی تمام مخلوق بے ہوش ہو جائیں گی مگر جسے اللہ چاہے اور اچانک سب کے سب مر جائیں گے - حضرت ملک الموت اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ اے باری تعالیٰ زمین و آسمان کی تمام مخلوق مر گئی مگر جسے تو نے چاہا - اللہ تعالیٰ باوجود علم کے سوال کرے گا کہ یہ بتاؤ اب باقی کون کون ہے؟ وہ جواب دیں گے' تو باقی ہے' تو حی و قیوم ہے' تجھ پر کبھی فنا نہیں اور عرش کے اٹھانے والے فرشتے اور جبرئیل و میکائیل اس وقت عرش کو زبان ملے گی - اور وہ کہے گا' پروردگار' کیا جبرئیلؑ و میکائیلؑ بھی مریں گے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' میں نے اپنے عرش سے نیچے والوں پر سب پر موت لکھ دی ہے چنانچہ یہ دونوں بھی فوت ہو جائیں گے پھر ملک الموت رب جبار و قہار کے پاس آئیں گے اور خبر دیں گے کہ جبرئیل و میکائیل بھی انتقال کر گئے -

جناب الٰہ علم کے باوجود پھر دریافت فرمائے گا کہ اب باقی کون ہے - ملک الموت جواب دیں گے کہ باقی ایک تو تو ہے - ایسی بقا والا

جس پر فنا ہے ہی نہیں اور تیرے عرش کے اٹھانے والے فرشتے بھی مر گئے - اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ اب باقی کون رہا؟ ملک الموت جواب دیں گے کہ ایک تو جس پر موت ہے ہی نہیں اور ایک تیرا غلام میں - اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا' تو بھی میری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے - تجھے میں نے ایک کام کے لئے پیدا کیا تھا جسے تو کر چکا - اب تو بھی مر جا چنانچہ وہ بھی مر جائیں گے - اب اللہ تعالیٰ اکیلا باقی رہ جائیگا جو غلبہ والا' یگانگت والا' بے ماں باپ اور بے اولاد کے ہے - جس طرح مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے وہ یکتا اور اکیلا تھا - پھر آسمانوں اور زمینوں کو وہ اس طرح لپیٹ لے گا جیسے دفتری کاغذ کو لپیٹتا ہے - پھر انہیں تین مرتبہ الٹ پلٹ کرے گا اور فرمائے گا میں جبار ہوں - میں کبریائی والا ہوں - پھر تین مرتبہ فرمائے گا' آج ملک کا مالک کون ہے؟ کوئی نہ ہوگا جو جواب دے تو خود ہی جواب دے گا اللہ واحد وقہار - قرآن میں ہے اس دن آسمان وزمین بدل دیئے جائیں گے - اللہ تعالیٰ انہیں پھیلا دے گا اور کھینچ دے گا جس طرح چمڑا کھینچا جاتا ہے - کہیں کوئی اونچ نیچ باقی نہ رہے گی - پھر ایک الٰہی آواز کے ساتھ ہی ساری مخلوق اس تبدیل شدہ زمین میں آجائے گی - اندر والے اندر اور اوپر والے اوپر - پھر اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سے اس پر بارش برسائے گا - پھر آسمان کو حکم ہوگا اور وہ چالیس دن تک مینہ برسائے گا یہاں تک کہ پانی ان کے اوپر بارہ ہاتھ چڑھ جائے گا - پھر جسموں کو حکم ہوگا کہ وہ اگیں اور وہ اس طرح اگنے لگیں گے جیسے سبزیاں اور ترکاریاں - اور وہ پورے پورے کامل جسم جیسے تھے ویسے ہی ہو جائیں گے - پھر حکم فرمائے گا کہ میرے عرش کے اٹھانے والے فرشتے جی اٹھیں - چنانچہ وہ زندہ ہو جائیں گے - پھر اسرافیل کو حکم ہوگا کہ صور لے کر منہ سے لگالیں -

پھر فرمان ہوگا کہ جبرئیلؑ ومیکائیل زندہ ہو جائیں - یہ دونوں بھی اٹھیں گے - پھر اللہ تعالیٰ روحوں کو بلائے گا - مومنوں کی نورانی ارواح اور کفار کی ظلماتی روحیں آئیں گی - انہیں لے کر اللہ تعالیٰ صور میں ڈال دے گا - پھر اسرافیل کو حکم ہوگا کہ اب صور پھونک دو چنانچہ بعث کا صور پھونکا جائے گا جس سے ارواح اس طرح نکلیں گی جیسے شہد کی مکھیاں - تمام خلا ان سے بھر جائے گا - پھر رب عالم کا ارشاد ہوگا کہ مجھے اپنی عزت وجلالت کی قسم ہے' ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے - چنانچہ سب روحیں اپنے اپنے جسموں میں نتھنوں کے راستے چلی جائیں گی اور جس طرح زہر رگ وپے میں اثر کر جاتا ہے' روح روئیں روئیں میں دوڑ جائے گی - پھر زمین پھٹ جائے گی اور لوگ اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے - سب سے پہلے میرے اوپر سے زمین شق ہوگی - لوگ نکل کر دوڑتے ہوئے اپنے رب کی طرف چل دیں گے - اس وقت کافر کہیں گے کہ آج کا دن بڑا بھاری ہے - سب ننگے پیروں' ننگے بدن' بے ختنہ ہوں گے - ایک میدان میں بقدر ستر سال کے کھڑے رہیں گے - نہ ان کی طرف نگاہ اٹھائی جائے گی نہ ان کے درمیان فیصلے کئے جائیں گے - لوگ بے طرح گریہ وزاری میں مبتلا ہوں گے یہاں تک کہ آنسو ختم ہو جائیں گے اور خون آنکھوں سے نکلنے لگے گا - پسینہ اس قدر آئے گا کہ منہ تک یا ٹھوڑیوں تک اس میں ڈوبے ہوئے ہوں گے - آپس میں کہیں گے' آؤ کسی سے کہیں کہ وہ ہماری شفاعت کرے - ہمارے پروردگار سے عرض کرے کہ وہ آئے اور ہمارے فیصلے کرے تو کہیں گے کہ اس کے لائق ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے بہتر کون ہوگا؟ جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا' اپنی روح ان میں پھونکی اور آمنے سامنے ان سے باتیں کیں - چنانچہ سب مل کر آپ کے پاس جائیں گے اور سفارش طلب کریں گے لیکن حضرت آدم علیہ السلام صاف انکار کر جائیں گے - حضورؐ فرماتے ہیں پھر سب کے سب میرے پاس آئیں گے - میں عرش کے آگے جاؤں گا اور سجدے میں گر پڑوں گا - اللہ تعالیٰ میرے پاس فرشتہ بھیجے گا - وہ میرا بازو تھام کر مجھے سجدے سے اٹھائے گا - اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اے محمد (ﷺ) میں جواب دوں گا کہ ہاں اے میرے رب - اللہ عزوجل باوجود عالم کل ہونے کے مجھ سے دریافت فرمائے گا کہ کیا بات ہے؟ میں کہوں گا' یا اللہ تو نے

مجھ سے شفاعت کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے - اپنی مخلوق کے بارے میں میری شفاعت کو قبول فرما اور ان کے فیصلوں کے لئے تشریف لے آ -
رب العالمین فرمائے گا' میں نے تیری سفارش قبول کی اور میں آ کر تم میں فیصلے کئے دیتا ہوں - میں لوٹ کر لوگوں کے ساتھ ٹھہر جاؤں گا کہ ناگہاں آسمانوں سے ایک بہت بڑا دھماکہ سنائی دے گا جس سے لوگ خوف زدہ ہو جائیں گے - اتنے میں آسمان کے فرشتے اترنے شروع ہوں گے جن کی تعداد کل انسانوں اور سارے جنوں کے برابر ہوگی - جب وہ زمین کے قریب پہنچیں گے تو ان کے نور سے زمین جگمگا اٹھے گی - وہ صفیں باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے - ہم سب ان سے دریافت کریں گے کہ کیا تم میں ہمارا رب آیا ہے؟ وہ جواب دیں گے نہیں - پھر اس تعداد سے بھی زیادہ تعداد میں اور فرشتے آئیں گے - آخر ہمارا رب عزوجل ابر کے سائے میں نزول فرمائے گا اور فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوں گے - اس کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے - اس وقت عرش کے اٹھانے والے چار فرشتے ہیں - ان کے قدم آخری نیچے والی زمین کی تہ میں ہیں - زمین و آسمان ان کے نصف جسم کے مقابلے میں ہے ان کے کندھوں پر عرش الٰہی ہے - ان کی زبانیں ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاکیزگی کے بیان میں تر ہیں - ان کی تسبیح یہ ہے سبحان ذی العرش و الجبروت سبحان ذی الملك و الملكوت سبحان الحی الذی لایموت سبحان الذی یمیت الخلائق ولا یموت سبوح قدوس قدوس قدوس سبحان ربنا الا علی رب الملائكة و الروح سبحان ربنا الا علی الذی یمیت الخلائق و لا یموت پھر اللہ جس جگہ چاہے گا' اپنی کرسی زمین پر رکھے گا اور بلند آواز سے فرمائے گا' اے جنو اور انسانو! میں نے تمہیں جس دن سے پیدا کیا تھا' اس دن سے آج تک میں خاموش رہا - تمہاری باتیں سنتا رہا - تمہارے اعمال دیکھتا رہا - سنو تمہارے اعمال نامے میرے سامنے پڑھے جائیں گے - جو اس میں بھلائی پائے' وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس میں اور کچھ پائے وہ اپنی جان کو ملامت کرے -

پھر بحکم الٰہ جہنم میں سے ایک دہکتی ہوئی گردن نکلے گی - اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدمؑ کی اولاد کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی پوجا نہ کرنا - وہ تمہارا کھلا دشمن ہے؟ اور صرف میری ہی عبادت کرتے رہنا - یہی سیدھی راہ ہے - شیطان نے تو بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا ہے کیا تمہیں عقل نہیں؟ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے اور جسے تم جھٹلاتے رہے - اے گنہگارو! آج تم نیک بندوں سے الگ ہو جاؤ - اس فرمان کے ساتھ ہی بدلوگ نیکوں سے الگ ہو جائیں گے - تمام امتیں گھٹنوں کے بل گر پڑیں گی جیسے قرآن کریم میں ہے کہ تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گرے ہوئے دیکھے گا - ہر امت اپنے نامہ اعمال کی طرف بلائی جائے گی - پھر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں فیصلے کرے گا - پہلے جانوروں میں فیصلے ہوں گے یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا - جب کسی کا کسی کے ذمہ کوئی دعویٰ باقی نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا' تم سب مٹی ہو جاؤ - اس فرمان کے ساتھ ہی تمام جانور مٹی بن جائیں گے - اس وقت کافر بھی یہی آرزو کریں گے کہ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے -

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے شروع کرے گا - سب سے پہلے قتل وخون کا فیصلہ ہوگا - اللہ تعالیٰ اپنی راہ کے شہیدوں کو بھی بلائے گا - ان کے ہاتھوں سے قتل شدہ لوگ اپنا سر اٹھائے ہوئے حاضر ہوں گے - رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا - کہیں گے کہ باری تعالیٰ دریافت فرما کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ پس باوجود علم کے اللہ عزوجل مجاہدین سے پوچھے گا کہ تم نے انہیں کیوں قتل کیا؟ وہ جواب دیں گے اس لئے کہ تیری بات بلند ہو اور تیری عزت ہو - اللہ تعالیٰ فرمائے گا' تم سچے ہو' اسی وقت ان کا چہرہ نورانی ہو جائے گا' سورج کی طرح چمکنے لگے گا اور فرشتے انہیں اپنے جھرمٹ میں لے کر جنت کی طرف چلیں گے - پھر باقی کے اور تمام قاتل ومقتول اسی طرح پیش ہوں گے اور جو نفس ظلم سے قتل کیا گیا ہے' اس کا بدلہ ظالم قاتل سے دلوایا جائے گا - اس طرح ہر مظلوم کو ظالم سے بدلہ دلوایا جائے گا یہاں تک کہ جو شخص دودھ

میں پانی ملا کر بیچتا تھا' اسے فرمایا جائے گا کہ اپنے دودھ سے پانی جدا کر دے۔ ان فیصلوں کے بعد ایک منادی با آواز بلند ندا کرے گا جسے سب سنیں گے' ہر عابد اپنے معبود کے پیچھے ہو لے اور اللہ کے سوا جس نے کسی اور کی عبادت کی ہے' وہ جہنم میں چل دے۔ سنو اگر یہ سچے معبود ہوتے تو جہنم میں وارد نہ ہوتے۔ یہ سب تو جہنم میں ہی ہمیشہ رہیں گے۔ اب صرف باایمان لوگ باقی رہیں گے۔ ان میں منافقین بھی شامل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پاس جس ہیئت میں چاہے تشریف لائے گا اور ان سے فرمائے گا کہ سب اپنے معبودوں کے پیچھے چلے گئے۔ تم بھی جس کی عبادت کرتے تھے اس کے پاس چلے جاؤ۔ یہ جواب دیں گے کہ واللہ ہمارا تو کوئی معبود نہیں بجز الہ العالمین کے۔ ہم نے کسی اور کی عبادت نہیں کی۔ اب ان کے لئے پنڈلی کھول دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی عظمت کی تجلیاں ان پر ڈالے گا جس سے یہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں گے اور سجدے میں گر پڑے گے لیکن منافق سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ یہ اوندھے اور الٹے ہو جائیں گے اور اپنی کمر کے بل گر پڑیں گے۔ ان کی پیٹھ سیدھی کر دی جائے گی۔ مڑ نہیں سکیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو سجدے سے اٹھنے کا حکم دے گا اور جہنم پر پل صراط رکھی جائے گی جو تلوار جیسی تیز دھار والی ہو گی اور جگہ جگہ آنکڑے اور کانٹے ہوں گے۔ بڑی پھسلنی اور خطرناک ہو گی۔ ایماندار تو اس پر سے اتنی سی دیر میں گزر جائیں گے جتنی دیر میں کوئی آنکھ بند کر کے کھول دے جس طرح بجلی گزر جاتی ہے اور جیسے ہوا تیزی سے چلتی ہے۔ یا جیسے تیز رو گھوڑے یا اونٹ ہوتے ہیں یا خوب بھاگنے والے آدمی ہوتے ہیں۔ بعض صحیح سالم گزر جائیں گے۔ بعض زخمی ہو کر پار اتر جائیں گے بعض کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے۔ جنتی لوگ جب جنت کے پاس پہنچیں گے تو کہیں گے کون ہمارے رب سے ہماری سفارش کرے کہ ہم جنت میں چلے جائیں؟ دوسرے لوگ جواب دیں گے اس کے حقدار تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ اور کون ہوں گے جنہیں رب ذوالکرم نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح ان میں پھونکی اور آمنے سامنے باتیں کیں۔

پس سب لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور آپ سے سفارش کرانی چاہیں گے لیکن اپنا گناہ یاد کر کے جواب دیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ کے پہلے رسول ہیں۔ لوگ حضرت نوحؑ کے پاس آ کر یہ درخواست کریں گے لیکن وہ بھی اپنے گناہ کو یاد کر کے یہی فرمائیں گے اور کہیں گے کہ تم سب حضرت ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ وہ خلیل اللہ ہیں۔ لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور یہی کہیں گے۔ آپ بھی اپنے گناہ کو یاد کر کے یہی جواب دیں گے اور حضرت موسیٰؑ کے پاس جانے کی ہدایت کریں گے کہ اللہ نے انہیں سرگوشیاں کرتے ہوئے نزدیک کیا تھا۔ وہ کلیم اللہ ہیں۔ ان پر توراۃ نازل فرمائی گئی تھی۔ لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور آپ سے طلب سفارش کریں گے آپ بھی اپنے گناہ کا ذکر کریں گے اور روح اللہ اور کلمتہ اللہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کے پاس بھیجیں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے' میں اس قابل نہیں۔ تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔

حضورؐ فرماتے ہیں' پس سب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں اللہ کے سامنے تین شفاعتیں کروں گا۔ میں جاؤں گا۔ جنت کے پاس پہنچ کر دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا تو مجھے مرحبا کہا جائے گا اور خوش آمدید کہا جائے گا۔ میں جنت میں جا کر اپنے رب کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑوں گا اور وہ حمد و ثنا جناب باری کی بیان کروں گا جو کسی نے نہ کی ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد (ﷺ) اپنا سر اٹھاؤ۔ شفاعت کرو۔ قبول کی جائے گی۔ مانگو ملے گا۔ میں سر اٹھاؤں گا' اللہ تعالیٰ تو دلوں کے بھید بھی جانتا ہے تاہم وہ دریافت فرمائے گا کہ کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں کہوں گا اے اللہ تو نے میری شفاعت کے قبول فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ میری شفاعت ان جنتیوں کے بارے میں قبول فرمائے گا اور انہیں جنت کے داخلے کی اجازت ہو جائے گی۔ واللہ جیسے تم اپنے گھر سے اپنے بال بچوں سے آگاہ ہو' اس سے بہت زیادہ یہ جنتی اپنی جگہ اور اپنی بیویوں سے واقف ہوں گے۔ ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ جائے گا۔ ستر ستر حوریں اور دو دو عورتیں ملیں گی۔ یہ

دونوں عورتیں اپنی کی ہوئی نیکیوں کے سبب پر فضیلت چہروں کی مالک ہوں گی۔ جنتی ان میں سے ایک کے پاس جائے گا جو یاقوت کے بالاخانے میں سونے کے جڑاؤ تخت پر ستر ریشمی حلے پہنے ہوئے ہوگی۔ اس کا جسم اس قدر نورانی ہوگا کہ ایک طرف اگر جنتی اپنا ہاتھ رکھے تو دوسری طرف سے نظر آئے گا۔ اس کی صفائی کی وجہ سے اس کی پنڈلی کا گودا گوشت پوست میں نظر آ رہا ہوگا اس کا دل اس کا آئینہ ہوگا۔ نہ یہ اس سے بس کرے نہ وہ اس سے اکتائے۔ جب کبھی اس کے پاس جائے گا' باکرہ پائے گا۔ یہ نہ تھکے نہ اسے تکلیف ہو۔ نہ کوئی مکروہ چیز ہو۔ یہ اپنی اس مشغولی میں مزے میں لطف وراحت میں اللہ جانے کتنی مدت گزار دے گا جو ایک آواز آئے گی کہ مانا نہ تمہارا دل اس سے بھرتا ہے نہ ان کا دل تم سے بھرے گا۔ لیکن اللہ نے تمہارے لئے اور بیویاں بھی رکھی ہوئی ہیں۔ اب یہ اوروں کے پاس جائے گا جس کے پاس جائے گا بے ساختہ زبان سے یہی نکلے گا' اللہ کی قسم ساری جنت میں تم سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ مجھے تو جنت کی تمام چیزوں سے زیادہ تم سے محبت ہے۔ ہاں جنہیں ان کی بدعملیوں اور گناہوں نے تباہ کر رکھا ہے' وہ جہنم میں جائیں گے۔ اپنے اپنے اعمال کے مطابق آگ میں جلیں گے۔ بعض قدموں تک' بعض آدھی پنڈلی تک' بعض گھٹنے تک بعض آدھے بدن تک' بعض گردن تک۔ صرف چہرہ باقی رہ جائے گا کیونکہ صورت کا بگاڑنا اللہ نے آگ پر حرام کر دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے گناہگار دوزخیوں کی شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' جاؤ جنہیں پہچانو' انہیں نکال لاؤ۔ پھر یہ لوگ جہنم سے آزاد ہوں گے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ پھر تو شفاعت کی عام اجازت مل جائے گی۔ کل انبیاء اور شہداء شفاعت کریں گے۔ جناب باری کا ارشاد ہوگا کہ جس کے دل میں ایک دینار برابر بھی ایمان پاؤ اسے نکال لاؤ۔ پس یہ لوگ بھی آزاد ہوں گے اور ان میں سے بھی کوئی باقی نہ رہے گا۔ پھر فرمائے گا' انہیں بھی نکال لاؤ جس کے دل میں دو ثلث دینار کے برابر ایمان ہو۔ پھر فرمائے گا ایک ثلث والوں کو بھی۔ پھر ارشاد ہوگا چوتھائی دینار کے برابر والوں کو بھی۔

پھر فرمائے گا ایک قیراط کے برابر والوں کو بھی۔ پھر ارشاد ہوگا انہیں بھی جہنم سے نکال لاؤ جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ پس یہ سب بھی نکل آئیں گے اور ان میں سے ایک شخص بھی باقی نہ بچ گا۔ بلکہ جہنم میں ایک شخص بھی ایسا نہ رہ جائے گا جس نے خلوص کے ساتھ کوئی نیکی بھی اللہ کی فرمانبرداری کے ماتحت کی ہو۔ جتنے شفیع ہوں گے' سب سفارش کر لیں گے یہاں تک کہ ابلیس کو بھی امید بندھ جائے گی اور وہ بھی گردن اٹھا اٹھا کر دیکھے گا کہ شاید کوئی میری بھی شفاعت کرے کیونکہ وہ اللہ کی رحمت کا جوش دیکھ رہا ہوگا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین فرمائے گا کہ اب تو صرف میں ہی باقی رہ گیا اور میں تو سب سے زیادہ رحم وکرم کرنے والا ہوں۔ پس اپنا ہاتھ ڈال کر خود اللہ تبارک وتعالیٰ جہنم میں سے لوگوں کو نکالے گا جن کی تعداد سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ جلتے جھلتے ہوئے کوئلے کی طرح ہو گئے ہوں گے۔ انہیں نہر حیوان میں ڈالا جائے گا جہاں وہ اس طرح اگیں گے جس طرح دانہ اگتا ہے۔ جو کسی دریا کے کنارے بویا گیا ہو کہ اس کا دھوپ کا رخ تو سبز رہتا ہے اور سائے کا رخ زرد رہتا ہے۔ ان کی گردنوں پر تحریر ہوگا کہ وہ رحمان کے آزاد کردہ ہیں۔ اس تحریر سے انہیں دوسرے جنتی بھی پہچان لیں گے۔ ایک مدت تک تو یونہی رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ اے اللہ یہ حروف بھی مٹ جائیں۔ اللہ عزوجل یہ بھی مٹا دے گا۔ یہ حدیث اور آگے بھی ہے اور بہت ہی غریب ہے اور اس کے بعض حصوں کے شواہد متفرق احادیث میں ملتے ہیں۔ اس کے بعض الفاظ منکر ہیں۔ اسماعیل بن رافع قاضی اہل مدینہ اس کی روایت کے ساتھ منفرد ہیں۔ ان کو بعض محدثین نے تو ثقہ کہا ہے اور بعض نے ضعیف کہا ہے اور ان کی حدیث کی نسبت کئی ایک محدثین نے منکر ہونے کی صراحت کی ہے۔ جیسے امام احمدؒ امام ابو حاتمؒ امام عمرو بن علیؒ۔ بعض نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ متروک ہیں۔ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں' ان کی سب احادیث میں نظر ہے مگر ان کی حدیثیں ضعیف احادیث میں لکھنے کے قابل ہیں۔ میں نے اس حدیث کی سندوں میں جو اختلاف کئی وجوہ سے ہے' اسے علیحدہ ایک جزو میں

بیان کر دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا بیان بہت ہی غریب ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ بہت سی احادیث کو ملا کر ایک حدیث بنالی ہے۔ اسی وجہ سے اسے منکر کہا گیا ہے۔ میں نے اپنے استاد حافظ ابوالحاج مزی سے سنا ہے کہ انہوں نے امام ولید بن مسلمؒ کی ایک کتاب دیکھی ہے جس میں ان باتوں کے جو اس حدیث میں ہیں' شواہد بیان کئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ
اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾
فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ
اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ
هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ
مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا
رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْۗءٌ
مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٧٩﴾

جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو اللہ مانتا ہے؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی پر جانتا ہوں ○ اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک و مخلوق بطور دلیل کے دکھائے تھے کہ وہ یقین ہونے والوں میں سے ہو جائیں ○ پھر جب اس پر رات کی اندھیری آئی تو اس نے ایک تارا دیکھا کہنے لگا یہ میرا رب ہے جب وہ غائب ہو گیا کہنے لگا میں چھپ جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا ○ پھر چاند کو چمکتا ہوا دیکھ کر کہہ اٹھا کہ یہ میرا رب ہے۔ جب وہ بھی چھپ گیا تو کہنے لگا اگر میرے رب نے میری سچی رہبری نہ فرمائی تو میں تو گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا ○ پھر آفتاب کو روشن دیکھ کر کہنے لگا یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے۔ جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگا اے میری قوم کے لوگو میں تو تمہارے مقرر کردہ شریکوں سے بالکل بیزار ہوں ○ میں تو پابند توحید ہو کر اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں ○

ابراہیم علیہ السلام اور آزر میں مکالمہ : ☆☆ (آیت: ٧٤-٧٩) حضرت عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہم السلام کے والد کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا۔ آزر سے مراد بت ہے۔ آپ کی والدہ کا نام مثلے تھا۔ آپ کی بیوی صاحبہ کا نام سارہ تھا۔ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ کا نام ہاجرہ تھا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی سریہ تھیں۔ علماء نسب میں سے اوروں کا بھی قول ہے کہ آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔ مجاہد اور سدی فرماتے ہیں' آزر اس بت کا نام تھا جس کے پجاری اور خادم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس بت کے نام کی وجہ سے انہیں بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہو اور یہی نام مشہور ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم۔ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ آزر کا لفظ ان میں بطور عیب گیری کے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے معنی ہیں ٹیڑھے آدمی کے۔ لیکن اس کلام کی سند نہیں نہ امام صاحب نے اسے کسی سے نقل کیا ہے۔

سلیمانؒ کا قول ہے کہ اس کے معنی ٹیڑھے پن کے ہیں اور یہی سب سے سخت لفظ ہے جو خلیل اللہ کی زبان سے نکلا۔ ابن جریرؒ کا فرمان ہے کہ ٹھیک بات یہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام آزر تھا اور یہ جو عام تاریخ داں کہتے ہیں کہ ان کا نام تارخ تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے دونوں نام ہوں یا ایک تو نام ہو اور دوسرا لقب ہو۔ بات تو یہ ٹھیک اور نہایت قوی ہے۔ واللہ اعلم۔ آزر اور آزر دونوں قراتیں ہیں۔ پچھلی قرات یعنی راء کے زبر کے ساتھ تو جمہور کی ہے۔ پیش والی قرات میں ندا کی وجہ سے پیش ہے اور زبر والی قرات لِاَبِیْہِ سے بدل ہونے کی ہے اور ممکن ہے کہ عطف بیان ہو اور یہی زیادہ مشابہ ہے۔ یہ لفظ علمیت اور عجمیت کی بنا پر غیر منصرف ہے۔ بعض لوگ اسے صفت بتلاتے ہیں۔ اس بنا پر بھی یہ غیر منصرف رہے گا جیسے احمر اور اسود۔

بعض اسے اَتَتَّخِذُ کا معمول مان کر منصوب کہتے ہیں۔ گویا حضرت ابراہیم یوں فرماتے ہے کہ اے باپ' کیا آپ آزر بت کو معبود مانتے ہیں؟ لیکن یہ دور کی بات ہے۔ خلاف لغت ہے کیونکہ حرف استفہام کے بعد والا اپنے سے پہلے والے میں عامل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے لئے ابتداء کلام کا حق ہے۔ عربی کا یہ تو مشہور قاعدہ ہے۔ الغرض حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے باپ کو وعظ سنا رہے ہیں اور انہیں بت پرستی سے روک رہے ہیں لیکن وہ باز نہ آئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ تو نہایت بری بات ہے کہ تم ایک بت کے سامنے الحاج اور عاجزی کرو جو اللہ کا حق ہے۔ یقیناً اس مسلک کے لوگ سب کے سب بہکے ہوئے اور راہ بھٹکے ہوئے ہیں اور آیت میں ہے کہ صدیق نبی ابراہیم خلیلؑ نے اپنے والد سے فرمایا' ابا آپ ان کی پرستش کیوں کرتے ہیں جو نہ سنیں نہ دیکھیں نہ کچھ فائدہ پہنچائیں۔ ابا میں آپ کو وہ کھری بات سناتا ہوں جو اب تک آپ کے علم میں نہیں آئی تھی۔ آپ میری بات مان لیجئے۔ میں آپ کو صحیح راہ کی رہنمائی کروں گا۔ ابا شیطان کی عبادت سے ہٹ جایئے۔ وہ تو رحمان کا نافرمان ہے۔ ابا مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو آپ پر اللہ کا کوئی عذاب آ جائے اور آپ شیطان کے رفیق کار بن جائیں۔ باپ نے جواب دیا کہ ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے ناراض ہے؟ سن اگر تو اس سے باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ پس اب تو مجھ سے الگ ہو جا۔ آپ نے فرمایا' اچھا میرا اسلام لو۔ میں تو اب بھی اپنے پروردگار سے تمہاری معافی کی درخواست کروں گا۔ وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ میں تم سب کو اور تمہارے ان معبودوں کو جو اللہ کے سوا ہیں' چھوڑتا ہوں۔ اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوتا ہوں۔ ناممکن ہے کہ میں اس کی عبادت بھی کروں اور پھر بے نصیب اور خالی ہاتھ رہوں۔ چنانچہ حسب وعدہ خلیل اللہؑ اپنے والد کی زندگی تک استغفار کرتے رہے لیکن جبکہ مرتے ہوئے بھی وہ شرک سے باز نہ آئے تو آپ نے استغفار بند کر دیا اور بیزار ہو گئے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے حضرت ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا ایک وعدے کی بنا پر تھا۔ جب آپ پر یہ کھل گیا کہ وہ دشمن الہ ہے تو آپ اس سے بیزار اور بری ہو گئے۔ ابراہیمؑ بڑے ہی اللہ سے ڈرنے والے نرم دل' حلیم الطبع تھے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ آزر سے ملاقات کریں گے۔ آزر آپ کو دیکھ کر کہے گا بیٹا آج میں تیری کسی بات کی مخالفت نہ کروں گا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ اے اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ قیامت کے دن تو مجھے رسوا نہ کرے گا۔ اس سے زیادہ رسوائی کیا ہو گی کہ میرا باپ رحمت سے دور کر دیا جائے۔ آپ سے فرمایا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے کی طرف دیکھو۔ دیکھیں گے کہ ایک بجو کیچڑ میں لتھڑا کھڑا ہے۔ اس کے پاؤں پکڑے جائیں گے اور آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ مخلوق کو دیکھ کر خالق کی وحدانیت سمجھ میں آ جائے اس لئے ہم نے ابراہیمؑ کو آسمان و زمین کی مخلوق دکھادی جیسے اور آیت میں ہے اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور جگہ ہے افلم یروا الی مابین ایدھم الخ' یعنی لوگوں کو آسمان و زمین کی مخلوق پر عبرت کی نظریں ڈالنی چاہئیں۔ انہیں اپنے آگے پیچھے آسمان و زمین کو دیکھنا چاہئے۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں۔ اگر چاہیں آسمان کا ٹکڑا ان پر گرا دیں۔ رغبت و رجوع والے بندوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

مجاہدؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ آسمان حضرت ابراہیمؑ کے سامنے کھول دیئے گئے - عرش تک آپ کی نظریں پہنچیں - حجاب اٹھا دیئے گئے اور آپ نے سب کچھ دیکھا - بندوں کو گناہوں میں دیکھ کر ان کے لئے بددعا کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ سے زیادہ میں ان پر رحیم ہوں - بہت ممکن ہے کہ یہ توبہ کر لیں اور بداعمالیوں سے ہٹ جائیں - پس یہ دکھلانا موقوف کر دیا گیا ہے - ممکن ہے یہ کشف کے طور پر ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد معلوم کرانا اور حقائق سے متعارف کرا دینا ہو - چنانچہ مسند احمد اور ترمذی کی ایک حدیث میں حضورؐ کے خواب کا ذکر ہے کہ میرے پاس میرا رب بہت اچھی صورت میں آیا اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ اونچی جماعت کے فرشتے اس وقت کس بارے میں گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہتھیلی میرے دونوں بازوؤں کے درمیان رکھ دی یہاں تک کہ اس کی پوریوں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی - پھر تو تمام چیزیں میرے سامنے کھل گئیں اور میں نے اسے پہچان لیا و لیکون کا واؤ زائدہ ہے - جیسے وَلِتَسۡتَبِیۡنَ میں اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنی جگہ پر ہے یعنی اس لئے کہ وہ عالم اور یقین والے ہو جائیں - رات کے اندھیرے میں خلیل اللہ ستارے کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ یہ میرا رب ہے - جب وہ غروب ہو جاتا ہے تو آپ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ پروردگار نہیں کیونکہ رب دوام والا ہوتا ہے - وہ زوال اور انقلاب سے پاک ہوتا ہے - پھر جب چاند چڑھتا ہے تو یہی فرماتے ہیں - جب وہ بھی غروب ہو جاتا ہے تو اس سے بھی یکسوئی کر لیتے ہیں - پھر سورج کے طلوع ہونے پر اسے سب سے بڑا پا کر سب سے زیادہ روشن دیکھ کر یہی کہتے ہیں - جب وہ بھی ڈھل جاتا ہے تو اللہ کے سوا تمام معبودوں سے بیزار ہو جاتے ہیں - اور پکار اٹھتے ہیں کہ میں تو اپنی عبادت کے لئے اللہ کی ذات کو مخصوص کرتا ہوں جس نے ابتداء میں بغیر کسی نمونے کے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے - میں شرک سے ہٹ کر توحید کی طرف لوٹتا ہوں اور میں مشرکوں میں شامل رہنا نہیں چاہتا - مفسرین ان آیتوں کی بابت دو خیال ظاہر کرتے ہیں - ایک تو یہ کہ یہ بطور نظر اور غور و فکر کے تھا - دوسرے یہ کہ یہ سب بطور مناظرہ کے تھا - ابن عباسؓ سے دوسری بات ہی مروی ہے -

ابن جریر میں بھی اسی کو پسند کیا گیا ہے - اس کی دلیل میں آپ کا یہ قول لاتے ہیں کہ اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں گمراہ ہو جاتا - امام محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے ایک لمبا قصہ نقل کیا ہے جس میں ہے کہ نمرود بن کنعان بادشاہ سے یہ کہا گیا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جس کے ہاتھوں تیرا تخت تاراج ہوگا - تو اس نے حکم دے دیا تھا کہ اس سال میری مملکت میں جتنے بچے پیدا ہوں' سب قتل کر دیئے جائیں - حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے جب یہ سنا تو کچھ وقت قبل شہر کے باہر ایک غار میں چلی گئیں' وہیں حضرت خلیل اللہؑ پیدا ہوئے - تو جب آپ اس غار سے باہر نکلے تب آپ نے یہ سب فرمایا تھا جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے' بالکل صحیح بات یہ ہے کہ یہ گفتگو اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مناظرانہ تھی - اپنی قوم کی باطل پرستی کا احوال اللہ کو سمجھا رہے تھے - اول تو آپ نے اپنے والد کی خطا ظاہر کی کہ وہ زمین کے ان بتوں کی پوجا کرتے تھے جنہیں انہوں نے فرشتوں وغیرہ کی شکل پر بنا لیا تھا اور جنہیں وہ سفارشی سمجھ رہے تھے - یہ لوگ بزعم خود اپنے آپ کو اس قابل نہیں جانتے تھے کہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں - اس لئے بطور وسیلے کے فرشتوں کو پوجتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے بارہ میں کہہ سن کر ان کی روزی وغیرہ بڑھوا دیں اور ان کی حاجتیں پوری کرا دیں - پھر جن آسمانی چیزوں کو یہ پوجتے تھے ان میں ان کی خطا بیان کی - یہ ستارہ پرست بھی تھے - ساتوں ستاروں کو جو چلنے پھرنے والے ہیں' پوجتے تھے - چاند' عطارد' زہرہ' سورج' مریخ' مشتری' زحل - ان کے نزدیک سب سے زیادہ روشن سورج ہے' پھر چاند' پھر زہرہ' پس آپ نے ادنیٰ سے شروع کیا اور اعلیٰ تک لے گئے - پہلے تو زہرہ کی نسبت فرمایا کہ وہ پوجا کے قابل نہیں کیونکہ یہ دوسرے کے قابو میں ہیں - یہ مقررہ چال سے چلتا' مقررہ جگہ پر چلتا ہے' دائیں بائیں ذرا بھی کھسک نہیں سکتا - تو جبکہ وہ خود اپنے اوپر بھی قابو نہیں رکھتا' خود بھی آزاد نہیں تو تم پر یا دنیا پر اس کا کیا قبضہ ہوگا؟ اور کہاں

سے ہوگا؟ یہ تو خود اللہ کی ملکیت کی بے شمار چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔ اس میں روشنی بھی اللہ کی دی ہوئی ہے۔ یہ مشرق سے نکلتا ہے پھر چلتا پھرتا رہتا ہے اور ڈوب جاتا ہے۔

پھر دوسری رات اسی طرح ظاہر ہوتا ہے تو ایسی چیز معبود ہونے کی صلاحیت کیا رکھتی ہے؟ پھر اس سے زیادہ روشن چیز یعنی چاند کو دیکھتے ہیں اور اس کو بھی عبادت کے قابل نہ ہونا ظاہر فرما کر پھر سورج کو لیا اور اس کی مجبوری اور اس کی غلامی اور مسکینی کا اظہار کیا اور کہا کہ لوگو! میں تمہارے ان شرکاء سے ان کی عبادت سے ان کی عقیدت سے ان کی محبت سے دور ہوں۔ سنو اگر یہ سچے معبود ہیں اور کچھ قدرت رکھتے ہیں تو ان سب کو ملا لو اور جو تم سب سے ہو سکے میرے خلاف کر لو۔ میں تو اس اللہ کا عابد ہوں جو ان مصنوعات کا صانع جو ان مخلوقات کا خالق ہے جو ہر چیز کا مالک رب اور سچا معبود ہے جیسے قرآنی ارشاد ہے کہ تمہارا رب صرف وہی ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ پھر عرش پر مستوی ہو گیا۔ رات کو دن سے دن کو رات سے ڈھانپتا ہے۔ ایک دوسرے کے برابر پیچھے جا رہا ہے۔ سورج چاند اور تارے سب اس کے فرمان کے ماتحت ہیں۔ خلق و امر اسی کی ملکیت میں ہیں۔ وہ رب العالمین ہے۔ بڑی برکتوں والا ہے یہ تو بالکل ناممکن سا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہ سب فرمان بطور واقعہ کے ہوں اور حقیقت میں آپ اللہ کو پہچانتے ہی نہ ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ الخ یعنی ہم نے پہلے سے حضرت ابراہیم کو سیدھا راستہ دے دیا تھا اور ہم اس سے خوب واقف تھے جبکہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا یہ صورتیں کیا ہیں جن کی تم پرستش اور مجاورت کر رہے ہو؟ اور آیت میں ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ الخ ابراہیم تو بڑے خلوص والے اللہ کے سچے فرمانبردار تھے۔ وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ اللہ نے انہیں پسند فرما لیا تھا اور صراط مستقیم کی ہدایت دی تھی۔ دنیا کی بھلائیاں دی تھیں اور آخرت میں بھی انہیں صالح لوگوں میں ملا دیا تھا۔ اب ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں کہ ابراہیم حنیف کے دین کا تابعدار رہ۔ وہ مشرک نہ تھا۔

بخاری و مسلم میں ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو موحد پیدا کیا ہے۔ کتاب اللہ میں فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فطرت اللہ پر پیدا کیا ہے۔ اللہ کی خلق کی تبدیلی نہیں۔ اور آیت میں ہے تیرے رب نے آدم کی پیٹھ سے ان کی اولاد نکال کر انہیں ان کی جانوں پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے اقرار کیا کہ ہاں بے شک تو ہمارا رب ہے۔ پس یہی فطرت اللہ ہے جیسے کہ اس کا ثبوت عنقریب آئے گا ان شاء اللہ پس جبکہ تمام مخلوق کی پیدائش دین اسلام پر اللہ کی سچی توحید پر ہے تو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جن کی توحید اور اللہ پرستی کا ثناخواں خود کلام رحمان ہے ان کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ آپ اللہ جل شانہ سے آگاہ نہ تھے اور کبھی تارے کو اور کبھی چاند سورج کو اپنا اللہ سمجھ رہے تھے۔ نہیں نہیں آپ کی فطرت سالم تھی۔ آپ کی عقل صحیح تھی۔ آپ اللہ کے سچے دین پر اور خالص توحید پر تھے۔ آپ کا یہ تمام کلام بحیثیت مناظرہ تھا اور اس کی زبردست دلیل اس کے بعد کی آیت ہے۔

وَحَاۗجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَاۗجُّوْۗنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ
مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَيْـــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ
كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ۸۰

اس کی قوم اس سے حجت کرنے لگی تو اس نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو؟ مجھے تو اللہ راہ دکھا چکا ہے۔ جنہیں تم اللہ کے ساتھ شریک بنا رہے

ہو میں ان سے بالکل نہیں ڈرتا' ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی بات چاہے میرا رب ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے ○

مشرکین کا توحید سے فرار: ☆☆ (آیت: ۸۰) ابراہیم علیہ السلام کی سچی توحید کے دلائل سن کر پھر بھی مشرکین آپ سے بحث جاری رکھتے ہیں تو آپ ان سے فرماتے ہیں' تعجب ہے کہ تم مجھ سے اللہ جل جلالہ کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو؟ حالانکہ وہ یکتا اور لاشریک ہے اس نے مجھے راہ دکھا دی ہے اور دلیل عطا فرمائی ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ تمہارے یہ سب معبود محض بے بس اور بے طاقت ہیں۔ میں نہ تو تمہاری فضول اور باطل باتوں میں آؤں گا نہ تمہاری دھمکیاں سچی جانوں گا۔ جاؤ تم سے اور تمہارے باطل معبودوں سے جو ہو سکے کر لو۔ ہرگز ہرگز کمی نہ کرو بلکہ جلدی کر گزرو۔ اگر تمہارے اور ان کے قبضے میں میرا کوئی نقصان ہے تو جاؤ پہنچا دو۔ میرے رب کی منشا بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ ضرر نفع سب اسی کی طرف ہے۔ تمام چیزیں اسی کے علم میں ہیں۔ اس پر چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ افسوس اتنی دلیلیں سن کر بھی تمہارے دل نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے سامنے یہی دلیل پیش کی تھی۔

قرآن میں موجود ہے کہ ان کی قوم نے ان سے کہا' اے ہود تم کوئی دلیل تو لائے نہیں ہو اور صرف تمہارے قول سے ہم اپنے معبودوں سے دست بردار نہیں ہو سکتے نہ ہم تجھ پر ایمان لائیں گے۔ ہمارا اپنا خیال تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں نے تجھے کچھ کر دیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم جن کو بھی اللہ کا شریک ٹھہرا رہے ہو میں سب سے بیزار ہوں۔ جاؤ تم سب مل کر جو کچھ مکر میرے ساتھ کرنا چاہتے ہو وہ کر لو اور مجھے مہلت بھی نہ دو۔ میں نے تو اس رب پر توکل کر لیا ہے جو تمہارا میرا سب کا پالنہار ہے۔ تمام جانداروں کی پیشانیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ سمجھو اور سوچو تو سہی کہ میں تمہارے ان باطل معبودوں سے کیوں ڈروں گا؟ جب کہ تم اس اکیلے اللہ وحدہ لاشریک سے نہیں ڈرتے اور کھلم کھلا اس کی ذات کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہو۔ تم ہی بتلاؤ کہ ہم تم میں سے امن کا زیادہ حقدار کون ہے؟ دلیل میں اعلیٰ کون ہے؟ یہ آیت مثل آیت اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا الخ اور آیت اِنۡ هِىَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ الخ کے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا بندہ جو خیر و شر کا' نفع و ضرر کا مالک ہے' امن والا ہوگا یا اس کا بندہ جو محض بے بس اور بے قدرت ہے' قیامت کے دن کے عذابوں سے امن میں رہے گا۔

وَكَيۡفَ اَخَافُ مَاۤ اَشۡرَكۡتُمۡ وَلَا تَخَافُوۡنَ اَنَّكُمۡ اَشۡرَكۡتُمۡ بِاللّٰهِ
مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ عَلَيۡكُمۡ سُلۡطٰنًا ؕ فَاَىُّ الۡفَرِيۡقَيۡنِ اَحَقُّ
بِالۡاَمۡنِ ۚ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۘ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا
اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓـئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلۡكَ
حُجَّتُنَاۤ اٰتَيۡنٰهَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ عَلٰى قَوۡمِهٖ ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ
نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ﴿۸۳﴾

کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ میں تمہارے معبودوں سے کیوں خوف کھاؤں؟ اور تم نہیں ڈرتے کہ اللہ کے ساتھ انہیں شریک ٹھہرا رہے ہو جس کی کوئی دلیل اللہ نے تم پر نازل نہیں فرمائی۔ اگر تم میں صحیح علم ہے تو تم ہی بتلا دو کہ ہم دونوں جماعتوں میں سے امن کا زیادہ حقدار کون ہے؟ ○ جو لوگ ایمان لا کر اپنے ایمان

کو شرک سے خلط ملط نہیں کرتے' ان ہی کے لئے امن ہے اور حقیقتاً راہ یافتہ وہی لوگ ہیں ○ یہی ہمارے وہ دلائل تھے جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا فرما رکھے تھے ۔ ہم جسے چاہیں مرتبوں میں بڑھا چڑھا دیں ۔ بیشک تیرا رب بڑی حکمت والا' کامل علم والا ہے ○

پھر جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور خلوص کے ساتھ دینداری کریں' رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں ۔ امن و امان اور راہ راست والے یہی لوگ ہیں ۔ جب یہ آیت اتری تو صحابہؓ ظلم کا لفظ سن کر چونک اٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ ہم میں سے ایسا کون ہے جس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو؟ اس پر آیت اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ نازل ہوئی یعنی یہاں مراد ظلم سے شرک ہے (بخاری شریف) اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے ان کے اس سوال پر فرمایا' کیا تم نے اللہ کے نیک بندے کا یہ قول نہیں سنا کہ اے میرے پیارے بچے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ۔ شرک بڑا بھاری ظلم ہے ۔ پس مراد یہاں ظلم سے شرک ہے اور روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم جو سمجھ رہے ہو' وہ مقصد نہیں ۔ اور حدیث میں آپ کا خود بظلم کی تفسیر بشرك سے کرنا مروی ہے ۔ بہت سے صحابیوں سے بہت سی سندوں کے ساتھ بہت سی کتابوں میں یہ حدیث مروی ہے ۔ ایک روایت میں حضورؐ کا فرمان ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ تو ان ہی لوگوں میں سے ہے ۔

مسند احمد میں زاذانؒ اور جریر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ۔ جب ہم مدینہ شریف سے باہر نکل گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک اونٹ سوار بہت تیزی سے اپنے اونٹ کو دوڑاتا ہوا آ رہا ہے ۔ حضورؐ نے فرمایا' یہ تمہاری طرف ہی آ رہا ہے اس نے پہنچ کر سلام کیا ۔ ہم نے جواب دیا ۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا ۔ کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا' اپنے گھر سے' اپنے بال بچوں میں سے' اپنے کنبے قبیلے میں سے ۔ دریافت فرمایا' کیا ارادہ ہے؟ کیسے نکلے ہو؟ جواب دیا اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی جستجو میں ۔ آپ نے فرمایا پھر تو تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ۔ میں ہی اللہ کا رسول ہوں ۔ اس نے خوش ہو کر کہا' یا رسول اللہؐ مجھے سمجھایئے کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' یہ کہہ دو کہ اللہ ایک ہے اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسولؐ ہیں اور نمازوں کو قائم رکھے اور زکوٰۃ ادا کرتا رہے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے اس نے کہا مجھے سب باتیں منظور ہیں ۔ میں سب اقرار کرتا ہوں ۔ اتنے میں ان کے اونٹ کا پاؤں ایک سوراخ میں گر پڑا اور اونٹ ایک دم سے جھٹکا لے کر جھک گیا اور وہ اوپر سے گرے اور سر کے بل گرے اور اسی وقت روح پرواز کر گئی ۔ حضورؐ نے ان کے گرتے ہی فرمایا کہ دیکھو انہیں سنبھالو ۔ اسی وقت حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ اپنے اونٹوں سے کود پڑے اور انہیں اٹھا لیا ۔ دیکھا تو روح جسم سے علیحدہ ہو چکی ہے ۔ حضورؐ سے کہنے لگے' یا رسول اللہؐ یہ تو فوت ہو گئے ۔ آپؐ نے منہ پھیر لیا ۔

پھر ذرا سی دیر میں فرمانے لگے ۔ تم نے مجھے منہ موڑتے ہوئے دیکھا ہو گا ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے دیکھا دو فرشتے آئے تھے اور مرحوم کے منہ میں جنت کے پھول دے رہے تھے ۔ اس سے میں نے جان لیا کہ بھوکے فوت ہوئے ہیں ۔ سنو یہ انہی لوگوں میں سے ہیں جن کی بابت اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا' ان کے لئے امن و امان ہے اور وہ راہ یافتہ ہیں ۔ اچھا اپنے پیارے بھائی کا کفن دفن کرو ۔

چنانچہ ہم انہیں پانی کے پاس اٹھا لے گئے' غسل دیا' خوشبو ملی اور قبر کی طرف جنازہ لے کر چلے ۔ آنحضرت ﷺ قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے' بغلی قبر بناؤ' سیدھی نہ بناؤ' بغلی قبر ہمارے لئے ہے اور سیدھی ہمارے سوا اوروں کے لئے ہے ۔ لوگو یہ وہ شخص ہے جس نے عمل بہت ہی کم کیا اور ثواب زیادہ پایا ۔ یہ ایک اعرابی تھے ۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' میں اپنے گھر سے اپنے بال بچوں سے' اپنے مال سے' اپنے کنبے قبیلے سے اس لئے اور صرف اس لئے الگ ہوا

ہوں کہ آپ کی ہدایت کو قبول کروں' آپ کی سنتوں پر عمل کروں - آپ کی حدیثیں لوں - یا رسول اللہؐ میں گھاس پھوس کھاتا ہوا آپ تک پہنچا ہوں - آپ مجھے اسلام سکھایئے - حضورؐ نے سکھایا - اس نے قبول کیا - ہم سب ان کے اردگرد بھیڑ لگائے کھڑے تھے - اتنے میں جنگلی چوہے کے بل میں ان کے اونٹ کا پاؤں پڑ گیا - یہ گر پڑے اور گردن ٹوٹ گئی - آپ نے فرمایا' اس اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا' یہ سچ مچ فی الواقع اپنے گھر سے' اپنے اہل وعیال سے اور اپنے مال مویشی سے صرف میری تابعداری کی دھن میں نکلا تھا اور وہ اس بات میں بھی سچے تھے کہ وہ میرے پاس نہیں پہنچے یہاں تک کہ ان کا کھانا صرف سبز پتے اور گھاس رہ گیا تھا - تم نے ایسے لوگ بھی سنے ہوں گے جو عمل کم کرتے ہیں اور ثواب بہت پاتے ہیں - یہ بزرگ انہی میں سے تھے - تم نے سنا ہوگا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے' جو ایمان لائیں اور ظلم نہ کریں' وہ امن وہدایت والے ہیں - یہ انہی میں سے تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

پھر فرمایا ابراہیم علیہ السلام کو یہ دلیلیں ہم نے سکھائیں جن سے وہ اپنی قوم پر غالب آ گئے جیسے انہوں نے ایک اللہ کے پرستار کا امن اور اس کی ہدایت بیان فرمائی اور خود اللہ کی طرف سے اس بات کی تصدیق کی گئی دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ [1] کی یہی ایک قرات ہے' اضافت کے ساتھ اور بے اضافت دونوں طرح پڑھایا گیا ہے جیسے سورۂ یوسف میں ہے اور معنی دونوں قراتوں کے قریب قریب برابر ہیں - تیرے رب کے اقوال رحمت والے اور اس کے کام بھی حکمت والے ہیں - وہ صحیح راستے والوں کو اور گمراہوں کو بخوبی جانتا ہے جیسے فرمان ہے - جن پر تیرے رب کی بات صادق آ گئی ہے - ان کے پاس چاہے تم تمام نشانیاں لے آؤ - پھر بھی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنی آنکھوں سے عذاب دیکھ لیں - پس رب کی حکمت اور اس کے علم میں کوئی شبہ نہیں -

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٦﴾

ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب دیا - ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی - اس سے پہلے کے زمانے میں ہم نے نوح کو بھی راہ راست دکھائی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد' سلیمان' ایوب' یوسف' موسیٰ اور ہارون کو بھی نیک کام کرنے والوں کو ہم اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں ○ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی - یہ سب نیک بندوں میں تھے ○ اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو بھی ان سب کو ہم نے دنیا کے لوگوں پر برتری دی ○

خلیل الرحمٰن کو بشارت اولاد: ☆☆ (آیت: ۸۴-۸۶) اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرما رہا ہے کہ خلیل الرحمٰن کو اس نے ان کے بڑھاپے کے وقت بیٹا عطا فرمایا جن کا نام اسحاق ہے - اس وقت آپ بھی اولاد سے مایوس ہو چکے تھے اور آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہؓ بھی مایوس ہو چکی تھیں - جو فرشتے بشارت سنانے آتے ہیں' وہ قوم لوط کی ہلاکت کے لئے جا رہے تھے - ان سے بشارت سن کر مائی صاحبہ سخت متعجب ہو کر کہتی ہیں' میں بڑھیا کھوسٹ ہو چکی' میرے خاوند عمر سے اتر چکے' ہمارے ہاں بچہ ہونا تعجب کی بات ہے - فرشتوں نے جواب دیا اللہ کی قدرت میں ایسے تعجبات عام ہوتے ہیں - اے نبی کے گھرانے والو! تم پر رب کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں' اللہ بڑی تعریفوں والا اور بڑی

بزرگیوں والا ہے۔ اتنا ہی نہیں کہ تمہارے ہاں بچہ ہوگا بلکہ وہ نبی زادہ خود بھی نبی ہوگا اور اس سے تمہاری نسل پھیلے گی اور باقی رہے گی۔ قرآن کی اور آیت میں بشارت کے الفاظ میں نبیا کا لفظ بھی ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ اولاد کی اولاد بھی تم دیکھ لو گے۔ اسحاقؑ کے گھر یعقوبؑ پیدا ہوں گے اور تمہیں خوشی پر خوشی ہوگی اور پھر پوتے کا نام یعقوب رکھنا جو عقب سے مشتق ہے۔ خوش خبری ہے اس امر کی کہ یہ نسل جاری رہے گی۔

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

ان کے بعض باپ دادوں، اولادوں اور بھائیوں کو بھی ہم نے ہدایت دی اور ہم نے انہیں اپنا پسندیدہ کر لیا اور راہ مستقیم کی طرف ان کی رہبری کی ○ یہ ہے اللہ کی ہدایت اس سے نوازتا ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے، یہ لوگ بھی اگر شرک کرتے تو ان کے کئے کرائے تمام اعمال غارت ہو جاتے ○ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب و حکمت اور پیغمبری عطا فرمائی۔ اگر یہ کفار قرآنی آیتوں کا انکار کریں تو ہم نے ان آیتوں پر ایمان لانے والی وہ قوم مقرر کی ہے جو ان سے کبھی کفر نہ کرے گی ○

فی الواقع خلیل اللہ علیہ السلام اس بشارت کے قابل بھی تھے۔ قوم کو چھوڑا۔ ان سے منہ موڑا۔ شہر کو چھوڑا۔ ہجرت کی۔ اللہ نے دنیا میں بھی انعام دیئے۔ اتنی نسل پھیلائی جو آج تک دنیا میں آباد ہے۔ فرمان الٰہ ہے کہ جب ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو اور ان کے معبودوں کو چھوڑا تو ہم نے انہیں اسحاق و یعقوب بخشا اور دونوں کو نبی بنایا۔

یہاں فرمایا، ان سب کو ہم نے ہدایت دی تھی اور ان کی بھی نیک اولاد دنیا میں باقی رہی۔ طوفان نوحؑ میں کفار سب غرق ہو گئے۔ پھر حضرت نوحؑ کی نسل پھیلی۔ انبیاء انہی کی نسل میں سے ہوتے رہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد تو نبوت انہی کے گھرانے میں رہی جیسے فرمان ہے وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ہم نے ان ہی کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اور آیت میں ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ یعنی ہم نے نوح اور ابراہیم کو رسول بنا کر، پھر ان ہی دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب کر دی۔ اور آیت میں ہے۔ یہ ہیں جن پر انعام الٰہ ہوا نبیوں میں سے اور جنہیں ہم نے ہدایت کی تھی اور پسند کر لیا تھا ان پر جب رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو روتے گڑگڑاتے سجدے میں گر پڑتے تھے۔

پھر فرمایا ہم نے اس کی اولاد میں سے داؤد و سلیمان کو ہدایت کی۔ اس میں اگر ضمیر کا مرجع نوح کو کیا جائے تو ٹھیک ہے اس لئے کہ ضمیر سے پہلے سب سے قریب نام یہی ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع ۸ / ۱۶

یہی وہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے - پس تو بھی انہی کی ہدایت کی پیروی کر کہہ دے کہ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا - دنیا جہاں کے سب لوگوں کے لئے یہ تو محض نصیحت ہے ○

امام ابن جریرؒ اسی کو پسند فرماتے ہیں اور ہے بھی یہ بالکل ظاہر جس میں کوئی اشکال نہیں - ہاں اسے حضرت ابراہیمؑ کی طرف لوٹانا بھی ہے تو اچھا اس لئے کہ کلام انہی کے بارے میں ہے - قصہ انہی کا بیان ہو رہا ہے لیکن بعد کے ناموں میں سے لوطؑ کا نام اولاد آدمؑ میں ہونا ذرا مشکل ہے اس لئے کہ حضرت لوطؑ خلیل اللہؑ کی اولاد میں نہیں بلکہ ان کے والد کا نام ماران ہے وہ آزر کے لڑکے تھے تو وہ آپ کے بھتیجے ہوئے ہاں اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ باعتبار غلبے کے انہیں بھی اولاد میں شامل کر لیا گیا ہے جیسے کہ آیت اَمۡ کُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ الخ میں حضرت اسمٰعیلؑ کو جو اولاد یعقوب کے چچا تھے باپوں میں شمار کر لیا گیا ہے - ہاں یہ بھی خیال رہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اولاد ابراہیم یا اولاد نوح میں گننا اس بنا پر ہے کہ لڑکیوں کی اولاد یعنی نواسے بھی اولاد میں داخل ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے -

روایت میں ہے' حجاج نے حضرت یحییٰ بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو حسنؓ' حسینؓ کو آنحضرت ﷺ کی اولاد میں گنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قرآن سے ثابت ہے لیکن میں تو پورے قرآن میں کسی جگہ یہ نہیں پاتا - آپ نے جواب دیا کیا تو نے سورۂ انعام میں وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ الخ نہیں پڑھا اس نے کہا - ہاں یہ تو پڑھا ہے - کہا پھر دیکھو اس میں حضرت عیسیٰؑ کا نام ہے اور ان کا کوئی باپ تھا ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ لڑکی کی اولاد بھی اولاد ہی ہے - حجاج نے کہا بے شک آپ سچے ہیں' اسی لئے مسئلہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی ذریت کے لئے وصیت کرے یا وقف کرے یا ہبہ کرے تو لڑکیوں کی اولاد بھی اس میں داخل ہے - ہاں اگر اس نے اپنے لڑکوں کو دیا ہے یا ان پر وقف کیا ہے تو اس کے اپنے صلبی لڑکے اور لڑکوں کے لڑکے اس میں شامل ہوں گے اس کی دلیل عربی شاعر کا یہ شعر سنئے ؎

بنو نا بنوا ابنائنا وبناتنا بنوھن ابنا الرجال الا جانب

یعنی ہمارے لڑکوں کے لڑکے تو ہمارے لڑکے ہیں اور ہماری لڑکیوں کے لڑکے اجنبیوں کے لڑکے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ لڑکیوں کے لڑکے بھی ان میں داخل ہیں کیونکہ صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نسبت فرمایا' میرا یہ لڑکا سید ہے اور ان شاء اللہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اللہ تعالیٰ صلح کرا دے گا - پس نواسے کو اپنا لڑکا کہنے سے لڑکیوں کی اولاد کا بھی اپنی اولاد میں داخل ہونا ثابت ہوا - اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ مجاز ہے - اس کے بعد فرمایا' ان کے باپ دادے' ان کی اولادیں' ان کے بھائی الغرض اصول و فروع اور اہل طبقہ کا ذکر آ گیا کہ ہدایت اور پسندیدگی ان سب کو گھیرے ہوئے ہے - یہ اللہ کی سچی اور سیدھی راہ پر لگا دیئے گئے ہیں - یہ جو کچھ انہیں حاصل ہوا' یہ اللہ کی مہربانی' اس کی توفیق اور اس کی ہدایت سے ہے -

پھر شرک کی کامل برائی لوگوں کے ذہن میں آ جائے - اس لئے فرمایا کہ اگر بالفرض نبیوں کا یہ گروہ بھی شرک کر بیٹھے تو ان کی بھی تمام تر نیکیاں ضائع ہو جائیں جیسے ارشاد ہے وَلَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَيۡكَ وَاِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ الخ تجھ پر اور تجھ سے پہلے کے ایک ایک نبی پر یہ وحی بھیج دی گئی کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال اکارت ہو جائیں گے - یہ یاد رہے کہ یہ شرط ہے اور شرط کا واقع ہونا ہی ضروری نہیں جیسے فرمان ہے قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ الخ' یعنی اگر اللہ کی اولاد ہو تو میں تو سب سے پہلے ماننے والا بن جاؤں اور جیسے اور آیت میں ہے لَوۡ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ لَهۡوًا لَّاتَّخَذۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّاۤ الخ یعنی اگر کھیل تماشا بنانا ہی چاہتے ہو تو اپنے پاس سے ہی بنا لیتے - اور فرمان ہے لَوۡ اَرَادَ اللّٰهُ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا الخ اگر اللہ تعالیٰ اولاد کا ہی ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا

لیکن وہ اس سے پاک ہے اور وہ یکتا اور غالب ہے- پھر فرمایا بندوں پر رحمت نازل فرمانے کے لئے ہم نے انہیں کتاب وحکمت اور نبوت عطا فرمائی - پس اگر یہ لوگ یعنی اہل مکہ اس کے ساتھ یعنی نبوت کے ساتھ یا کتاب وحکمت ونبوت کے ساتھ کفر کریں' یہ اگر ان نعمتوں کا انکار کریں خواہ قریش ہوں' خواہ اہل کتاب ہوں' خواہ کوئی اور عربی یا عجمی ہوں تو کوئی حرج نہیں- ہم نے ایک قوم ایسی بھی تیار کر رکھی ہے جو اس کے ساتھ کبھی کفر نہ کرے گی- یعنی مہاجرین' انصار اور ان کی تابعداری کرنے والے' ان کے بعد آنے والے یہ لوگ نہ کسی امر کا انکار کریں گے نہ تحریف یا ردو بدل کریں گے بلکہ ایمان کامل لے آئیں گے- ہر ہر حرف کو مانیں گے- محکم متشابہ سب کا اقرار کریں گے- سب پر عقیدہ رکھیں گے-

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل وکرم سے ان ہی باایمان لوگوں میں کر دے- پھر اپنے پیغمبر سے خطاب کر کے فرماتا ہے جن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہوا اور جو مجمل طور پر ان کے بڑوں چھوٹوں اور لواحقین میں سے مذکور ہوئے' یہی سب اہل ہدایت ہیں تو اپنے نبی آخر الزمان ہی کی اقتدا اور اتباع کرو اور جب یہ حکم نبی کو ہے تو ظاہر ہے کہ آپ کی امت بطور اولیٰ اس میں داخل ہے-

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں حدیث لائے ہیں- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ کے شاگرد رشید حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ کیا سورۂ ص میں سجدہ ہے؟ آپ نے فرمایا' ہاں ہے' پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا' آنحضرت ﷺ کو ان کی تابعداری کا حکم ہوا ہے- پھر فرماتا ہے کہ اے نبیؐ ان میں اعلان کر دو کہ میں تو قرآن پہنچانے کا کوئی معاوضہ یا بدلہ یا اجرت تم سے نہیں چاہتا- یہ تو صرف دنیا کے لئے نصیحت ہے کہ وہ اندھے پن کو چھوڑ کر آنکھوں کا نور حاصل کر لیں اور برائی سے کٹ کر بھلائی پالیں اور کفر سے نکل کر ایمان میں آجائیں-

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

جیسی قدر اللہ کی جاننی چاہئے' انہوں نے نہیں جانی کہ کہنے لگے' اللہ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں فرمایا- دریافت تو کر کہ اس کتاب کو جسے موسیٰ لے کر آئے کس نے نازل فرمائی تھی؟ جو لوگوں کے لئے نور وہدایت ہے' جسے تم نے ورق ورق بنا رکھا ہے- جسے تم ظاہر کرتے ہو اور بہت سے حصے کو چھپاتے ہو- تمہیں وہ وہ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے باپ دادا' جواب دے کہ اللہ ہی نے نازل فرمائی تھی- پھر انہیں ان کی بحث میں کھیلتا ہوا چھوڑ دے ○ اور یہ قرآن وہ کتاب ہے جسے ہم نے بابرکت اور اپنے سے پہلی کتابوں کی سچا کرنے والی کر کے اتاری ہے تاکہ تو اہل مکہ کو اور اس کے آس پاس والوں کو

آ گاہ کردے۔ آخرت کے ماننے والے تو اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں ○

تمام رسول انسان ہی ہیں: ☆☆ (آیت: ۹۱-۹۲) اللہ کے رسولوں کے جھٹلانے والے دراصل اللہ کی عظمت کے ماننے والے نہیں۔ عبداللہ بن کثیرؒ کہتے ہیں' کفار قریش کے حق میں یہ آیت اتری ہے۔ اور قول ہے کہ یہود کی ایک جماعت کے حق میں ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ فخاص یہودی کے حق میں اور یہ بھی ہے کہ مالک بن صیف کے بارے میں کہا گیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ پہلا قول حق ہے اس لئے کہ آیت مکیہ ہے اور اس لئے بھی کہ یہودی آسمان سے کتاب اترنے کے بالکل منکر نہ تھے۔ ہاں البتہ قریشی اور عام عرب حضورؐ کی رسالت کے قائل نہ تھے اور کہتے تھے کہ انسان اللہ کا رسول نہیں ہوسکتا۔ جیسے قرآن ان کا تعجب نقل کرتا ہے اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ الخ یعنی کیا لوگوں کو اس بات پر اچنبھا ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کی طرف وحی نزول فرمائی کہ وہ لوگوں کو ہوشیار کردے۔ اور آیت میں ہے وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا الخ لوگوں کے اس خیال نے ہی کہ کیا اللہ نے انسان کو اپنا رسول بنالیا' انہیں ایمان سے روک دیا ہے۔ سنو اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے تو ہم بھی آسمان سے کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔ یہاں بھی کفار کا یہی اعتراض بیان کر کے فرماتا ہے کہ انہیں جواب دو کہ تم جو بالکل انکار کرتے ہو کہ کسی انسان پر اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا' یہ تمہاری کیسی کھلی غلطی ہے؟ بھلا بتلاؤ موسیٰ پر تورات کس نے اتاری تھی جو سراسر نور و ہدایت تھی۔

الغرض تورات کے تم سب قائل ہو جو مشکل مسائل آسان کرنے والی' کفر کے اندھیروں کو چھانٹنے' شبہ کو ہٹانے اور راہ راست دکھانے والی ہے۔ تم نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھے ہیں۔ صحیح اور اصلی کتاب میں سے بہت سا حصہ چھپا رکھا ہے۔ کچھ اس میں سے لکھ لاتے ہو اور پھر اسے بھی تحریف کر کے لوگوں کو بتا رہے ہو۔ اپنی باتوں' اپنے خیالات کو اللہ کی کتاب کی طرف منسوب کرتے ہو۔ قرآن تو وہ ہے جو تمہارے سامنے وہ علوم پیش کرتا ہے جن سے تم اور تمہارے اگلے اور تمہارے بڑے سب محروم تھے۔ پچھلی سچی خبریں اس میں موجود' آنے والی واقعات کی صحیح خبریں اس میں موجود ہیں۔ جو آج تک دنیا کے علم میں نہیں آئی تھیں۔ کہتے ہیں اس سے مراد مشرکین عرب ہیں اور بعض کہتے ہیں اس سے مراد مسلمان ہیں۔ پھر حکم دیتا ہے کہ یہ لوگ تو اس کا جواب کیا دیں گے کہ تورات کس نے اتاری؟ تو خود کہہ دے کہ اللہ نے اتاری ہے۔ پھر انہیں ان کی جہالت وضلالت میں ہی کھیلتا ہوا چھوڑ دے یہاں تک کہ انہیں موت آئے اور یقین کی آنکھوں سے خود ہی دیکھ لیں کہ اس جہان میں یہ اچھے رہتے ہیں یا مسلمان متقی؟ یہ کتاب یعنی قرآن کریم ہمارا اتارا ہے۔ یہ بارکت ہے۔ یہ اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ ہم نے اسے تیری طرف اس لئے نازل فرمایا کہ تو اہل مکہؑ اس کے پاس والوں کو یعنی عرب کے قبائل اور عجمیوں کو ہوشیار کردے اور ڈرا وادے دے۔ من حولها سے مراد ساری دنیا ہے۔ اور آیت میں ہے قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا یعنی اے دنیا جہان کے لوگو' میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں۔ اور آیت میں ہے لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ تاکہ میں تمہیں بھی اور جسے یہ پہنچے' اسے ڈرا دوں اور قرآن سنا کر عذابوں سے خبردار کردوں۔ اور فرمان ہے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ جو بھی اس کے ساتھ کفر کرے' اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور آیت میں فرمایا گیا تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا یعنی اللہ برکتوں والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کو آگاہ کردے۔ اور آیت میں ارشاد ہے وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ یعنی اہل کتاب سے اور ان پڑھوں سے سب سے کہہ دو کہ کیا تم اسلام قبول کرتے ہو؟ اگر قبول کرلیں تو راہ راست پر ہیں اور اگر منہ

موڑ لیں تو تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہے۔ اللہ اپنے بندے کو خوب دیکھ رہا ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں' ان کو بیان فرماتے ہوئے ایک یہ بیان فرمایا کہ ہر نبی صرف ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہوا کہ قیامت کے معتقد تو اسے مانتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے اور وہ نمازیں بھی صحیح وقتوں پر برابر پڑھا کرتے ہیں۔ اللہ کے اس فرض کے قیام اور اس کی حفاظت میں سستی اور کاہلی نہیں کرتے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۗ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۗ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے یا کہے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے حالانکہ اس کی طرف کوئی وحی نہیں کی گئی اور جو کہے جو اللہ نے اتارا ہے' میں بھی اسی جیسا اتار سکتا ہوں' کاش کہ تو ان ظالموں کو اس وقت دیکھتا جبکہ یہ موت کی بے ہوشیوں میں ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کی مار ماری جائے گی کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیتوں کو سن کر اکڑا کرتے تھے ○

مغضوب لوگ: ☆☆ (آیت: ۹۳-۹۴) اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں سے زیادہ ظالم اور کوئی نہیں۔ خواہ اس جھوٹ کی نوعیت یہ ہو کہ اللہ کی اولاد ہے یا اس کے کئی شریک ہیں یا یوں کہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے حالانکہ دراصل رسول نہیں۔ خواہ مخواہ کہہ دے کہ میری طرف وحی نازل ہوتی ہے حالانکہ کوئی وحی نہ اتری ہو اور اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم نہیں جو اللہ کی سچی وحی سے صف آرائی کا مدعی ہو۔ چنانچہ اور آیتوں میں ایسے لوگوں کا بیان ہے کہ وہ قرآن کی آیتوں کو سن کر کہا کرتے تھے کہ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام کہہ سکتے ہیں۔ کاش کہ تو ان ظالموں کو سکرات موت کی حالت میں دیکھتا جبکہ فرشتوں کے ہاتھ ان کی طرف بڑھ رہے ہوں گے اور وہ مار پیٹ کر رہے ہوں گے۔ یہ محاورہ مار پیٹ سے ہے۔ جیسے ہابیل قابیل کے قصے میں لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ ہے۔ اور آیت میں وَيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ ہے۔ ضحاک اور ابو صالح نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

خود قرآن کی آیت میں يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ موجود ہے یعنی کافروں کی موت کے وقت فرشتے ان کے منہ پر اور کمر پر مارتے ہیں۔ یہی بیان یہاں ہے کہ فرشتے ان کی جان نکالنے کے لئے انہیں مار پیٹ کرتے ہیں اور کہتے ہیں اپنی جانیں نکالو۔ کافروں کی موت کے وقت فرشتے انہیں عذابوں' زنجیروں' طوقوں کی' گرم کھولتے ہوئے جہنم کے پانی اور اللہ کے غضب و غصے کی خبر سناتے ہیں جس سے ان کی روح ان کے بدن میں چھپتی پھرتی ہے اور نکلنا نہیں چاہتی۔ اس پر فرشتے انہیں مار پیٹ کر جبراً گھسیٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب تمہاری

بدترین اہانت ہوگی اور تم بری طرح رسوا کئے جاؤ گے جیسے کہ تم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ اس کے فرمان کو نہیں مانتے تھے اور اس کے رسولوں کی تابعداری سے چڑتے تھے۔ مومن و کافر کی موت کا منظر جو احادیث میں آیا ہے وہ سب آیت یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الخ' کی تفسیر میں ہے۔ ابن مردویہ نے اس جگہ ایک بہت لمبی حدیث بیان کی ہے لیکن اس کی سند غریب ہے۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾

ع ۱۱ / ۱۷

یقیناً تم ہمارے پاس ایسے ہی تنہا تنہا حاضر ہوئے جیسے کہ پہلی بار ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اور جو ساز و سامان ہم نے تمہیں عطا فرما رکھا تھا' سب کچھ تم اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے۔ ہم تو تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جنہیں تم اپنے میں شریک سمجھتے رہے۔ تمہارے آپس کے سب تعلقات ٹوٹ گئے اور جو دعوے تم کر رہے تھے' سب جاتے رہے ○

پھر فرماتا ہے کہ جس دن انہیں ان کی قبروں سے اٹھایا جائے گا' اس دن ان سے کہا جائے گا کہ تم تو اسے بہت دور اور محال مانتے تھے تو اب دیکھ لو جس طرح شروع شروع میں ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا' اب دوبارہ بھی پیدا کر دیا۔ جو کچھ مال متاع ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا' سب تم وہیں اپنے پیچھے چھوڑ آئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' انسان کہتا ہے' میرا مال میرا مال حالانکہ تیرا مال وہی ہے جسے تو نے کھا پی لیا' وہ فنا ہو گیا یا تو نے پہن اوڑھ لیا۔ وہ پھٹا پرانا ہو کر ضائع ہو گیا یا تو نے نام مولیٰ پر خیرات کیا' وہ باقی رہا اس کے سوا جو کچھ ہے' اسے تو تو اوروں کے لئے چھوڑ کر یہاں سے جانے والا ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں' انسان کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور رب العالمین اس سے دریافت فرمائے گا کہ جو تو نے جمع کیا تھا' وہ کہاں ہے؟ یہ جواب دے گا کہ خوب بڑھا چڑھا کر اسے دنیا میں چھوڑ آیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اے ابن آدم پیچھے چھوڑا ہوا تو یہاں نہیں ہے البتہ آگے بھیجا ہوا یہاں موجود ہے۔ اب جو یہ دیکھے گا تو کچھ بھی نہ پائے گا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ پھر انہیں ان کا شرک یاد دلا کر دھمکایا جائے گا کہ جنہیں تم اپنا شریک سمجھ رہے تھے اور جن پر ناز کر رہے تھے کہ یہ ہمیں بچا لیں گے اور نفع دیں گے' وہ آج تمہارے ساتھ کیوں نہیں؟ وہ کہاں رہ گئے؟ انہیں شفاعت کے لئے کیوں آگے نہیں بڑھاتے؟ حق یہ ہے کہ قیامت کے دن سارے جھوٹ بہتان افترا کھل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو سنا کر ان سے فرمائے گا' جنہیں تم نے میرے شریک ٹھہرا رکھا تھا' وہ کہاں ہیں؟ اور ان سے کہا جائے گا کہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے' وہ کہاں ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ نہ وہ تمہاری مدد کرتے ہیں نہ خود اپنی مدد وہ آپ کرتے ہیں۔ تم تو دنیا میں انہیں مستحق عبادت سمجھتے رہے۔ بینکم کی ایک قرات بینکم بھی ہے یعنی تمہاری یکجہتی ٹوٹ گئی اور پہلی قرات پر یہ معنی ہیں کہ جو تعلقات تم میں تھے' جو وسیلے تم نے بنا رکھے تھے' سب کٹ گئے۔ معبودان باطل سے جو غلط منصوبے تم نے باندھ رکھے تھے' سب برباد ہو گئے جیسے فرمان باری ہے اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا الخ' یعنی تابعداری کرنے والے ان سے بیزار ہوں گے جن کی تابداری وہ کرتے رہے اور سارے رشتے ناتے اور تعلقات کٹ جائیں گے۔

اس وقت تابعدار لوگ حسرت و افسوس سے کہیں گے کہ اگر ہم دنیا میں واپس جائیں تو تم سے بھی ایسے ہی بیزار ہو جائیں جیسے تم ہم سے بیزار ہوئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کرتوت دکھائے گا۔ ان پر حسرتیں ہوں گی اور یہ جہنم سے نہیں نکلیں گے! اور آیت میں ہے

جب صور پھونکا جائے گا تو آپس کے نسب منقطع ہو جائیں گے اور کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا۔ اور آیت میں ہے کہ جن جن کو تم نے اپنا معبود ٹھہرا رکھا ہے اور ان سے دوستیاں رکھتے ہو وہ قیامت کے دن تمہارے اور تم ان کے منکر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور کوئی بھی تمہارا مددگار کھڑا نہ ہوگا اور آیت میں ہے وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ الخ، یعنی ان سے کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو آواز دو وہ پکاریں گے لیکن انہیں کوئی جواب نہ ملے گا اور آیت میں ہے وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا الخ، یعنی قیامت کے دن ہم ان سب کا حشر کریں گے۔ پھر مشرکوں سے فرمائیں گے کہاں ہیں تمہارے شریک؟ اس بارے کی اور آیتیں بھی بہت ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ
مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾
فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ
لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ
فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾

اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر درخت نکالنے والا ہے۔ وہی زندے کو مردے سے نکالتا ہے اور وہی مردے کا زندے سے نکالنے والا ہے۔ یہی تو تمہارا اللہ ہے۔ پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو ○ صبح کی روشنی کا پھاڑ نکالنے والا وہی ہے۔ اسی نے آرام کے لئے رات بنائی اور سورج چاند کو حساب کا معیار بنایا۔ یہ ہیں اندازے باندھے ہوئے اللہ غالب عالم کے ○ یہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا کہ تم خشکی اور تری کے اندھیروں میں ان سے راہ پاتے رہو۔ جو لوگ ذی علم ہیں ان کے لئے تو ہم نے کھول کھول کر اپنی نشانیاں بیان کر دیں ○

اس کی حیرت ناک قدرت: ☆☆ (آیت: ۹۵-۹۷) دانوں سے کھیتیاں بیج اور گٹھلی سے درخت اللہ ہی اگاتا ہے۔ تم تو انہیں مٹی میں ڈال کر چلے آتے ہو۔ وہاں انہیں اللہ تعالیٰ پھاڑتا ہے۔ کونپل نکالتا، پھر وہ بڑھتے ہیں، قوی درخت بن جاتے ہیں اور دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ پھر گویا اسی کی تفسیر میں فرمایا کہ زندہ درخت اور زندہ کھیتی کو مردہ بیج اور مردہ دانے سے وہ نکالتا ہے جیسے سورۂ یاسین میں ارشاد ہے وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ الخ، مُخْرِجُ کا عطف فَالِقُ پر ہے اور مفسرین نے دوسرے انداز سے ان جملوں میں ربط قائم کیا ہے لیکن مطلب سب کا یہی ہے اور اسی کے قریب قریب ہے۔ کوئی کہتا ہے مرغی کا انڈے سے نکلنا اور مرغ سے انڈے کا نکلنا مراد ہے۔ بدشخص کے ہاں نیک اولاد ہونا اور نیکوں کی اولاد کا بد ہونا مراد ہے۔ وغیرہ۔ آیت درحقیقت ان تمام صورتوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ پھر فرماتا ہے ان تمام کاموں کا کرنے والا اکیلا اللہ ہی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم حق سے پھر جاتے ہو؟ اور اس لاشریک کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے لگتے ہو؟ وہی دن کی روشنی کا لانے والا اور رات کے اندھیرے کا پیدا کرنے والا ہے۔ جیسے کہ اس سورت کے شروع میں فرمایا تھا کہ وہی نور وظلمت کا پیدا کرنے والا ہے۔ رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کو دن کی نورانیت سے بدل دیتا ہے۔ رات اپنے اندھیروں سمیت چھپ جاتی ہے اور دن اپنی تجلیوں سمیت کائنات پر قبضہ جما لیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے وہی دن رات چڑھاتا ہے۔ الغرض چیز اور اس کی ضد اس کے زیر اختیار ہے اور یہ اس کی بے انتہا عظمت اور بہت بڑی سلطنت پر دلیل ہے۔ دن کی روشنی اور اس

کی چہل پہل کی ظلمت اور اس کا سکون اس کی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں ہیں- جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی اور جیسے اس آیت میں فرمایا وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّھَارِ اِذَا تَجَلّٰی اور آیت میں ہے وَالنَّھَارِ اِذَا جَلّٰھَا وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰھَا ان تمام آیتوں میں دن رات کا اور نور وظلمت، روشنی اور اندھیرے کا ذکر ہے-

حضرت صہیب رومی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک بار ان کی بیوی صاحبہ نے کہا کہ رات ہر ایک کے لئے آرام کی ہے لیکن میرے خاوند حضرت صہیبؓ کے لئے وہ بھی آرام کی نہیں- اس لئے کہ وہ رات کو اکثر حصہ جاگ کر کاٹتے ہیں- جب انہیں جنت یاد آتی ہے تو شوق بڑھ جاتا ہے اور یاد الہ میں رات گزار دیتے ہیں اور جب جہنم کا خیال آجاتا ہے تو مارے خوف کے ان کی نیند اڑ جاتی ہے- سورج چاند اس کے مقرر کئے ہوئے اندازے پر برابر چل رہے ہیں- کوئی تغیر اور اضطراب ان میں نہیں ہوتا ہر ایک کی منزل مقرر ہے- جاڑے کی الگ، گرمی کی الگ اور اسی اعتبار سے دن رات ظاہر ہوتے ہیں- چھوٹے اور بڑے ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً الخ، اسی اللہ نے سورج کو روشن اور چاند کو منور کیا ہے- ان کی منزلیں مقرر کر دی ہیں- اور آیت میں ہے لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَھَا نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے کہ چاند کو جالے اور نہ رات دن پر سبقت لے سکتی ہے- ہر ایک اپنے فلک میں تیرتا پھرتا ہے- اور جگہ فرمایا، سورج چاند ستارے سب اس کے فرمان کے ماتحت ہیں- یہاں فرمایا، یہ سب اندازے اس اللہ کے مقرر کردہ ہیں جسے کوئی روک نہیں سکتا، جس کے خلاف کوئی کچھ نہیں کر سکتا- جو ہر چیز کو جانتا ہے- جس کے علم سے ایک ذرہ باہر نہیں- زمین و آسمان کی کوئی مخلوق اس سے پوشیدہ نہیں- عموماً قرآن کریم جہاں کہیں رات دن سورج چاند کی پیدائش کا ذکر کرتا ہے، وہاں کلام کا خاتمہ اللہ جل وعلا نے اپنی عزت وعلم کی خبر پر کیا ہے جیسے اس آیت میں- اور وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الَّیْلُ میں اور سورۂ حم سجدہ کی شروع کی آیت وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا میں- پھر فرمایا ستارے تمہیں خشکی اور تری میں راہ دکھانے کے لئے ہیں- بعض سلف کا قول ہے کہ ستاروں میں ان تین فوائد کے علاوہ اگر کوئی اور کچھ مانے تو اس نے خطا کی اور اللہ پر جھوٹ باندھا- ایک تو یہ کہ یہ آسمان کی زینت ہیں- دوسرے یہ شیاطین پر آگ بن کر برستے ہیں جبکہ وہ آسمانوں کی خبریں لینے کو چڑھیں- تیسرے یہ کہ مسافروں اور مقیم لوگوں کو یہ راستہ دکھاتے ہیں- پھر فرمایا، ہم نے عقلمندوں عالموں اور واقف کار لوگوں کے لئے اپنی آیتیں بالتفصیل بیان فرما دی ہیں-

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا
نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ
دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا
وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ
ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾

وہی ہے جس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا- پھر رہنے کی جگہ ہے اور سونپنے کی بھی، ہم نے ان کے سامنے جو سمجھ رکھتے ہیں، اپنی آیتیں تفصیل دار بیان کر

دیں ○ وہی ہے جو آسمان سے بارش اتارتا ہے پھر ہم نے اس سے ہر قسم کی روئیدگی اور بوٹیاں نکالیں۔ پھر اس سے ہرا سبزہ ہم نکالتے ہیں جس سے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے ہم پیدا کرتے ہیں اور کھجور کے گابھے میں سے گچھے ہیں جھکے ہوئے اور باغات انگور کے اور زیتون اور انار ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے یہ سب پھل لائیں ان کا پھل لانا اور پکنا دیکھو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے تو ان سب چیزوں میں بہت کچھ نشانات ہیں ○

قدرت کی نشانیاں : ☆☆ (آیت:۹۸-۹۹) فرماتا ہے کہ تم سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے تن واحد یعنی حضرت آدمؑ سے پیدا کیا ہے جیسے اور آیت میں ہے لوگو اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا۔ اسی وجہ سے اس کا جوڑ پیدا کیا۔ پھر ان دونوں سے مرد و عورت خوب پھیلا دیئے۔ مُسْتَقَرٌّ سے مراد ماں کا پیٹ اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد باپ کی پیٹھ ہے اور قول ہے کہ جائے قرار دنیا ہے اور سپردگی کی جگہ موت کا وقت ہے۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں ماں کا پیٹ' زمین اور جب مرتا ہے سب جائے قرار کی تفسیر ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں جو مر گیا اس کے عمل رک گئے یہی مراد مستقر سے ہے۔ ابن مسعودؓ کا فرمان ہے مستقر آخرت میں ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

سمجھداروں کے سامنے نشان ہائے قدرت بہت کچھ آچکے۔ اللہ کی بہت سی باتیں بیان ہو چکیں جو کافی وافی ہیں۔ وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا نہایت صحیح اندازے سے۔ بڑا بابرکت پانی جو بندوں کی زندگانی کا باعث بنا اور سارے جہان پر اللہ کی رحمت بن کر برسا۔ اسی سے تمام تر و تازہ چیزیں اگیں جیسے فرمان ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ پانی سے ہم نے ہر چیز کی زندگانی قائم کر دی۔ پھر اس سے سبزہ یعنی کھیتی اور درخت اگتے ہیں جس میں سے دانے اور پھل نکلتے ہیں۔ دانے بہت سارے ہوتے ہیں گتھے ہوئے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے اور کھجور کے خوشے جو زمین کی طرف جھکے پڑتے ہیں۔ بعض درخت خرما چھوٹے ہوتے ہیں اور خوشے چپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ قنوان کو قبیلہ تمیم قنیان کہتا ہے۔ اس کا مفرد قنو ہے۔ جیسی صنوان صنو کی جمع ہے اور باغات انگوروں کے۔ پس عرب کے نزدیک یہی دونوں میوے سب میووں سے اعلیٰ ہیں۔ کھجور اور انگور اور فی الحقیقت ہیں بھی یہ اسی درجے کے۔ قرآن کی دوسری آیت وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ الخ میں اللہ تعالیٰ نے ان ہی دونوں چیزوں کا ذکر فرما کر اپنا احسان بیان فرمایا ہے۔ اس میں جو شراب بنانے کا ذکر ہے اس پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ حرمت شراب کے نازل ہونے سے پہلے کی یہ آیت ہے۔ اور آیت میں بھی باغ کے ذکر میں فرمایا کہ ہم نے اس میں کھجور و انگور کے درخت پیدا کئے تھے۔ زیتون بھی ہیں انار بھی ہیں آپس میں ملتے جلتے پھل الگ الگ۔ شکل صورت مزہ حلاوت فوائد وغیرہ ہر ایک کے جداگانہ۔ ان درختوں میں پھلوں کا آنا بھی اور ان کا پکنا ملاحظہ کرو اور اللہ کی ان قدرتوں کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرو کہ لکڑی میں میوہ نکالتا ہے۔ عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ سوکھے کو گیلا کرتا ہے۔ مٹھاس لذت خوشبو سب کچھ پیدا کرتا ہے۔ رنگ روپ شکل صورت دیتا ہے۔ فوائد رکھتا ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے کہ پانی ایک زمین ایک کھیتیاں باغات ملے جلے لیکن ہم جسے چاہیں جب چاہیں بنا دیں۔ کھٹاس مٹھاس کمی زیادتی سب ہمارے قبضے میں ہے۔ یہ سب خالق کی قدرت کی نشانیاں ہیں جن سے ایماندار اپنا عقیدہ مضبوط کرتے ہیں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ع ۱۲/۶ ۱۸

ان لوگوں نے جنات کو اللہ کے شریک ٹھہرا لئے حالانکہ اللہ ہی نے جنوں کو پیدا کیا ہے انہوں نے بے جانے بوجھے اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں بھی تراش لیں۔ یہ لوگ جو کچھ اللہ کے اوصاف بیان کرتے ہیں اللہ ان سے بہت برتر اور پاکیزہ ہے ○

شیطانی وعدے دھوکہ ہیں: ☆☆ (آیت: ۱۰۰) جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرتے تھے جنات کو پوجتے تھے ان پر انکار فرما رہا ہے۔ ان کے کفر و شرک سے اپنی بیزاری کا اعلان فرماتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ جنوں کی عبادت کیسے ہوئی' وہ تو بتوں کی پوجا پاٹ کرتے تھے تو جواب یہ ہے کہ بت پرستی کے سکھانے والے جنات ہی تھے جیسے خود قرآن کریم میں ہے اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا الخ' یعنی یہ لوگ اللہ کے سوا جنہیں پکار رہے ہیں' وہ سب عورتیں ہیں اور یہ سوائے سرکش ملعون شیطان کے اور کسی کو نہیں پکارتے وہ تو پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ کچھ نہ کچھ انسانوں کو تو میں اپنا کر ہی لوں گا۔ انہیں بہکا کر سبز باغ دکھا کر اپنا مطیع بنا لوں گا۔ پھر تو وہ بتوں کے نام پر جانوروں کے کان کاٹ کر چھوڑ دیں گے۔ اللہ کی پیدا کردہ ہیئت کو بگاڑنے لگیں گے۔ حقیقتاً اللہ کو چھوڑ کر شیطان کی دوستی کرنے والے کے نقصان میں کیا شک ہے؟ شیطانی وعدے تو صرف دھوکے بازیاں ہیں۔

اور آیت میں ہے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ کیا تم مجھے چھوڑ کر شیطان اور اولاد شیطان کو اپنا ولی بناتے ہو؟ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے والد سے فرمایا یٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ الخ' میرے باپ! شیطان کی پرستش نہ کرو۔ وہ تو اللہ کا نافرمان ہے۔ سورۂ یاسین میں ہے کہ کیا میں نے تم سے یہ عہد لیا تھا کہ اے اولاد آدم تم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ تم صرف میری ہی عبادت کرنا۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ قیامت کے دن فرشتے بھی کہیں گے سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ الخ' یعنی تو پاک ہے یہ نہیں بلکہ سچا والی ہمارا تو تو ہی ہے۔ یہ لوگ تو جنوں کو پوجتے تھے۔ ان میں سے اکثر لوگوں کا ان پر ایمان تھا۔ پس یہاں فرمایا ہے کہ انہوں نے جنات کی پرستش شروع کر دی حالانکہ پرستش کے لائق صرف اللہ ہے۔ وہ سب کا خالق ہے۔ جب خالق وہی ہے تو معبود بھی وہی ہے۔ جیسے حضرت خلیل اللہ نے فرمایا اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ یعنی کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود گھڑ لیتے ہو حالانکہ تمہارا اور تمہارے تمام کاموں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی معبود وہی ہے جو خالق ہے۔ پھر ان لوگوں کی حماقت و ضلالت بیان ہو رہی ہے جو اللہ کی اولاد بیٹے بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ یہودی حضرت عزیرؑ کو اور نصرانی حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا جبکہ مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں کہتے تھے۔ یہ سب ان کی من گھڑت اور خود تراشیدہ بات تھی۔ اور محض غلط اور جھوٹ تھی۔ حقیقت سے بہت دور نرا بہتان باندھا تھا اور بے سمجھی سے اللہ کی شان کے خلاف ایک زبان سے اپنی جہالت سے کہہ دیا تھا۔ بھلا اللہ کو بیٹوں اور بیٹیوں سے کیا واسطہ؟ نہ اس کی اولاد نہ اس کی بیوی نہ اس کی کفو کا کوئی۔ وہ سب کا خالق' وہ کسی کی شرکت سے پاک' وہ کسی کی حصہ داری سے پاک۔ یہ گمراہ جو کہہ رہے ہیں' سب سے وہ پاک اور برتر' سب سے دور اور بالاتر ہے۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۰۱ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝۱۰۲ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝۱۰۳

آسمان و زمین کو بے نمونہ بنانے والا' اس کی اولاد کیسے ہو گی؟ جبکہ کبھی اس کی جورو ہی نہیں رہی۔ اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کے حال سے

واقف ہے ○ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں۔ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے تو تم سب اسی کی عبادت کرو۔ وہ ہر ہر چیز کا کارساز ونگہبان ہے ○ اسے نگاہیں نہیں پاسکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے۔ وہ تو بہت ہی باریک بین اور بڑا ہی واقف ہے ○

اللہ بے مثال ہے۔ وحدہ لاشریک ہے: ☆☆ (آیت:۱۰۱) زمین و آسمان کا موجد بغیر کسی مثال اور نمونے کے انہیں عدم سے وجود میں لانے والا اللہ ہی ہے۔ بدعت کو بھی بدعت اسی لئے کہتے ہیں کہ پہلے اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی' بھلا اس کا صاحب اولاد ہونا کیسے ممکن ہے جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں' اولاد کے لئے تو جہاں باپ کا ہونا ضروری ہے' وہیں ماں کا وجود بھی لازمی ہے' اللہ کے مشابہ جبکہ کوئی نہیں ہے اور جوڑا تو ساتھ کا اور جنس کا ہوتا ہے۔ پھر اس کی بیوی کیسے؟ اور بیوی نہیں تو اولاد کہاں؟ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور یہ بھی اس کے منافی ہے کہ اس کی اولاد اور زوجہ ہو۔ جیسے فرمان ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ الخ' لوگ کہتے ہیں اللہ کی اولاد ہے۔ ان کی بڑی فضول اور غلط افواہ ہے۔ عجب نہیں کہ اس بات کو سن کر آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ رحمٰن اور اولاد؟ وہ تو ایسا ہے کہ آسمان وزمین کی کل مخلوق اس کی بندگی میں مصروف ہے۔ سب پر اس کا غلبہ' سب پر اس کا علم' سب اس کے سامنے فرداً فرداً آنے والے۔ وہ خالق کل ہے اور عالم کل ہے۔ اس کی جوڑ کا کوئی نہیں۔ وہ اولاد سے اور بیوی سے پاک ہے اور مشرکوں کے اس بیان سے بھی پاک ہے۔

ہماری آنکھیں اور اللہ جل شانہ: ☆☆ (آیت:۱۰۲-۱۰۳) جس کے یہ اوصاف ہیں یہی تمہارا اللہ ہے' یہی تمہارا پالنہار ہے' یہی سب کا خالق ہے۔ تم اسی ایک کی عبادت کرو' اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اس کے سوا کسی کو عبادت کے لائق نہ سمجھو۔ اس کی اولاد نہیں' اس کے ماں باپ نہیں' اس کی بیوی نہیں' اس کی برابری کا اس جیسا کوئی نہیں۔ وہ ہر چیز کا حافظ نگہبان اور وکیل ہے۔ ہر کام کی تدبیر وہی کرتا ہے۔ سب کی روزیاں اسی کے ذمہ ہیں' ہر ایک کی ہر وقت وہی حفاظت کرتا ہے۔ سلف کہتے ہیں' دنیا میں کوئی آنکھ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی۔ ہاں قیامت کے دن مومنوں کو اللہ کا دیدار ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ جو کہے کہ حضورؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اس نے جھوٹ کہا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔

ابن عباسؓ سے اس کے برخلاف مروی ہے۔ انہوں نے رؤیت کو مطلق رکھا ہے اور فرماتے ہیں' اپنے دل سے حضورؐ نے دو مرتبہ اللہ کو دیکھا۔ سورۂ نجم میں یہ مسئلہ پوری تفصیل سے بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ' اسمٰعیل بن علیہؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں کوئی شخص اللہ کو دیکھ نہیں سکتا اور حضرت فرماتے ہیں یہ تو عام طور بیان ہوا ہے۔ پھر اس میں سے قیامت کے دن مومنوں کا دیکھنا مخصوص کر لیا ہے۔ ہاں معتزلہ کہتے ہیں دنیا اور آخرت میں کہیں بھی اللہ کا دیدار نہ ہوگا۔ اس میں انہوں نے اہلسنت کی مخالفت کے علاوہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ سے بھی نادانی برتی۔ کتاب اللہ میں موجود ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ یعنی اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے اور فرمان ہے كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ یعنی کفار قیامت والے دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں' اس سے صاف ظاہر ہے کہ مومنوں سے اللہ تعالیٰ کا حجاب نہیں ہوگا۔ متواتر احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ' ابوہریرہؓ' انسؓ' جریرؓ' صہیبؓ' بلالؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن اللہ تبارک وتعالیٰ کو قیامت کے میدانوں میں جنت کے باغوں میں دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں بھی انہی میں سے کرے۔ آمین! یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے آنکھیں نہیں دیکھ پاتیں یعنی عقلیں۔ لیکن یہ قول بہت دور کا ہے اور ظاہر کے خلاف ہے اور گویا کہ ادراک کو اس نے رؤیت کے معنی میں سمجھا' واللہ اعلم۔ اور حضرات دیدار کے دیکھنے کو ثابت شدہ مانتے ہوئے لیکن ادراک کے انکار کے بھی

مخالف نہیں اس لئے کہ ادراک رؤیت سے خاص ہے اور خاص کی نفی عام کی نفی کو لازم نہیں ہوتی - اب جس ادراک کی یہاں نفی کی گئی ہے' یہ ادراک کیا ہے اور کس قسم کا ہے - اس میں کئی قول ہیں مثلاً معرفت حقیقت پس حقیقت کا عالم بجز اللہ کے اور کوئی نہیں - گو مومن دیدار کریں گے لیکن حقیقت اور چیز ہے - چاند کو لوگ دیکھتے ہیں لیکن اس کی حقیقت' اس کی ذات' اس کی ساخت تک کسی کی رسائی ہوتی ہے؟ پس اللہ تعالیٰ تو بے مثل ہے -

ابن علیہ فرماتے ہیں نہ دیکھنا دنیا کی آنکھوں کے ساتھ مخصوص ہے - بعض کہتے ہیں ادراک اخص ہے رؤیت سے کیونکہ ادراک کہتے ہیں احاطہ کر لینے کو اور عدم احاطہ سے عدم رؤیت لازم نہیں آتی جیسے علم کا احاطہ نہ ہونے سے مطلق علم کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا - احاطہ علم کا نہ ہونا اس آیت سے ثابت ہے کہ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا صحیح مسلم میں ہے لا احصی ثناء علیك كما اثنیت علی نفسك یعنی اے اللہ میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا لیکن ظاہر ہے کہ اس سے مراد مطلق ثنا کا نہ کرنا نہیں - ابن عباسؓ کا قول ہے کہ کسی کی نگاہ مالک الملک کو گھیر نہیں سکتی - حضرت عکرمہؒ سے کہا گیا کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ تو آپ نے فرمایا' کیا تو آسمان کو نہیں دیکھ رہا؟ اس نے کہا' ہاں' فرمایا - پھر سب دیکھ چکا ہے؟ قتادہؒ فرماتے ہیں' اللہ اس سے بہت بڑا ہے کہ اسے آنکھیں ادراک کر لیں - چنانچہ ابن جریر میں وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ کی تفسیر میں ہے کہ اللہ کی طرف دیکھیں گے ان کی نگاہیں' اس کی عظمت کے باعث احاطہ نہ کر سکیں گی اور اس کی نگاہ ان سب کو گھیرے ہوئے ہوگی - اس آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث میں ہے' اگر انسان' جن' شیطان' فرشتے سب کے سب ایک صف باندھ لیں اور شروع سے لے کر آخر تک کے سب موجود ہوں تاہم ناممکن ہے کہ کبھی بھی وہ اللہ کا احاطہ کر سکیں - یہ حدیث غریب ہے - اس کی اس کے سوا کوئی سند نہیں نہ صحاح ستہ والوں میں سے کسی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے - واللہ اعلم -

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں' میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھا تو میں نے کہا' کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کو آنکھیں نہیں پا سکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو گھیر لیتا ہے - تو آپؓ نے مجھے فرمایا' یہ اللہ کا نور ہے اور وہ جو اس کا ذاتی نور ہے جب وہ اپنی تجلی کرے تو اس کا ادراک کوئی نہیں کر سکتا - اور روایت میں ہے اس کے بالمقابل کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی - اسی جواب کے مترادف معنی وہ حدیث ہے جو بخاری ومسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سوتا نہیں نہ اسے سونا لائق ہے - وہ ترازو کو جھکاتا ہے اور اٹھاتا ہے اس کی طرف دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے عمل دن سے پہلے چڑھ جاتے ہیں - اس کا حجاب نور ہے یا نار ہے - اگر وہ ہٹ جائے تو اس کے چہرے کی تجلیاں ہر اس چیز کو جلا دیں جو اس کی نگاہوں تلے ہے -

اگلی کتابوں میں ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ نے اللہ تعالیٰ سے دیدار دیکھنے کی خواہش کی تو جواب ملا کہ اے موسیٰ جو زندہ مجھے دیکھے گا' وہ مر جائے گا اور جو خشک مجھے دیکھ لے گا' ریزہ ریزہ ہو جائے گا - خود قرآن میں ہے کہ جب تیرے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے - افاقہ کے بعد کہنے لگے' اللہ تو پاک ہے - میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا مومن ہوں - یاد رہے کہ اس خاص ادراک کے انکار سے قیامت کے دن مومنوں کے اپنے رب کے دیکھنے سے انکار نہیں ہو سکتا - اس کی کیفیت کا علم اسی کو ہے - ہاں بے شک اس کی حقیقی عظمت' جلالت' قدرت' بزرگی وغیرہ جیسی ہے' وہ بھلا کہاں کسی کی سمجھ میں آ سکتی ہے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' آخرت میں دیدار ہوگا اور دنیا میں کوئی بھی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا اور یہی آیت تلاوت فرمائی - پس جس ادراک کی نفی کی ہے' وہ معنی میں عظمت وجلالت کی رویت کے ہے جیسا کہ وہ ہے - یہ تو انسان کیا فرشتوں کے لئے بھی ناممکن ہے - ہاں وہ سب کو گھیرے ہوئے ہے - جب وہ خالق ہے تو عالم کیوں نہ ہوگا جیسے فرمان ہے اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ الخ کیا وہ

نہیں جانے گا جو پیدا کرتا ہے' جو لطف و کرم والا اور بڑی خبرداری والا ہے اور ہو سکتا ہے کہ نگاہ سے مراد نگاہ والا ہو یعنی اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا اور وہ سب کو دیکھتا ہے۔ وہ ہر ایک کو نکالنے میں لطیف ہے اور ان کی جگہ سے خبیر ہے۔ واللہ اعلم جیسے کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو وعظ کہتے ہوئے فرمایا تھا کہ بیٹا اگر کوئی بھلائی یا برائی رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو خواہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں' اللہ اسے لائے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں آ چکیں۔ اب جو دیکھے وہ اس کا اپنا ہی نفع ہے۔ اور جو اندھا ہو جائے' اس کا وبال اسی پر ہے۔ میں تم پر کچھ محافظ تو نہیں ○ ہم تو اسی طرح سے نشانیاں بیان کر دیتے ہیں تا کہ وہ بھی قائل ہو جائیں کہ تو نے پڑھ سنایا اور اس لئے بھی کہ ہم اسے علم والوں کے لئے واضح کر دیں ○

ہدایت و شفا قرآن و حدیث میں ہے: ☆☆ (آیت: ۱۰۴-۱۰۵) بصائر سے مراد دلیلیں اور حجتیں ہیں جو قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ جو انہیں دیکھے اور ان سے نفع حاصل کرے' وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے جیسے فرمان ہے کہ راہ پانے والا اپنے لئے راہ پاتا ہے اور گمراہ ہونے والا اپنا ہی بگاڑتا ہے۔ یہاں بھی فرمایا' اندھا اپنا ہی نقصان کرتا ہے کیونکہ آخر گمراہی کا اسی پر اثر پڑتا ہے جیسے ارشاد ہے' آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں کے اندر دل اندھے ہو جاتے ہیں۔ میں تم پر نگہبان' حافظ' چوکیدار نہیں بلکہ میں تو صرف مبلغ ہوں' ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ جس طرح توحید کے دلائل واضح فرمائے' اسی طرح اپنی آیتوں کو کھول کھول کر تفسیر اور وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا تا کہ کوئی جاہل نہ رہ جائے اور مشرکین' مکذبین اور کافر یہ نہ کہہ دیں کہ تو نے اے نبی اہل کتاب سے یہ درس لیا ہے ان سے پڑھا ہے۔ انہی نے تجھے سکھایا ہے۔

ابن عباسؓ سے یہ معنی بھی مروی ہیں کہ تو نے پڑھ سنایا۔ تو نے جھگڑا کیا تو یہ اسی آیت کی طرح آیت ہو گی جہاں بیان ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ افْتَرٰهُ کافروں نے کہا کہ یہ تو صرف بہتان ہے جسے اس نے گھڑ لیا ہے اور دوسروں نے اس کی تائید کی ہے۔ اور آیتوں میں ان کے بڑے کا قول ہے کہ اس نے بہت کچھ غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا کہ یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔ یقیناً یہ انسانی قول ہے اور اس لئے کہ ہم علماء کے سامنے وضاحت کر دیں تا کہ وہ حق کے قائل اور باطل کے دشمن بن جائیں۔ رب کی مصلحت وہی جانتا ہے کہ جو ایک گروہ کو ہدایت اور دوسرے کو ضلالت عطا کرتا ہے۔ جیسے فرمایا' اس کے ساتھ بہت کو ہدایت کرتا ہے۔ اور بہت کو گمراہ کرتا ہے اور آیت میں ہے تا کہ وہ شیطان کے القا کو بیمار دلوں کے لئے سبب فتنہ کر دے اور فرمایا وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ الخ' یعنی ہم نے دوزخ کے پاسبان فرشتے مقرر کئے ہیں۔ ان کی مقررہ تعداد بھی کافروں کے لئے فتنہ ہے تا کہ اہل کتاب کامل یقین کر لیں۔ ایماندار ایمان میں بڑھ جائیں۔ اہل کتاب اور مومن شک و شبہ سے الگ ہو جائیں اور بیمار دل کفر والے کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کی کیا مراد ہے۔ اسی طرح جسے اللہ چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے۔ تیرے رب کے لشکروں کو بجز اس کے کوئی نہیں جانتا۔

اور آیت میں ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ الخ' یعنی ہم نے قرآن اتارا ہے جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے البتہ ظالموں کو تو نقصان ہی ملتا ہے۔ اور آیت میں ہے کہ یہ ایمان والوں کے لئے ہدایت و شفاء' اور بے ایمانوں کے کانوں میں بوجھ ہے اور ان پر اندھاپن غالب ہے۔ یہ دور کی جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں جن

سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن سے لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں اور گمراہ بھی ہوتے ہیں۔ دارست کی دوسری قرات درست بھی ہے یعنی پڑھا اور سیکھا اور یہ معنی ہیں کہ اسے تو مدت گزر چکی یہ تو پہلے سے لایا ہوا ہے' یہ تو پڑھایا گیا ہے اور سکھایا گیا ہے۔ ایک قرات میں درس بھی ہے لیکن یہ غریب ہے۔ ابی بن کعب فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے درست پڑھایا ہے۔

اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكُوۡا ؕ وَمَا جَعَلۡنٰكَ عَلَیۡهِمۡ حَفِیۡظًا ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡهِمۡ بِوَكِیۡلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمۡ ۪ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمۡ مَّرۡجِعُهُمۡ فَیُنَبِّئُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۰۸﴾

تیرے رب کی طرف سے جو وحی تیری طرف کی جارہی ہے' تو اس کی تابعداری کیے چلا جا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مشرکوں سے منہ پھیر لے ○ اگر تیرا رب چاہتا' یہ شرک ہی نہ کرتے' ہم نے تجھے ان کا نگہبان نہیں بنایا اور نہ تو ان پر وکیل ہے ○ جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں تم اے مسلمانو! انہیں گالیاں نہ دو کہ یہ ازروئے ظلم کے بےعلمی سے اللہ کو گالیاں نہ دے لیں' اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے اعمال ان کے لئے خوبصورت بنا دیئے ہیں پھر ان سب کا لوٹنا تو ان کے رب کی طرف ہی ہے پس وہ انہیں ان کے کردار پر متنبہ کرے گا ○

وحی کے مطابق عمل کرو: ☆☆ (آیت:۱۰۶-۱۰۷) حضورؐ کو اور آپؐ کی امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وحی الٰہ کی اتباع اور اسی کے مطابق عمل کرو۔ جو وحی اللہ کی جانب سے اترتی ہے' وہ سراسر حق ہے' اس کے حق ہونے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں۔ معبود برحق صرف وہی ہے۔ مشرکین سے درگزر کر' ان کی ایذا دہی پر صبر کر' ان کی بدزبانی برداشت کر لے' ان کی بدزبانی سن لے۔ یقین مان کہ تیری فتح کا' تیرے غلبہ کا' تیری طاقت وقوت کا وقت دور نہیں۔ اللہ کی مصلحتوں کو کوئی نہیں جانتا۔ دیر گو ہو لیکن اندھیر انہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت دیتا۔ اس کی مشیت اس کی حکمت وہی جانتا ہے' نہ کوئی اس سے باز پرس کر سکے نہ اس کا ہاتھ تھام سکے۔ وہ سب کا حاکم اور سب سے سوال کرنے پر قادر ہے۔ تو ان کے اقوال واعمال کا محافظ نہیں۔ تو ان کے رزق وغیرہ امور کا وکیل نہیں۔ تیرے ذمہ صرف اللہ کے حکم کو پہنچا دینا ہے جیسے فرمایا' نصیحت کر دے کیونکہ تیرا کام یہی ہے۔ تو ان پر داروغہ نہیں اور فرمایا' تمہاری ذمہ داری تو صرف پہنچا دینا ہے۔ حساب ہمارے ذمہ ہے۔

سودا بازی نہیں ہوگی: ☆☆ (آیت:۱۰۸) اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو اور آپ کے ماننے والوں کو مشرکین کے معبودوں کو گالیاں دینے سے منع فرماتا ہے گو کہ اس میں کچھ مصلحت بھی ہو لیکن اس میں مفسدہ بھی ہے اور وہ بہت بڑا ہے یعنی ایسا نہ ہو کہ مشرک اپنی نادانی سے اللہ کو گالیاں دینے لگ جائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ مشرکین نے ایسا ارادہ ظاہر کیا تھا اس پر یہ آیت اتری۔ قتادہؒ کا قول ہے کہ ایسا ہوا تھا اس لئے یہ آیت اتری اور ممانعت کر دی گئی۔ ابن ابی حاتم میں سدیؒ سے مروی ہے کہ ابو طالب کی موت کی بیماری کے وقت قریشیوں نے آپس میں کہا کہ چلو چل کر ابو طالب سے کہیں کہ وہ اپنے بھتیجے (حضرت محمد رسول ﷺ) کو روک دیں ورنہ یہ یقینی بات ہے کہ اب ہم اسے مار ڈالیں گے۔ ممکن ہے کہ عرب کی طرف سے آواز اٹھے کہ چچا کی موجودگی میں تو قریشیوں کی چلی نہیں' اس کی موت کے بعد مار ڈالا۔ یہ مشورہ کر کے ابوجہل' ابوسفیان' نضیر بن حارث' امیہ بن ابی خلف' عقبہ بن ابو معیط' عمرو بن عاص اور اسود بن بختری چلے۔ مطلب نامی ایک شخص کو ابو طالب

کے پاس بھیجا کہ وہ ان کے آنے کی خبر دیں اور اجازت لیں- اس نے جا کر کہا کہ آپ کی قوم کے سردار آپ سے ملنا چاہتے ہیں- ابو طالب نے کہا' بلا لو- یہ لوگ گئے اور کہنے لگے' آپ کو ہم اپنا بڑا اور سردار مانتے ہیں- آپ کو معلوم ہے کہ محمد (ﷺ) نے ہمیں ستا رکھا ہے- وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے- ہم چاہتے ہیں کہ آپ بلا کر منع کر دیجئے- ہم بھی اس سے رک جائیں گے- ابو طالب نے حضور ﷺ کو بلایا- آپ تشریف لائے ابو طالب نے کہا- آپ دیکھتے ہیں آپ کی قوم کے بڑے یہاں جمع ہیں- یہ سب آپ کے کنبے' قبیلے اور رشتے کے ہیں- یہ چاہتے ہیں کہ آپ انہیں اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیں- یہ بھی آپ کو اور آپ کے اللہ کو چھوڑ دیں گے- آپ نے فرمایا' خیر ایک بات میں کہتا ہوں- یہ سب لوگ سوچ سمجھ کر اس کا جواب دیں- میں ان سے صرف ایک کلمہ طلب کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اگر یہ میری ایک بات مان لیں تو تمام عرب ان کا ماتحت ہو جائے- تمام عجم ان کی مملکت میں آ جائے بڑی بڑی سلطنتیں انہیں خراج ادا کریں- یہ سن کر ابو جہل نے کہا' قسم ہے ایک ہی نہیں ایسی دس باتیں بھی اگر آپ کی ہوں تو ہم ماننے کو موجود ہیں- فرمایئے وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بس لا الہ الا اللہ کہہ دو- اس پر ان سب نے انکار کیا اور ناک بھوں چڑھائی- یہ بات دیکھ کر ابو طالب نے کہا پیارے بھتیجے اور کوئی بات کہو- دیکھو تمہاری قوم کے سرداروں کو تمہاری یہ بات پسند نہیں آئی- آپ نے فرمایا' چچا جان آپ مجھے کیا سمجھاتے ہیں- اللہ کی قسم مجھے اسی ایک کلمہ کی دھن ہے اگر یہ لوگ سورج کو لا کر میرے ہاتھ میں رکھ دیں جب بھی میں کوئی اور کلمہ نہیں کہوں گا- یہ سن کر وہ لوگ اور بگڑے اور کہنے لگے' بس ہم کہے دیتے ہیں کہ یا تو آپ ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے سے رک جائیں ورنہ پھر ہم بھی آپ کو اور آپ کے معبودوں کو گالیاں دیں گے- اس پر رب العالمین نے یہ آیت اتاری- اسی مصلحت کو مدنظر رکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' وہ ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو گالیاں دے- صحابہؓ نے کہا' حضور کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی کیسے دے گا؟ آپ نے فرمایا' اس طرح کہ یہ دوسرا اس کے باپ کو گالی دے- دوسرے کے باپ کو گالی دے- یہ کسی کی ماں کو گالی دے' وہ اس کی ماں کو-

پھر فرماتا ہے' اسی طرح اگلی امتیں بھی اپنی گمراہی کو اپنے حق میں ہدایت سمجھتی رہیں- یہ بھی رب کی حکمت ہے- یاد رہے کہ سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے' وہ انہیں ان کے سب برے بھلے اعمال کا بدلہ دے گا اور ضرور دے گا-

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا
قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ
لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰۹﴾

اللہ تعالیٰ کی پرزور قسمیں کھا کھا کر کفار نے کہا کہ اگر ان کے پاس کوئی نشان آئے گا تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے' تو کہہ دے کہ معجزے اللہ کے قبضے میں ہیں- مسلمانو تم کیا جانو؟ یہ لوگ تو نشانیاں آ جانے کے بعد بھی ایمان نہیں لائیں گے ○

معجزوں کے طالب لوگ : ☆☆ (آیت:۱۰۹) صرف مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اور اس لئے بھی کہ خود مسلمان شک و شبہ میں پڑ جائیں' کافر لوگ قسمیں کھا کھا کر بڑے زور سے کہتے تھے کہ ہمارے طلب کردہ معجزے ہمیں دکھا دیئے جائیں تو واللہ ہم بھی مسلمان ہو جائیں- اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ہدایت فرماتا ہے کہ آپ کہہ دیں کہ معجزے میرے قبضے میں نہیں- یہ اللہ کے ہاتھ میں ہیں- وہ چاہے دکھائے چاہے نہ دکھائے- ابن جریر میں ہے کہ مشرکین نے حضورؐ سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں' حضرت موسیٰؑ ایک پتھر پر لکڑی مارتے تھے تو اس سے بارہ چشمے نکلتے تھے اور حضرت عیسیٰؑ مردوں میں جان ڈال دیتے تھے اور حضرت ثمودؑ نے اونٹنی کا معجزہ دکھایا تھا تو آپ بھی جو معجزہ ہمیں

کہیں دکھا دیں، واللہ ہم سب آپ کی نبوت کو مان لیں گے، آپؐ نے فرمایا کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ صفا پہاڑ کو ہمارے لئے سونے کا بنا دیں۔

پھر تو قسم اللہ کی ہم سب آپ کو سچا جاننے لگیں گے۔ آپ کو ان کے اس کلام سے کچھ امید بندھ گئی اور آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کی۔ وہیں حضرت جبرئیلؑ آئے اور فرمانے لگے سنئے اگر آپ چاہیں تو اللہ بھی اس صفا پہاڑ کو سونے کا کر دے گا لیکن اگر یہ ایمان نہ لائے تو اللہ کا عذاب ان سب کو فنا کر دے گا ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے عذابوں کو روکے ہوئے ہے۔ ممکن ہے ان میں نیک سمجھ والے بھی ہوں اور وہ ہدایت پر آ جائیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں اللہ تعالیٰ میں صفا کا سونا نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ تو ان پر مہربانی فرما کر انہیں عذاب نہ کر اور ان میں سے جسے چاہ ہدایت نصیب فرما۔ اسی پر یہ آیتیں وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ تک نازل ہوئیں۔ یہ حدیث گو مرسل ہے لیکن اس کے شاہد بہت ہیں چنانچہ قرآن کریم میں اور جگہ ہے وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ یعنی معجزوں کے اتارے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ ان سے اگلوں نے بھی انہیں جھٹلایا۔ انها کی دوسری قرات اَنَّهَآ بھی ہے اور لَا يُؤْمِنُوْنَ کی دوسری قرات لاتومنون ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اے مشرکین کیا خبر ممکن ہے خود تمہارے طلب کردہ معجزوں کے آ جانے کے بعد بھی تمہیں ایمان لانا نصیب نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا کہ اس آیت میں خطاب مومنوں سے ہے یعنی اے مسلمانو تم نہیں جانتے' یہ لوگ ان نشانیوں کے ظاہر ہو چکنے پر بھی بے ایمان ہی رہیں گے۔ اس صورت میں اَنَّهَا الف کے زیر کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور الف کے زبر کے ساتھ بھی یشعر کم کا معمول ہو کر اور لایومنون کا لام اس صورت میں صلہ ہو گا جیسے آیت اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ میں۔

اور آیت وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ میں تو مطلب یہ ہوتا کہ اے مومنو تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اپنی من مانی اور منہ مانگی نشانی دیکھ کر ایمان لائیں گے بھی؟ اور یہ بھی کہا گیا کہ اَنَّهَا معنی میں لَعَلَّهَا کے ہے بلکہ حضرت ابی بن کعب کی قرات میں اَنَّهَا کے بدلے لَعَلَّهَا ہی ہے۔ عرب کے محاورے میں اور شعروں میں بھی یہی پایا گیا ہے۔ امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ اور اس کے بہت سے شواہد بھی انھوں نے پیش کئے ہیں۔ واللہ اعلم

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

ع ۱۳ / ۱۰ / ۱۹

ہم ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو الٹ دیں گے جیسا کہ یہ لوگ پہلی دفعہ اس پر ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں ہی بھٹکتا چھوڑ دیں گے ○

(آیت: ۱۱۰) پھر فرماتا ہے کہ ان کے انکار اور کفر کی وجہ سے ان کے دل اور ان کی نگاہیں ہم نے پھیر دی ہیں۔ اب یہ کسی بات پر ایمان لانے والے ہی نہیں۔ ایمان اور ان کے درمیان دیوار حائل ہو چکی ہے۔ روئے زمین کے نشانات دیکھ لیں گے تو بھی بے ایمان ہی رہیں گے۔ اگر ایمان قسمت میں ہوتا تو حق کی آواز پر پہلے ہی لبیک پکار اٹھتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بات سے پہلے یہ جانتا تھا کہ یہ کیا کہیں گے؟ اور ان کے عمل سے پہلے جانتا تھا کہ یہ کیا کریں گے؟ اسی لئے اس نے بتلا دیا۔ کہ ایسا ہو گا فرماتا ہے وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ اللہ تعالیٰ جو کامل خبر رکھنے والا ہے اور اس جیسی خبر اور کون دے سکتا ہے؟ اس نے فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے روز حسرت و افسوس کے ساتھ آرزو کریں گے کہ اگر اب لوٹ کر دنیا کی طرف جائیں تو نیک اور بھلے بن کر رہیں۔ لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بالفرض یہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو بھی یہ ایسے کے ایسے ہی

رہیں گے اور جن کاموں سے روکے گئے ہیں' انہی کو کریں گے' ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ یہاں بھی فرمایا کہ معجزوں کو دیکھنا بھی ان کے لئے مفید نہ ہو گا۔ ان کی نگاہیں حق کو دیکھنے والی ہی نہیں رہیں۔ ان کے دل میں حق کے لئے کوئی جگہ خالی ہی نہیں۔ پہلی بار ہی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوا۔ اسی طرح نشانوں کے ظاہر ہونے کے بعد بھی ایمان سے محروم رہیں گے۔ بلکہ اپنی سرکشی اور گمراہی میں ہی بہکتے اور بھٹکتے حیران و سرگرداں رہیں گے۔ (اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت رکھے۔ آمین)

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اگر ہم ان کے پاس فرشتے بھی اتارتے اور مردے بھی ان سے باتیں کرتے اور ہر چیز کو ہم ان کے سامنے بھی لا کر جمع کر دیتے تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ چاہے بلکہ ان میں کے اکثر نادانی کرتے ہیں ○ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن چند شریر انسانوں اور سرکش جنوں کو بنا دیا ہے کہ دھوکہ دہی کی غرض سے ایک دوسرے کے کان میں چکنی چپڑی باتیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ اگر تیرا رب چاہتا تو یہ شیاطین ایسی حرکت نہ کرتے۔ تو ان سے اور ان کی بہتان بازیوں سے بے نیاز ہو جا ○

فرماتا ہے کہ یہ کفار جو قسمیں کھا کھا کر تم سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی معجزہ وہ دیکھ لیتے تو ضرور ایمان لے آتے۔ یہ غلط کہتے ہیں۔ تمہیں ان کے ایمان لانے سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر فرشتے اترتے تو ہم مان لیتے لیکن یہ بھی جھوٹ ہے۔ فرشتوں کے آ جانے پر بھی اور ان کے کہہ دینے سے بھی کہ یہ رسول برحق ہیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ یہ صرف ایمان نہ لانے کے بہانے تراشتے ہیں کہ کبھی کہہ دیتے ہیں اللہ کو لے آ۔ کبھی کہتے ہیں فرشتوں کو لے آ۔ کبھی کہتے ہیں اگلے نبیوں جیسے معجزے لے آ۔ یہ سب حجت بازی اور حیلے حوالے ہیں۔ دلوں میں تکبر بھرا ہوا ہے۔ زبان سے سرکشی اور برائی ظاہر کرتے ہیں۔ اگر مردے بھی قبروں سے اٹھ کر آ جائیں اور کہہ دیں کہ یہ رسول برحق ہیں ان کے دلوں پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوگا۔ قُبُلًا کی دوسری قرات قِبَلًا ہے جس کے معنی مقابلے اور معائنہ کے ہوتے ہیں۔ ایک قول میں قُبُلًا کے معنی بھی یہی بیان کئے گئے ہیں۔ ہاں مجاہدؒ سے مروی ہے کہ اس کے معنی گروہ گروہ کے ہیں۔ ان کے سامنے اگر ایک ایک امت آ جاتی اور رسولوں کی صداقت کی گواہی دیتی تو بھی یہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ اللہ چاہے اس لئے کہ ہدایت کا مالک وہی ہے نہ کہ یہ۔ وہ جسے چاہے ہدایت دے دے۔ وہ جو کرنا چاہے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا اور وہ چونکہ حاکم کل ہے ہر ایک سے باز پرس کر سکتا ہے وہ علیم و حکیم ہے۔ حاکم و غالب و قاہر ہے۔ اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ الخ یعنی جن لوگوں کے ذمہ کلمہ عذاب ثابت ہو گیا ہے وہ تمام تر نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ المناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

ہر نبی کو ایذا دی گئی: ☆☆ (آیت: ۱۱۲) ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ آپؐ تنگ دل اور مغموم نہ ہوں جس طرح آپؐ کے زمانے کے یہ کفار آپ کی دشمنی کرتے ہیں اسی طرح ہر نبی کے زمانے کے کفار اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ دشمنی کرتے رہے ہیں جیسے اور آیت میں تسلی دیتے ہوئے فرمایا وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ الخ تجھ سے پہلے کے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا انہیں بھی ایذائیں پہنچائی گئیں جس پر انہوں نے صبر کیا۔ اور آیت میں کہا گیا ہے کہ تجھ سے بھی وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے نبیوں کو کہا گیا تھا۔ تیرا رب بڑی مغفرت ہے اور ساتھ ہی المناک عذاب کرنے والا بھی ہے۔ اور آیت میں وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ہم نے گنہگاروں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا ہے۔ یہی بات ورقہ بن نوفل نے آنحضرت ﷺ سے کہی تھی کہ آپ جیسی چیز جو رسول بھی لے کر آیا اس سے

وَلِتَصۡغٰۤی اِلَیۡہِ اَفۡـِٕدَۃُ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ وَلِیَرۡضَوۡہُ وَلِیَقۡتَرِفُوۡا مَا ہُمۡ مُّقۡتَرِفُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

یہ صرف اس لئے کہ ان لوگوں کے دل ان باتوں کی طرف مائل ہو جائیں جو آخرت کو نہیں مانتے اور وہ انہیں پسند کر لیں اور جس عمل کے لائق یہ ہیں کر گذریں ○

عداوت کی گئی۔ نبیوں کے دشمن شریر انسان بھی ہوتے ہیں اور جنات بھی۔ عَدُوًّا سے بدل شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ ہے۔ انسانوں میں بھی شیطان ہیں اور جنوں میں بھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا' کیا تم نے شیاطین انس وجن سے اللہ کی پناہ بھی مانگ لی؟ صحابیؓ نے پوچھا' کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں۔ یہ حدیث منقطع ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس مجلس میں آپ دیر تک تشریف فرما رہے۔ مجھ سے فرمانے لگے' ابوذر تم نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا یا رسول اللہؐ نہیں پڑھی' آپ نے فرمایا اٹھو اور دو رکعت ادا کر لو۔ جب میں فارغ ہو کر آیا تو فرمانے لگے' کیا تم نے انسانی و جناتی شیاطین سے اللہ کی پناہ مانگی تھی؟ میں نے کہا نہیں۔ کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اور وہ جنوں کے شیطانوں سے بھی زیادہ شریر ہیں۔ اس میں بھی انقطاع ہے۔

ایک متصل روایت مسند احمد میں مطول ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ مسجد کا ہے۔ اور روایت میں حضور ﷺ کا اس فرمان کے بعد یہ پڑھنا بھی مروی ہے کہ شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ یُوۡحِیۡ بَعۡضُہُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا۔ الغرض یہ حدیث بہت سی سندوں سے مروی ہے جس سے قوت صحت کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ عکرمہؒ سے مروی ہے کہ انسانوں میں شیطان نہیں' جنات کے شیطان ایک دوسرے سے کانا پھوسی کرتے ہیں' آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ انسانوں کے شیطان جو انسانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جنوں کے شیطان جو جنوں کو گمراہ کرتے ہیں جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے اپنی کارگزاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے فلاں کو اس طرح بہکایا۔ تو فلاں کو اس طرح بہکایا ایک دوسرے کو گمراہی کے طریقے بتاتے ہیں۔ اس سے امام ابن جریرؒ تو یہ سمجھے ہیں کہ شیطان تو جنوں سے ہی ہوتے ہیں لیکن بعض انسانوں پر لگے ہوئے ہوتے ہیں' بعض جنات پر۔ تو یہ مطلب عکرمہؒ کے قول سے تو ظاہر ہے۔ ہاں سدیؒ کے قول میں متحمل ہے۔ ایک قول میں عکرمہؒ اور سدیؒ دونوں سے یہ مروی ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' جنات کے شیاطین ہیں جو انہیں بہکاتے ہیں جیسے انسانوں کے شیان جو انہیں بہکاتے ہیں اور ایک دوسرے سے مل کر مشورہ دیتے ہیں کہ اسے اس طرح بہکا۔ صحیح وہی ہے جو حضرت ابوذرؓ والی حدیث میں اوپر گذرا۔ عربی میں ہر سرکش شریر کو شیطان کہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے سیاہ رنگ کے کتے کو شیطان فرمایا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ کتوں میں شیطان ہے واللہ اعلم۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں' کفار جن' کفار انسانوں کے کانوں میں صور پھونکتے رہتے ہیں۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں میں مختار ابن ابی عبید کے پاس گیا' اس نے میری بڑی تعظیم و تکریم کی اپنے ہاں مہمان بنا کر ٹھہرایا رات کو بھی شاید اپنے ہاں سلاتا لیکن مجھ سے اس نے کہا کہ جاؤ لوگوں کو کچھ سناؤ میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا آپ وحی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ میں نے کہا وحی کی دو قسمیں ہیں ایک اللہ کی طرف سے جیسے فرمان ہے بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ اور دوسری وحی شیطانی جیسے فرمان ہے شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ یُوۡحِیۡ بَعۡضُہُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ الخ اتنا سنتے ہی لوگ میرے اوپر پل پڑے۔ قریب تھا کہ پکڑ کر مار پیٹ شروع کر دیں' میں نے کہا ارے بھائیو! یہ تم میرے ساتھ کیا کرنے لگے؟ میں نے تو تمہارے سوال کا جواب دیا اور میں تو تمہارا مہمان ہوں چنانچہ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ مختار ملعون لوگوں سے کہتا تھا کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ اس کی بہن حضرت صفیہ حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں اور بڑی دیندار تھیں۔

جب حضرت عبداللہ کو مختار کا یہ قول معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا وہ ٹھیک کہتا ہے۔ قرآن میں ہے وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ یعنی شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی لے جاتے ہیں۔ الغرض ایسے متکبر سرکش جنات وانس آپس میں ایک دوسرے کو دھوکے بازی کی باتیں سکھاتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر اور چاہت ومشیت ہے۔ وہ ان کی وجہ سے اپنے نبیوں کی اولوالعزمی اپنے بندوں کو دکھا دیتا ہے۔ تو ان کی عداوت کا خیال بھی نہ کر۔ ان کا جھوٹ تجھے کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ تو اللہ پر بھروسہ رکھ۔ اسی پر توکل کر اور اپنے کام اسے سونپ کر بے فکر ہو جا۔ وہ تجھے کافی ہے اور وہی تیرا مددگار ہے۔ یہ لوگ جو اس طرح کی خرافات کرتے ہیں' یہ محض اس لئے کہ بے ایمانوں کے دل' ان کی نگاہیں اور ان کے کان ان کی طرف جھک جائیں۔ وہ ایسی باتوں کو پسند کریں۔ اس سے خوش ہو جائیں۔ پس ان کی باتیں وہی قبول کرتے ہیں جنہیں آخرت پر ایمان نہیں ہوتا۔ ایسے واصل جہنم ہونے والے بہکے ہوئے لوگ ہی ان کی فضول اور چکنی چپڑی باتوں میں پھنس جاتے ہیں۔ پھر وہ کرتے ہیں جو ان کے قابل ہے۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝۱۱۴ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۱۵

کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو فیصلہ کرنے والا تلاش کروں؟ حالانکہ اسی نے تفصیل وار کتاب نازل فرمائی ہے جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے' وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ بلاشبہ تیرے رب کی طرف سے ہی حق کے ساتھ اتاری گئی ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا ○ تیرے رب کی بات صداقت وعدالت کے ساتھ کامل ہو گئی۔ اس کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ○

اللہ کے فیصلے اٹل ہیں: ☆☆ (۱۱۴-۱۱۵) حکم ہوتا ہے کہ مشرک جو کہ اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کر رہے ہیں' ان سے کہہ دیجئے کہ کیا میں آپس میں فیصلہ کرنے والا بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو تلاش کروں؟ اسی نے صاف کھلے فیصلے کرنے والی کتاب نازل فرما دی ہے۔ یہود و نصاریٰ جو صاحب کتاب ہیں اور جن کے پاس اگلے نبیوں کی بشارتیں ہیں' وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ قرآن کریم اللہ کی طرف سے حق کے ساتھ نازل شدہ ہے۔ تجھے شکی لوگوں میں نہ ملنا چاہئے۔ جیسے فرمان ہے فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الخ' یعنی ہم نے جو کچھ وحی تیری طرف اتاری ہے' اگر تجھے اس میں شک ہو تو جو لوگ اگلی کتابیں پڑھتے ہیں تو ان سے پوچھ لے۔ یقین مان کہ تیرے رب کی جانب سے تیری طرف حق اتر چکا ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں نہ ہو۔ یہ شرط ہے اور شرط کا واقع ہونا کچھ ضروری نہیں۔ اسی لئے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا' نہ میں شک کروں نہ کسی سے سوال کروں۔ تیرے رب کی باتیں صداقت میں پوری ہیں۔ اس کا ہر حکم عدل ہے۔ وہ اپنے حکم میں بھی عادل ہے اور خبروں میں صادق ہے اور یہ خبر صداقت پر مبنی ہے۔ جو خبریں اس نے دی ہیں' وہ بلاشبہ درست ہیں اور جو حکم فرمایا ہے'

وہ سراسر عدل ہے۔ اور جس چیز سے روکا' وہ یکسر باطل ہے۔ کیونکہ وہ جس چیز سے روکتا ہے' وہ برائی والی ہی ہوتی ہے۔ جیسے فرمان ہے یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وہ انہیں بھلی باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کے فرمان کو بدل سکے۔ اس کے حکم اٹل ہیں۔ دنیا میں کیا اور آخرت میں کیا' اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا۔ اس کا تعاقب کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے بندوں کی باتیں سنتا ہے اور ان کی حرکات و سکنات کو بخوبی جانتا ہے۔ ہر عامل کو اس کے برے بھلے عمل کا بدلہ ضرور دے گا۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا
يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ
سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾

دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اگر تو ان کے کہے پر چلے تو وہ تجھے راہ اللہ سے بھٹکا دیں۔ وہ تو صرف گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور اٹکل پچو باتیں ہی بناتے ہیں۔ تیرا رب ہی انہیں بخوبی جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ جو راہ راست پر ہیں' انہیں بھی وہی خوب جانتا ہے ○

بیکار خیالوں میں گرفتار لوگ: ☆☆ (آیت:۱۱۶-۱۱۷) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اکثر لوگ دنیا میں گمراہ کن ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ اور جگہ ہے وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ گو تو حرص کرے لیکن اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔ پھر یہ لوگ اپنی گمراہی میں بھی کسی یقین پر نہیں' صرف باطل گمان اور بیکار خیالوں کا شکار ہیں۔ اندازے سے باتیں بنا لیتے ہیں۔ پھر ان کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ خیالات کے پیرو ہیں۔ توہم پرستی میں گھرے ہوئے ہیں یہ سب مشیت الٰہی ہے۔ وہ گمراہوں کو بھی جانتا ہے اور ان پر گمراہیاں آسان کر دیتا ہے۔ وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی واقف ہے اور انہیں ہدایت آسان کر دیتا ہے۔ ہر شخص پر وہی کام آسان ہوتے ہیں جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ
مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ۭ وَاِنَّ
كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَاۗىِٕهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ
بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ
الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھا لیا کرو اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہو ○ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ جو چیزیں تم

پر حرام کی گئی ہیں، وہ کھول کھول کر بیان ہو چکی ہیں بجز اس حالت کے کہ تم ان چیزوں کی طرف بے بس کر دیئے جاؤ۔ اکثر لوگ صرف اپنی خواہشوں کی بنا پر بغیر علم کے دوسروں کو بہکاتے رہتے ہیں۔ ہر ایک حد سے تجاوز کرنے والے کو اللہ بخوبی جانتا ہے ○ کھلے چھپے ہر قسم کے گناہ چھوڑ دو۔ گنہگاریاں کرنے والوں کو ان کی کی گنہگاریوں کی سزا یقیناً دی جائے گی ○

صرف اللہ تعالیٰ کے نام کا ذبیحہ حلال باقی سب حرام: ☆☆ (آیت: ۱۱۸-۱۱۹) حکم بیان ہو رہا ہے کہ جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اسے کھا لیا کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جانور کے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا کھانا مباح نہیں۔ جیسے مشرکین از خود مر گیا ہوا مردار جانور، بتوں اور تھالوں پر ذبح کیا ہوا جانور کھا لیا کرتے تھے۔ کوئی وجہ نہیں کہ جن حلال جانوروں کو شریعت کے حکم کے مطابق ذبح کیا جائے اس کے کھانے میں حرج سمجھا جائے بالخصوص اس وقت کہ ہر حرام جانور کا بیان کھول کھول کر کر دیا گیا ہے۔ فصل کی دوسری قرات فصل ہے وہ حرام جانور کھانے ممنوع ہیں سوائے مجبوری اور سخت بے بسی کے کہ اس وقت جو مل جائے اس کے کھا لینے کی اجازت ہے۔ پھر کافروں کی زیادتی بیان ہو رہی ہے کہ وہ مردار جانور کو اور ان جانوروں کو جن پر اللہ کے سوا دوسروں کے نام لئے گئے ہوں حلال جانتے تھے۔ یہ لوگ بلا علم صرف خواہش پرستی کر کے دوسروں کو بھی راہ حق سے ہٹا رہے ہیں۔ ایسوں کی افترا پردازی دروغ بافی اور زیادتی کو اللہ بخوبی جانتا ہے۔

(آیت: ۱۲۰) ظاہری اور باطنی گناہوں کو ترک کر دو۔ چھوٹے بڑے پوشیدہ اور ظاہر، ہر گناہ کو چھوڑ دو۔ نہ کھلی بدکار عورتوں کے ہاں جاؤ نہ چوری چھپے بدکاریاں کرو۔ کھلم کھلا ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔ غرض ہر گناہ سے دور رہو۔ کیونکہ ہر بدکاری کا برا بدلہ ہے۔ حضورؐ سے سوال ہوا کہ گناہ کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو نہ چاہے کہ کسی کو اس کی اطلاع ہو جائے۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ
الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ
إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾ ع ۱۱

جس پر نام اللہ نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ۔ اس کا کھانا کھلی نافرمانی ہے۔ شیطان اپنے ڈھب کے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تا کہ وہ تم سے کج بحثی کریں۔ اگر تم نے ان کا کہا مان لیا تو تمہارے بھی مشرک ہونے میں کوئی شک نہیں ○

سدھائے ہوئے کتوں کا شکار: ☆☆ (آیت: ۱۲۱) یہی آیت ہے جس سے بعض علماء نے یہ سمجھا ہے کہ گو کسی مسلمان نے ہی ذبح کیا ہو لیکن اگر بوقت ذبح اللہ کا نام نہیں لیا تو اس ذبیحہ کا کھانا حرام ہے، اس بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔ ایک تو وہی جو مذکور ہوا۔ خواہ جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیا ہو یا بھول کر۔ اس کی دلیل آیت فَكُلُوا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ ہے یعنی جس شکار کو تمہارے شکاری کتے روک رکھیں، تم اسے کھا لو اور اللہ کا نام اس پر لو۔ اس آیت میں اسی کی تاکید کی اور فرمایا کہ یہ کھلی نافرمانی ہے یعنی اس کا کھانا۔ یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔ احادیث میں بھی شکار کے اور ذبیحہ کے متعلق حکم وارد ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں، جب تو اپنے سدھائے ہوئے کتے کو اللہ کا نام لے کر چھوڑے، جس جانور کو وہ تیرے لئے پکڑ کر روک لے تو اسے کھا لے۔ اور حدیث میں ہے، جو چیز خون بہا دے

اور اللہ کا نام بھی اس پر لیا گیا ہو' اسے کھالیا کرو- جنوں سے حضورؐ نے فرمایا تھا' تمہارے لئے ہر وہ ہڈی غذا ہے جس پر اللہ کا نام لیا جائے- عید کی قربانی کے متعلق آپؐ کا ارشاد مروی ہے کہ جس نے نماز عید پڑھنے سے پہلے ہی ذبح کر لیا' وہ اس کے بدلے دوسرا جانور ذبح کرلے اور جس نے قربانی نہیں کی وہ ہمارے ساتھ عید کی نماز پڑھے پھر اللہ کا نام لے کر اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کرے- چند لوگوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ بعض نومسلم ہمیں گوشت دیتے ہیں- کیا خبر انہوں نے ان جانوروں کے ذبح کرنے کے وقت اللہ کا نام بھی لیا یا نہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا' تم ان پر اللہ کا نام لو اور کھالو-

الغرض اس حدیث سے بھی یہ مذہب قوی ہوتا ہے کیونکہ صحابہؓ نے بھی سمجھا کہ بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور یہ لوگ احکام اسلام سے صحیح طور پر واقف نہیں- ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں- کیا خبر اللہ کا نام لیتے بھی ہیں یا نہیں؟ تو حضورؐ نے انہیں بطور مزید احتیاط فرما دیا کہ تم خود اللہ کا نام لے لو تاکہ بالفرض انہوں نے نہ بھی لیا ہو تو یہ اس کا بدلہ ہو جائے- ورنہ ہر مسلمان پر ظاہراً حسن ظن ہی ہوگا- دوسرا قول اس مسئلہ میں یہ ہے کہ بوقت ذبح بسم اللہ کا پڑھنا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے- اگر چھوٹ جائے گو وہ عمداً ہو یا بھول کر' کوئی حرج نہیں- اس آیت میں جو فرمایا گیا ہے کہ یہ فسق ہے' اس کا مطلب یہ لوگ یہ لیتے ہیں کہ اس سے مراد غیر اللہ کے لئے ذبح کیا ہوا جانور ہے جیسے اور آیت میں ہے اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ بقول عطا ان جانوروں سے روکا گیا ہے جنہیں کفار اپنے معبودوں کے نام ذبح کرتے تھے اور مجوسیوں کے ذبیحہ سے بھی ممانعت کی گئی- اس کا جواب بعض متاخرین نے یہ بھی دیا ہے کہ وَاِنَّهٗ (سورۂ انعام-۱۲۱) میں واؤ حالیہ ہے تو فسق اسی وقت ہوگا جب اسے غیر اللہ کے نام کا مان لیں اور یہ واؤ عطف کا ہو نہیں سکتا ورنہ اس سے جملہ اسمیہ جریہ کا عطف جملہ فعلیہ حالیہ پر لازم آئے گا- لیکن یہ دلیل اس کے بعد کے جملے وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ سے ہی ٹوٹ جاتی ہے اس لئے کہ وہ تو یقیناً عاطفہ جملہ ہے- تو جس اگلے واؤ کو حالیہ کہا گیا ہے' اگر اسے حالیہ مان لیا جائے تو پھر اس پر اس جملے کا عطف ناجائز ہوگا اور اگر اسے پہلے کے حالیہ جملے پر عطف ڈالا جائے تو جو اعتراض یہ دوسرے پر وارد کر رہے تھے' وہی ان پر پڑے گا- ہاں اگر اس واؤ کو حالیہ نہ مانا جائے تو یہ اعتراض ہٹ سکتا ہے لیکن جو بات اور دعویٰ تھا' وہ سرے سے باطل ہو جائے گا- واللہ اعلم-

ابن عباسؓ کا قول ہے' مراد اس سے مردار جانور ہے جو اپنی موت آپ مر گیا ہو- اس مذہب کی تائید ابوداؤد کی ایک مرسل حدیث سے بھی ہو سکتی ہے جس میں حضورؐ کا فرمان ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے- اس نے اللہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو کیونکہ اگر وہ لیتا تو اللہ کا نام ہی لیتا- اس کی مضبوطی دار قطنی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا' جب مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام نہ ذکر کرے تو کھالیا کرو کیونکہ مسلمان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے- اسی مذہب کی دلیل میں وہ حدیث بھی پیش ہو سکتی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نومسلموں کے ذبیحہ کے کھانے کی جس میں دونوں احتمال تھے' آپ نے اجازت دی- تو اگر بسم اللہ کا کہنا شرط اور لازم ہوتا تو حضور تحقیق کرنے کا حکم دیتے- تیسرا قول یہ ہے کہ اگر بسم اللہ کہنا بوقت ذبح بھول گیا ہے تو ذبیحہ حلال ہے اور اگر قصداً نہیں کہی تو حلال نہیں- ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ سے پہلے اس بات پر اجماع تھا کہ جس ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ نہ کہی جائے' وہ حرام ہے- اسی لئے امام ابو یوسف اور مشائخ نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم اسے بیچنے کا حکم بھی دے تو وہ حکم جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ اجماع کے خلاف ہے- لیکن صاحب ہدایہ کا یہ قول محض غلط ہے- امام شافعیؒ سے پہلے بھی بہت سے ائمہ اس کے خلاف تھے- چنانچہ اوپر جو دوسرا مذہب بیان ہوا ہے کہ بسم اللہ پڑھنا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے' یہ امام شافعیؒ کا' ان کے سب ساتھیوں کا اور ایک روایت میں امام احمدؒ کا اور امام مالکؒ کا اور اشہب بن عبدالعزیز کا مذہب ہے اور یہی بیان کیا گیا ہے- حضرت ابن عباسؓ' حضرت ابو ہریرہؓ' حضرت عطا بن ابی رباحؒ کا اس سے اختلاف ہے- پھر اجماع کا دعویٰ کرنا کیسے درست ہو

سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

امام ابوجعفر بن جریر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے بوقت ذبح بسم اللہ بھول کر نہ کہے جانے پر بھی ذبیحہ حرام کہا ہے' انہوں نے اور دلائل سے اس حدیث کی بھی مخالفت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مسلم کو اس کا نام ہی کافی ہے۔ اگر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کرنا بھول گیا تو اللہ کا نام لے اور کھالے۔ یہ حدیث بیہقی میں ہے لیکن اس کا مرفوع روایت کرنا خطا ہے اور یہ خطا معقل بن عبداللہ خرزمی کی ہے۔ ہیں تو یہ صحیح مسلم کے راویوں میں سے مگر سعید بن منصور اور عبداللہ بن زبیر حمیری اسے عبداللہ بن عباسؓ سے موقوف روایت کرتے ہیں۔ بقول امام بیہقیؒ یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبی اور محمد بن سیرین اس جانور کا کھانا مکروہ جانتے تھے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ گو بھول سے ہی رہ گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ سلف کراہت کا اطلاق حرمت پر کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔ ہاں یہ یاد رہے کہ امام ابن جریرؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ ان دو ایک قولوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے جو جمہور کے مخالف ہوں اور اسے اجماع شمار کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔ امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میرے پاس بہت سے پرند ذبح شدہ آئے ہیں۔ ان میں سے بعض کے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہے اور بعض پر بھول سے رہ گئی ہے اور سب خلط ملط ہو گئے ہیں۔ آپ نے فتویٰ دیا کہ سب کھالو۔ پھر محمد بن سیرینؒ سے یہی سوال ہوا تو آپ نے فرمایا' جن پر اللہ کا ذکر نام نہیں کیا گیا' انہیں نہ کھاؤ۔ اس تیسرے مذہب کی دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا کو' بھول کو اور جس کام پر زبردستی کی جائے' اس کو معاف فرما دیا ہے۔ لیکن اس میں ضعف ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ بتایئے تو ہم میں سے کوئی شخص ذبح کرے اور بسم اللہ کہنا بھول جائے؟ آپ نے فرمایا' اللہ کا نام ہر مسلمان کی زبان پر ہے (یعنی وہ حلال ہے) لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے۔ مروان بن سالم ابو عبداللہ شامی اس حدیث کا راوی ہے اور ان پر بہت سے آئمہ نے جرح کی ہے۔ واللہ اعلم۔ میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اس میں تمام مذاہب اور ان کے دلائل وغیرہ تفصیل سے لکھے ہیں اور پوری بحث کی ہے۔ بظاہر دلیلوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی مسلمان کی زبان سے جلدی میں یا بھولے سے یا کسی اور وجہ سے نہ نکلے اور ذبح ہو گیا تو وہ حرام نہیں ہوتا (واللہ اعلم مترجم) عام اہل علم تو کہتے ہیں کہ اس آیت کا کوئی حصہ منسوخ نہیں لیکن بعض حضرات کہتے ہیں' اس میں اہل کتاب کے ذبیحہ کا استثنا کر لیا گیا ہے اور ان کا ذبح کیا ہوا حلال جانور کھالینا ہمارے ہاں حلال ہے۔ تو گو وہ اپنی اصطلاح میں اسے نسخ سے تعبیر کریں لیکن دراصل یہ ایک مخصوص صورت ہے۔

پھر فرمایا کہ شیطان اپنے ولیوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب کہا گیا کہ مختار گمان کرتا ہے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا' وہ ٹھیک کہتا ہے۔ شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ اس وقت مختار حج کو آیا ہوا تھا۔ ابن عباسؓ کے اس جواب سے کہ وہ سچا ہے' اس شخص کو سخت تعجب ہوا۔ اس وقت آپ نے تفصیل بیان فرمائی کہ ایک تو اللہ کی وحی جو آنحضرتؐ کی طرف آئی اور ایک شیطانی وحی ہے جو شیطان کے دوستوں کی طرف آتی ہے۔ شیطانی وساوس کو لے کر لشکر شیطان اللہ والوں سے جھگڑتے ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ یہ کیا اندھیر ہے؟ کہ ہم اپنے ہاتھ سے مارا ہوا جانور تو کھائیں اور جسے اللہ مار دے یعنی اپنی موت آپ مر جائے اسے نہ کھائیں؟ اس پر ایک آیت اتری اور بیان فرمایا کہ وجہ حلت اللہ کے نام کا ذکر ہے۔ لیکن ہے یہ قصہ غور طلب۔ اولاً اس وجہ سے کہ یہودی از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں جانتے تھے

دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یہودی تو مدینے میں تھے اور یہ پوری سورت مکہ میں اتری ہے- تیسرے یہ کہ یہ حدیث ترمذی میں مروی ہے طبرانی میں ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد کہ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھالو اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ تو اہل فارس نے قریشیوں سے کہلوا بھیجا کہ آنحضرت ﷺ سے وہ جھگڑیں اور کہیں کہ جسے تم اپنی چھری سے ذبح کرو وہ تو حلال اور جسے اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے خود ذبح کرے وہ حرام؟ یعنی میتہ از خود مرا ہوا جانور- اس پر یہ آیت اتری- پس شیاطین سے مراد فارسی ہیں اور ان کے اولیاء قریش ہیں- اور بھی اس طرح کی بہت سی روایتیں کئی ایک سندوں سے مروی ہیں لیکن کسی میں بھی یہود کا ذکر نہیں-

پس صحیح یہی ہے کیونکہ آیت مکی ہے اور یہود مدینے میں تھے اور اس لئے بھی کہ یہودی خود مردار خوار نہ تھے- ابن عباسؓ فرماتے ہیں' جسے تم نے ذبح کیا' یہ تو وہ ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اور جو از خود مر گیا' وہ ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا- مشرکین قریش فارسیوں سے خط و کتابت کر رہے تھے اور رومیوں کے خلاف انہیں مشورے اور امداد پہنچاتے تھے اور فارسی قریشیوں سے خط و کتابت رکھتے تھے اور آنحضرتؐ کے خلاف انہیں اکساتے اور ان کی امداد کرتے تھے- اسی میں انہوں نے مشرکین کی طرف یہ اعتراض بھی بھیجا تھا اور مشرکین نے صحابہؓ سے یہی اعتراض کیا اور بعض صحابہؓ کے دل میں بھی یہ بات کھٹکی- اس پر یہ آیت اتری- پھر فرمایا' اگر تم نے ان کی تابعداری کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے کہ تم نے اللہ کی شریعت اور فرمان کے خلاف دوسرے کی مان لی اور یہی شرک ہے کہ اللہ کے قول کے مقابل دوسرے کا قول مان لیا چنانچہ قرآن کریم میں ہے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو الہ بنا لیا ہے- ترمذی میں ہے کہ جب حضرت عدی بن حاتمؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضورؐ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی تو آپؐ نے فرمایا' انہوں نے حرام کو حلال کہا اور حلال کو حرام کہا اور انہوں نے ان کا کہنا مانا- یہی عبادت ہے-

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

کیا ایک وہ شخص جو مردہ تھا' پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اسے ایک نور عطا فرمایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے' مثل اس شخص کے ہے' جس کی حالت یہ ہو کہ وہ اندھیریوں میں گھرا ہوا ہو جس سے نکل نہیں سکتا- ٹھیک اسی طرح کافروں کے لئے ان کے اعمال خوبصورت کر دیئے گئے ہیں ○

مومن اور کافر کا تقابلی جائزہ: ☆☆ (آیت:۱۲۲) مومن اور کافر کی مثال بیان ہو رہی ہے- ایک تو وہ جو پہلے مردہ تھا یعنی کفر و گمراہی کی حالت میں حیران و سرگشتہ تھا- اللہ نے اسے زندہ کیا' ایمان و ہدایت بخشی- اتباع رسولؐ کا چسکا دیا- قرآن جیسا نور عطا فرمایا جس کے منور احکام کی روشنی میں وہ اپنی زندگی گزارتا ہے- اسلام کی نورانیت اس کے دل مین رچ گئی ہے' دوسرا وہ جو جہالت و ضلالت کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے جو ان میں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا- کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح مسلم و کافر میں بھی تفاوت ہے- نور و ظلمت کا فرق اور ایمان و کفر کا فرق ظاہر ہے' اور آیت میں ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ ایمان داروں کا ولی اللہ تعالیٰ ہے- وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور کافروں کے ولی طاغوت ہیں جو انہیں نور سے ہٹا کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں- یہ ابدی جہنمی ہیں-

اور آیت میں ہے اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖ یعنی خمیدہ قامت والا' ٹیڑھی راہ چلنے والا اور سیدھے قامت والا' سیدھی

راہ چلنے والا کیا برابر ہے؟ اور آیت میں ہے' ان دونوں فرقوں کی مثال اندھے بہرے اور سنتے دیکھتے کی طرح ہے کہ دونوں میں فرق نمایاں ہے افسوس پھر بھی تم عبرت حاصل نہیں کرتے اور جگہ فرمان ہے' اندھا اور بینا' اندھیرا اور روشنی' سایہ اور دھوپ' زندے اور مردے برابر نہیں۔ اللہ جسے چاہے سنا دے لیکن تو قبر والوں کو سنا نہیں سکتا۔ تو تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے۔ اور بھی آیتیں اس مضمون کی بہت سی ہیں۔ اس سورت کے شروع میں ظلمات اور نور کا ذکر تھا۔ اسی مناسبت سے یہاں بھی مومن اور کافر کی یہی مثال بیان فرمائی گئی۔

بعض کہتے ہیں' مراد اس سے وہ خاص معین شخص ہیں جیسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہ یہ پہلے گمراہ تھے۔ اللہ نے انہیں اسلامی زندگی بخشی اور انہیں نور عطا فرمایا جسے لے کر لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ظلمات میں جو پھنسا ہوا ہے' اس سے مراد ابو جہل ہے۔ صحیح یہی ہے کہ آیت عام ہے۔ ہر مومن اور کافر کی مثال ہے۔ کافروں کی نگاہ میں ان کی اپنی جہالت و ضلالت اسی طرح آراستہ و پیراستہ کر کے دکھائی جاتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر ہے کہ وہ اپنی برائیوں کو ہی اچھائیاں سمجھتے ہیں۔ مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کر کے پھر اپنا نور ان پر ڈالا' جسے اس نور کا حصہ ملا اس نے دنیا میں آ کر راہ پائی اور جو وہاں محروم رہا' وہ یہاں بھی بہکا ہی رہا۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جاتا ہے۔ اور جیسے فرمان ہے اندھا اور دیکھتا اور اندھیرا اور روشنی برابر نہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا
فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا
جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ
اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ
اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

اسی طرح ہم نے ہر شہر میں وہاں کے فاسق رئیسوں کو پیدا کر دیا ہے کہ وہ وہاں فساد مچاتے رہیں۔ دراصل یہ اپنے ہی حق میں فتنہ انگیزیاں کر رہے ہیں لیکن ہیں بھی بے سمجھ ○ ان کے پاس جب کبھی کوئی نشانی پہنچتی ہے' کہہ دیتے ہیں کہ جب تک خود ہمیں اسی جیسا نہ دیا جائے جو اللہ کے نبیوں کو دیا گیا ہے' ہم ہرگز نہیں ماننے کے۔ اپنی پیغمبری کے لائق جگہ کا زیادہ جاننے والا اللہ ہی ہے۔ ان گنہگاروں کو ابھی ہی اللہ کے پاس کی ذلت اور بڑے بھاری عذاب ان کے فتنہ انگیزیوں کے بدلے ہوں گے ○

بستیوں کے رئیس گمراہ ہو جائیں تو تباہی کی علامت ہوتے ہیں: ☆☆ (آیت: ۱۲۳-۱۲۴) ان آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی تسکین فرماتا ہے اور ساتھ ہی کفار کو ہوشیار کرتا ہے۔ فرماتا ہے کہ جیسے آپ کی اس بستی میں رؤسائے کفر موجود ہیں جو دوسروں کو بھی دین برحق سے روکتے ہیں' اس طرح ہر پیغمبر کے زمانے میں اس کی بستی میں کفر کے ستون اور مرکز رہے ہیں لیکن آخر کار وہ غارت اور تباہ ہوتے ہیں اور نتیجہ ہمیشہ نبیوں کا ہی اچھا رہتا ہے۔ جیسے فرمایا کہ ہر نبی کے دشمن ان کے زمانے کے گنہگار رہے۔ اور آیت میں ہے' ہم جب کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے رئیسوں کو کچھ حکم احکام دیتے ہیں جس میں وہ کھلم کھلا ہماری نافرمانی کرتے ہیں۔ پس اطاعت سے گریز کرنے پر عذابوں میں گھر جاتے ہیں۔ وہاں کے شریر لوگ اوج پر آ جاتے ہیں' پھر بستی ہلاک ہوتی ہے اور قسمت کا ان مٹ لکھا سامنے آ جاتا ہے۔

چنانچہ اور آیتوں میں ہے کہ جہاں کہیں کوئی پیغمبر آیا' وہاں کے رئیسوں اور بڑے لوگوں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ ہم تمہاری رسالت کے منکر ہیں - مال میں' اولاد میں' ہم تم سے زیادہ ہیں اور ہم اسے بھی مانتے نہیں کہ ہمیں سزا - ہو اور آیت میں ہے کہ ہم نے جس بستی میں جس رسول کو بھیجا وہاں کے بڑے لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو جس طریقے پر اپنے بڑوں کو پایا ہے' ہم تو اسی پر چلے چلیں گے - مکر سے مراد گمراہی کی طرف بلانا ہے اور اپنی چکنی چپڑی باتوں میں لوگوں کو پھنسانا ہے جیسے کہ قوم نوح کے بارے میں ہے وَمَکَرُوْا مَکْرًا کُبَّارًا قیامت کے دن بھی جبکہ یہ ظالم اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے' ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرائیں گے' چھوٹے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے ہم تو مسلمان ہو جاتے' وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تمہیں ہدایت سے کب روکا تھا؟ تم تو خود گنہگار تھے - یہ کہیں گے' تمہاری دن رات کی فتنہ انگیزیوں نے اور کفر و شرک کی دعوت نے ہمیں گمراہ کر دیا - مکر کے معنی حضرت سفیانؒ نے ہر جگہ عمل کے کئے ہیں -

پھر فرماتا ہے کہ ان کے مکر کا وبال انہی پر پڑے گا لیکن انہیں اس کا شعور نہیں - جن لوگوں کو انہوں نے بہکایا ان کا وبال بھی انہیں کے دوش پر ہو گا جیسے فرمان ہے وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ مَّعَ اَثْقَالِهِمْ یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ ان کے بوجھ بھی ڈھوئیں گے - جن کو بے عملی کے ساتھ انہوں نے بہکایا تھا - جب کوئی نشان اور دلیل دیکھتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ کچھ بھی ہو جب تک اللہ کا پیغام فرشتے کی معرفت خود ہمیں نہ آئے ہم تو باور کرنے والے نہیں - کہا کرتے تھے کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں ہوتے؟ اللہ ہمیں اپنا دیدار کیوں نہیں دکھاتا؟ حالانکہ رسالت کے مستحق کی اصلی جگہ کو اللہ ہی جانتا ہے - ان کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے رئیس پر یہ قرآن کیوں نہیں اترا؟ جس کے جواب میں اللہ عزوجل نے فرمایا' کیا تیرے رب کی رحمت کے تقسیم کرنے والے وہ ہیں؟ پس مکے یا طائف کے کسی رئیس پر قرآن کے نازل نہ ہونے سے وہ آنحضرتؐ کی تحقیر کا ارادہ کرتے تھے اور یہ صرف ضد اور تکبر کی بنا پر تھا -

جیسے فرمان ہے کہ تجھے دیکھتے ہی یہ لوگ مذاق اڑاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ کیا یہی ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے؟ یہ لوگ ذکر رحمٰن کے منکر ہیں - کہا کرتے تھے کہ اچھا یہی ہیں جنہیں اللہ نے اپنا رسول بنایا؟ نتیجہ یہ ہوا کہ ان مسخروں کا مسخرا پن انہی پر الٹا پڑا - انہیں ماننا ہی پڑا تھا کہ آپ شریف النسب ہیں - آپ سچے اور امین ہیں - یہاں تک کہ نبوت سے پہلے قوم کی طرف سے آپ کو امین کا خطاب ملا تھا - ابوسفیان جیسے ان کافر قریشیوں کے سردار نے بھی دربار ہرقل میں بھی حضورؐ کے عالی نسب ہونے اور سچے ہونے کی شہادت دی تھی - جس سے شاہ روم نے حضورؐ کی صداقت' طہارت' نبوت وغیرہ کو مان لیا تھا - مسند کی حدیث میں ہے' حضورؐ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیمؑ سے اسماعیلؑ کو پسند فرمایا - اولاد اسماعیلؑ سے بنو کنانہ کو پسند فرمایا - بنو کنانہ سے قریش کو' قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے -

فرمان ہے کہ یکے بعد دیگرے قرنوں میں سے سب سے بہتر زمانے میں پیغمبر بنایا گیا - ایک مرتبہ جبکہ آپ کو لوگوں کی بعض کہی ہوئی باتیں پہنچیں تو آپؐ منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے پوچھا' میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا' آپ اللہ کے رسولؐ ہیں - فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں - اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں مجھے بہتر بنایا ہے - مخلوق کو جب دو حصوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان دونوں میں جو بہتر حصہ تھا' اس میں کیا' پھر قبیلوں کی تقسیم کے وقت مجھے سب سے بہتر قبیلے میں کیا - پھر جب گھرداریوں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے اچھے گھرانے میں بنایا - پس میں گھرانے کے اعتبار سے اور ذات کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں - صلوات اللہ وسلامہ علیہ - حضرت جبرئیلؑ نے ایک مرتبہ آپ سے فرمایا' میں نے تمام مشرق و مغرب ٹٹول لیا لیکن آپ سے زیادہ افضل کسی کو نہیں پایا (حاکم بیہقی) مسند احمد میں ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا اور سب سے بہتر دل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا پایا - پھر مخلوق کے دلوں پر نگاہ ڈالی تو سب سے بہتر دل والے اصحاب رسولؐ پائے - پس حضورؐ کو اپنا خاص چیدہ رسولؐ بنایا اور اصحابؓ کو آپ کا وزیر بنایا جو آپ کے دین کے دشمنوں کے دشمن ہیں - پس یہ

مسلمان جس چیز کو بہتر سمجھیں' وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جسے یہ برا سمجھیں' وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔ ایک باہر کے شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو مسجد کے دروازے سے آتا ہوا دیکھ کر مرعوب ہو کر لوگوں سے پوچھا' یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ رسول کریم ﷺ کے چچا کے لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تو ان کے منہ سے بے ساختہ یہ آیت نکلی کہ نبوت کی جگہ کو اللہ ہی بخوبی جانتا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ جو لوگ اس عظیم الشان نبی کی نبوت میں شک وشبہ کر رہے ہیں' اطاعت سے منہ پھیر رہے ہیں' انہیں اللہ کے سامنے قیامت کے دن بڑی ذلت اٹھانی پڑے گی۔ دنیا کے تکبر کی سزا خواری کی صورت میں انہیں ملے گی جو ان پر دائمی ہو گی۔ جیسے فرمان ہے کہ جو لوگ میری عبادت سے جی چراتے ہیں' وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ انہیں ان کے مکر کی سزا اور سخت سزا ملے گی۔ چونکہ مکاروں کی چالیں خفیہ اور ہلکی ہوتی ہیں' اس کے بدلے میں عذاب علانیہ اور سخت ہوں گے۔ یہ اللہ کا ظلم نہیں بلکہ ان کا پورا بدلہ ہے۔ اس دن ساری چھپی عیاریاں کھل جائیں گی۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ہر بدعہد کی راہوں کے پاس قیامت کے دن ایک جھنڈا لہراتا ہو گا اور اعلان ہوتا ہو گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری ہے۔ پس اس دنیا کی پوشیدگی اس طرح قیامت کے دن ظاہر ہو گی۔ اللہ ہمیں بچائے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ
اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي
السَّمَآءِ ۚ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

جس کی ہدایت کا ارادہ اللہ کا ہوتا ہے' اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے' اس کے سینے کو اتنا بھچا ہوا اور تنگ کر دیتا ہے کہ گویا اسے آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر پھٹکار اور نجاست ڈال دیتا ہے جو یقین نہیں کرتے ○

جس پر اللہ کا کرم اس پہ راہ ہدایت آسان: ☆☆ (آیت: ۱۲۵) اللہ کا ارادہ جسے ہدایت کرنے کا ہوتا ہے' اس پر نیکی کے راستے آسان ہو جاتے ہیں جیسے فرمان ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ الخ یعنی اللہ ان کے سینے اسلام کی طرف کھول دیتا ہے اور انہیں اپنا نور عطا فرماتا ہے۔ اور آیت میں ہے' فرمایا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ الخ اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا کر دی۔ اور اسے تمہارے دلوں کو زینت دار بنا دیا اور کفر وفسق اور نافرمانی کی تمہارے دلوں میں کراہیت ڈال دی۔ یہی لوگ راہ یافتہ اور نیک بخت ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' اس کا دل ایمان وتوحید کی طرف کشادہ ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ دانا کون سا مومن ہے؟ فرمایا سب سے زیادہ موت کو یاد رکھنے والا اور سب سے زیادہ موت کے بعد کی زندگی کے لئے تیاریاں کرنے والا۔ حضورؐ سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو فرمایا کہ اس کے دل میں ایک نور ڈال دیا جاتا ہے جس سے اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ لوگوں نے اس کی نشانی دریافت کی تو فرمایا جنت کی طرف جھکنا اور اس کی جانب رغبت کامل رکھنا اور دنیا کے فریب سے بھاگنا اور الگ ہونا اور موت کے آنے سے پہلے تیاریاں کرنا ضَيِّقًا کی ایک قرات ضَيْقًا بھی ہے۔ حَرَجًا کی دوسری حَرِبًا جا بھی ہے یعنی گنہگار۔ یا دونوں کے ایک ہی معنی یعنی تنگ جو ہدایت کے لئے نہ کھلے اور ایمان اس میں جگہ نہ پائے۔ ایک مرتبہ ایک بادیہ نشین بزرگ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حرجہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے کہا یہ ایک درخت ہوتا ہے جس کے پاس

نہ تو چرواہے جاتے ہیں نہ جانور نہ وحشی۔ آپ نے فرمایا سچ ہے' ایسا ہی منافق کا دل ہوتا ہے کہ اس میں کوئی بھلائی جگہ پاتی ہی نہیں۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اسلام باوجود آسان اور کشادہ ہونے کے اسے سخت اور تنگ معلوم ہوتا ہے۔ خود قرآن میں ہے وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ اللہ نے تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ لیکن منافق کا شکی دل اس نعمت سے محروم رہتا ہے۔ اسے اسے لا الہ الا اللہ کا اقرار ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے۔ جیسی کسی پر آسمان کی چڑھائی مشکل ہو۔ جیسے وہ اس کے بس کی بات نہیں۔ اسی طرح توحید و ایمان بھی اس کے قبضے سے باہر ہیں۔ پس مردہ دل والے کبھی بھی اسلام قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بے ایمانوں پر شیطان مقرر کر دیتا ہے جو انہیں بہکاتے رہتے ہیں اور خیر سے ان کے دل کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔ نحوست ان پر برستی رہتی ہے اور عذاب ان پر اتر آتے ہیں۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾
لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

تیرے رب کی سیدھی راہ یہی ہے۔ جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں' ان کے لئے تو ہم اپنی آیتیں تفصیل وار بیان کر چکے ہیں ○ ان کے لئے ان کے رب کے ہاں امن و امان کا گھر ہے۔ وہی ان کا کارساز ہے بہ سبب ان اعمال کے جو وہ کرتے رہے ○

قرآن حکیم ہی صراط مستقیم کی تشریح ہے: ☆☆ (آیت: ۱۲۶-۱۲۷) گمراہوں کا طریقہ بیان فرما کر اپنے اس دین حق کی نسبت فرماتا ہے کہ سیدھی اور صاف راہ جو بے روک اللہ کی طرف پہنچا دے' یہی ہے۔ مُسْتَقِيمًا کا نصب حالیت کی وجہ سے ہے۔ پس شرع محمدی کلام باری تعالیٰ ہی راہ راست ہے چنانچہ حدیث میں بھی قرآن کی صفت میں کہا گیا ہے کہ اللہ کی سیدھی راہ' اللہ کی مضبوط رسی اور حکمت والا ذکر یہی ہے (ملاحظہ ہو ترمذی مسند وغیرہ) جنہیں اللہ کی جانب سے عقل و فہم و عمل دیا گیا ہے' ان کے سامنے تو وضاحت کے ساتھ اللہ کی آیتیں آ چکیں۔ ان ایمانداروں کے لئے اللہ کے ہاں جنت ہے۔ جیسے کہ یہ سلامتی کی راہ یہاں چلے' ویسے ہی قیامت کے دن سلامتی کا گھر انہیں ملے گا۔ وہی سلامتیوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ ان کا کارساز اور دلی دوست ہے۔ حافظ و ناصر موید و مولیٰ ان کا وہی ہے۔ ان کے نیک اعمال کا بدلہ یہ پاک گھر ہو گا جہاں ہیشگی ہے اور یکسر راحت و اطمینان' سرور اور خوشی ہی خوشی ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ
وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَا
اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ
مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾
وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵

جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا۔ اے جنو! تم نے بنی آدم میں سے اپنی جماعت بہت بڑی کر لی تھی۔ ان کے دوست انسان کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایک دوسرے سے فائدے اٹھاتے رہے اور جو وقت تو نے ہمارے لئے مقرر کر دیا تھا' اس وعدے تک ہم پہنچ گئے۔ فرمائے گا تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔ آگے جو اللہ کی مرضی۔ تیرا رب حکمت و علم والا ہے ○ اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا دوست بنا دیتے ہیں بہ سبب اس کے جو وہ کرتے رہے ○

یوم حشر: ☆☆ (آیت:۱۲۸) وہ دن بھی قریب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا۔ جنات' انسان' عابد' معبود سب ایک میدان میں کھڑے ہوں گے۔ اس وقت جنات سے ارشاد ہوگا کہ تم نے انسانوں کو خوب بہکایا اور ورغلایا۔ انسانوں کو یاد دلایا جائے گا کہ میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا۔ وہ تمہارا دشمن ہے۔ میری ہی عبادت کرتے رہنا۔ یہی سیدھی راہ ہے۔ لیکن تم نے سمجھ سے کام نہ لیا اور شیطانی راگ میں آ گئے۔ اس وقت جنات کے دوست انسان جواب دیں گے کہ ہاں انہوں نے حکم دیا اور ہم نے عمل کیا۔ دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور فائدہ حاصل کرتے رہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں جو مسافر کہیں اترتا تو کہتا کہ اس وادی کے بڑے جن کی پناہ میں میں آتا ہوں۔ انسانوں سے جنات کو بھی فائدہ پہنچتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ان کے سردار سمجھنے لگے تھے۔ موت کے وقت تک یہی حالت رہی۔ اس وقت انہیں کہا جائے گا کہ اچھا اب بھی تم ساتھ ہی جہنم میں جاؤ۔ وہیں ہمیشہ پڑے رہنا۔ یہ استثناء جو ہے' وہ راجع ہے برزخ کی طرف۔ بعض کہتے ہیں دنیا کی مدت کی طرف۔ اس کا پورا بیان سورۂ ہود کی آیت خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ الخ کی تفسیر میں آئے گا ان شاء اللہ۔ اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ کوئی کسی کے لئے جنت دوزخ کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ سب مشیت رب پر موقوف ہے۔

ہم مزاج ہی دوست ہوتے ہیں: ☆☆ (آیت:۱۲۹) لوگوں کی دوستیاں اعمال پر ہوتی ہیں۔ مومن کا دل مومن سے ہی لگتا ہے گو وہ کہیں کا ہو اور کیسا ہی ہو اور کافر کافر بھی ایک ہی ہیں وہ مختلف ممالک اور مختلف ذات پات کے ہوں۔ ایمان تمناؤں اور ظاہر داریوں کا نام نہیں۔ اس مطلب کے علاوہ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام کفار جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں' میں نے زبور میں پڑھا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میں منافقوں سے انتقام منافقوں کے ساتھ ہی لوں گا۔ پھر سب سے ہی انتقام لوں گا۔ اس کی تصدیق قرآن کی مندرجہ بالا آیت سے بھی ہوتی ہے کہ ہم ولی بنائیں گے بعض ظالموں کو بعض ظالموں کا یعنی ظالم جن اور ظالم انس۔ پھر آپ نے آیت وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ ہم سرکش جنوں کو سرکش انسانوں پر مسلط کر دیں گے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے' جو ظالم کی مدد کرے گا' اللہ اسی کو اس پر مسلط کر دے گا۔ کسی شاعر کا قول ہے

وما من یدالا ید اللہ فوقھا وما ظالم الا سیبلی بظالم

یعنی ہر ہاتھ ہر طاقت پر اللہ کا ہاتھ اور اللہ کی طاقت بالا ہے اور ہر ظالم دوسرے ظالم کے پنجے میں پھنسنے والا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم نے جس طرح ان نقصان یافتہ انسانوں کے دوست ان بہکانے والے جنوں کو بنا دیا' اسی طرح ظالموں کے بعض کو بعض کا ولی بنا دیتے ہیں اور بعض بعض سے ہلاک ہوتے ہیں اور ہم ان کے ظلم و سرکشی اور بغاوت کا بدلہ بعض سے بعض کو دلا دیتے ہیں۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝۱۳۰

اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس خود تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے سامنے میری آیتیں تلاوت کرتے تھے اور تمہیں اس دن کی

ملاقات سے ہوشیار کر رہے تھے۔ سب کہیں گے کہ ہاں ہم خود اپنے اوپر گواہ ہیں۔ انہیں حیات دنیا نے دھوکے میں ڈال دیا اور اپنے کافر ہونے کی گواہی خود انہوں نے ہی دے دی O

جن اور انسان اور پاداش عمل: ☆☆ (آیت: ۱۳۰) یہ اور سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ ہے جو قیامت کے دن اللہ کی طرف سے انسانوں اور جنوں کو ہوگی۔ ان سے سوال ہوگا کہ کیا تم میں سے ہی تمہارے پاس میرے بھیجے ہوئے رسول نہیں آئے تھے۔ یہ یاد رہے کہ رسول کل کے کل انسان ہی تھے۔ کوئی جن رسول نہیں ہوا۔ ائمہ سلف خلف کا مذہب یہی ہے۔ جنات میں نیک لوگ جنوں کو نیکی کی تعلیم کرتے تھے۔ بدی سے روکتے تھے لیکن رسول صرف انسانوں میں سے ہی آتے رہے۔ ضحاک بن مزاحم سے ایک روایت مروی ہے کہ جنات میں بھی رسول ہوتے ہیں اور ان کی دلیل ایک تو یہ آیت ہے۔ سو یہ کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ اس میں صراحت نہیں اور یہ آیت تو بالکل ویسی ہی ہے جیسے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ الخ سے يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ الخ تک کی آیتیں۔ صاف ظاہر ہے کہ موتی مرجان صرف کھاری پانی کے سمندروں میں نکلتے ہیں۔ میٹھے پانی سے نہیں نکلتے لیکن ان آیتوں میں دونوں قسم کے سمندروں میں سے موتیوں کا نکلنا پایا جاتا ہے کہ ان کی جنس میں سے مراد یہی ہے۔

اس طرح اس آیت میں مراد جنوں انسانوں کی جنس میں سے ہے نہ کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں سے اور رسولوں کے صرف انسان ہی ہونے کی دلیل اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ سے بَعْدَ الرُّسُلِ تک کی آیتیں اور وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ پس ثابت ہوتا ہے کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت کا انحصار آپ ہی کی اولاد میں ہو رہا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس انوکھی بات کا قائل ایک بھی نہیں کہ آپ سے پہلے نبی ہوتے تھے اور پھر ان میں سے نبوت چھین لی گئی۔

اور آیت اس سے بھی صاف ہے۔ فرمان ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں آتے جاتے تھے۔ اور آیت میں ہے اور اس نے یہ مسئلہ بالکل صاف کر دیا ہے' فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى یعنی تجھ سے پہلے ہم نے مردوں کو ہی بھیجا ہے جو شہروں کے ہی تھے جن کی طرف ہم نے اپنی وحی نازل فرمائی تھی۔ چنانچہ جنات کا یہی قول قرآن میں موجود ہے وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ الخ جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف پھیرا جو قرآن سنتے رہے۔ جب سن چکے تو واپس اپنی قوم کے پاس گئے اور انہیں آگاہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم نے موسیٰ کے بعد کی نازل شدہ کتاب سنی جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور راہ حق دکھاتی ہے اور صراط مستقیم کی رہبری کرتی ہے۔ پس تم سب اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی مانو اور اس پر ایمان لاؤ تاکہ اللہ تمہارے گناہوں کو بخشے اور تمہیں المناک عذابوں سے بچائے۔ اللہ کی طرف سے جو پکارنے والا ہے' اس کی نہ ماننے والے اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے نہ اس کے سوا اپنا کوئی اور کارساز اور والی پا سکتے ہیں بلکہ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ اس موقعہ پر جنات کو رسول اللہ ﷺ نے سورۂ الرحمٰن پڑھ کر سنائی تھی جس میں ایک آیت سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ الخ ہے یعنی اے جنو انسانو ہم صرف تمہاری ہی طرف تمام تر توجہ کرنے کے لئے عنقریب فارغ ہوں گے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلا رہے ہو؟ الغرض انسانوں اور جنوں کو اس آیت میں نبیوں کے ان میں سے بھیجنے میں بطور خطاب کے شامل کر لیا ہے ورنہ رسول سب انسان ہی ہوتے ہیں۔ نبیوں کا کام یہی رہا کہ وہ اللہ کی آیتیں سنائیں اور قیامت کے دن سے ڈرائیں۔ اس سوال کے جواب میں سب کہیں گے کہ ہاں ہمیں اقرار ہے تیرے رسول ہمارے پاس آئے اور تیرا کلام بھی پہنچایا اور اس دن سے بھی متنبہ کر دیا

تھا - پھر جناب باری فرماتا ہے' انہوں نے دنیا کی زندگی دھوکے میں گزاری - رسولوں کو جھٹلاتے رہے - معجزوں کی مخالفت کرتے رہے - دنیا کی آرائش پر جان دیتے رہ گئے - شہوت پرستی میں پڑے رہے - قیامت کے دن اپنی زبانوں سے اپنے کفر کا اقرار کریں گے کہ ہاں بے شک ہم نے نبیوں کی نہیں مانی - صلوات اللہ وسلامہ علیہم

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

یہ اس لئے کہ تیرا رب ظلم کے ساتھ کسی نبی کو اس حال میں کہ وہ غافل ہوں' ہلاک کرنے والا نہیں ○ ہر شخص کے لئے اس کے اعمال کے بدلے کے درجے ہیں - تیرا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں ○

حجت تمام: ☆☆ (آیت: ۱۳۱-۱۳۲) جن اور انسانوں کی طرف رسول بھیج کر' کتابیں اتار کر ان کے عذر ختم کر دیئے اس لئے کہ یہ اللہ کا اصول نہیں کہ وہ کسی بستی کے لوگوں کو اپنی منشا معلوم کرائے بغیر چپ چاپ اپنے عذابوں میں جکڑ لے اور اپنا پیغام پہنچائے بغیر بلاوجہ ظلم کے ساتھ ہلاک کر دے - فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنی کوئی امت ایسی نہیں جہاں کوئی آگاہ کرنے والا نہ آیا ہو - اور آیت میں ہے' ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اے لوگو اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے بچو اور جگہ ہے ہم رسولوں کو بھیجنے سے پہلے عذاب نہیں کیا کرتے - سورۂ تبارک میں ہے' جب جہنم میں کوئی جماعت جائیگی تو وہاں کے داروغے ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس آگاہ کرنے والے نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے آئے تھے - اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں - اس آیت کے پہلے جملے کے ایک معنی امام ابن جریرؒ نے اور بھی بیان کئے ہیں اور فی الواقع وہ معنی بہت درست ہیں - امام صاحب نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے یعنی یہ کہ کسی بستی والوں کے ظلم اور گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک نبیوں کو بھیج کر انہیں غفلت سے بیدار نہ کر دے - ہر عامل اپنے عمل کے بدلے کا مستحق ہے - نیک نیکی کا اور بد بدی کا - خواہ انسان ہو خواہ جن ہو - بدکاروں کے جہنم میں درجے ان کی بدکاری کے مطابق مقرر ہیں - جو لوگ خود بھی کفر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی راہ الٰہیہ سے روکتے ہیں' انہیں عذاب پر عذاب ہوں گے اور ان کے فساد کا بدلہ ملے گا - ہر عامل کا عمل اللہ پر روشن ہے تاکہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے کا بدلہ مل جائے -

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

تیرا رب بے نیاز اور رحمت والا ہے - اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور تمہارے بعد جسے چاہے تمہارا جانشین بنا دے جیسے کہ اس نے تمہیں دوسری قوموں کی نسل

سے پیدا کیا ہے ○ جو کچھ وعدے تمہیں دیئے جا رہے ہیں' وہ قطعاً آنے والے ہیں - تم اللہ کو کسی بات پر عاجز نہیں کر سکتے ○ کہہ دے کہ اے لوگو تم سب اپنی جگہ عمل کئے جاؤ - میں بھی عمل کرنے والا ہوں - تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ دار آخرت میں نیک انجام کس کا ہوتا ہے؟ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ بے انصاف کسی طرح فلاح پانے والے نہیں ○

سب سے بے نیاز اللہ: ☆☆ (آیت: ۱۳۳-۱۳۵) اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز ہے' اسے کسی کی کوئی حاجت نہیں - اسے کسی سے کوئی فائدہ نہیں - وہ کسی کا محتاج نہیں - ساری مخلوق اپنے ہر حال میں اس کی محتاج ہے - وہ بڑی ہی رافت و رحمت والا ہے - رحم و کرم اس کی خاص صفتیں ہیں - جیسے فرمان ہے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اللہ اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی اور لطف سے پیش آنے والا ہے - تم جو اس کی مخالفت کر رہے ہو تو یاد رکھو کہ اگر وہ چاہے تو تمہیں ایک آن میں غارت کر سکتا ہے اور تمہارے بعد ایسے لوگوں کو بسا سکتا ہے جو اس کی اطاعت کریں - یہ اس کی قدرت میں ہے - تم دیکھ لو اس نے آخر اوروں کے قائم مقام تمہیں بھی کیا ہے - ایک قرن کے بعد دوسرا قرن وہی لاتا ہے - ایک کو مار ڈالتا ہے دوسرے کو پیدا کر دیتا ہے - لانے لے جانے پر اسے مکمل قدرت ہے جیسے فرمان ہے' اگر وہ چاہے تو اے لوگو! تم سب کو فنا کر دے اور دوسروں کو لے آئے - وہ اس پر قادر ہے - فرمان ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ لوگو تم سب کے سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے - اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے - اللہ کے لئے کوئی انوکھی بات نہیں -

اور فرمان ہے وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اللہ غنی ہے اور تم سب فقیر ہو - فرماتا ہے اگر تم نافرمان ہو گئے تو وہ تمہیں بدل کر اور قوم لائے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے - ذریت سے مراد اصل و نسل ہے - اے نبیؐ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ قیامت جنت دوزخ وغیرہ کے جو وعدے تم سے کئے جا رہے ہیں' وہ یقیناً سچے ہیں اور یہ سب کچھ ہونے والا ہے - تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے - وہ تمہارے اعادے پر قادر ہے - تم گل سڑ کر مٹی ہو جاؤ گے - پھر وہ تمہیں نئی پیدائش میں پیدا کرے گا - اس پر کوئی عمل مشکل نہیں -

حضور ﷺ فرماتے ہیں' اے بنی آدم اگر تم میں عقل ہے تو اپنے تئیں مردوں میں شمار کرو - واللہ اللہ کی فرمائی ہوئی سب باتیں بہ یقین ہونے والی ہیں' کوئی نہیں جو اللہ کے ارادے میں اسے ناکام کر دے - اس کی چاہت کو نہ ہونے دے - لوگو تم اپنی کرنی کئے جاؤ' میں اپنے طریقے پر قائم ہوں' ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت پر کون تھا؟ اور ضلالت پر کون تھا؟ کون نیک انجام ہوتا ہے اور کون گھٹنوں میں سر ڈال کر روتا ہے - جیسے فرمایا' بے ایمانوں سے کہہ دو کہ تم اپنے شغل میں رہو - میں بھی اپنے کام میں لگا ہوں - تم منتظر رہو' ہم بھی انتظار میں ہیں - معلوم ہو جائے گا کہ انجام کے لحاظ سے کون اچھا رہا؟ یاد رکھو اللہ نے جو وعدے اپنے رسول سے کئے ہیں سب اٹل ہیں - چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ نبی جس کا چپہ چپہ مخالف تھا' جس کا نام لینا دوبھر تھا جو یکہ و تنہا تھا' جو وطن سے نکال دیا گیا تھا' جس کی دشمنی ایک ایک کرتا تھا' اللہ نے اسے غلبہ دیا' لاکھوں دلوں پر اس کی حکومت ہو گئی' اس کی زندگی میں ہی تمام جزیرہ عرب کا وہ تنہا مالک بن گیا - یمن اور بحرین پر بھی اس کے سامنے اس کا جھنڈا لہرانے لگا - پھر اس کے جانشینوں نے دنیا کو کھنگال ڈالا - بڑی بڑی سلطنتوں کے منہ پھیر دیئے' جہاں گئے غلبہ پایا - جدھر رخ کیا' فتح حاصل کی' یہی اللہ کا وعدہ تھا کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے - مجھ سے زیادہ قوت و عزت کسی کی نہیں - فرما دیا تھا کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی مدد فرمائیں گے -

دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی - رسولوں کی طرف اس نے وحی بھیجی تھی کہ ہم ظالموں کو تہ و بالا کر دیں گے اور ان کے بعد زمینوں کے سرتاج تمہیں بنا دیں گے کیونکہ تم مجھ سے اور میرے عذابوں سے ڈرنے والے ہو - وہ پہلے ہی فرما چکا تھا کہ تم میں سے

ایمانداروں اور نیک کاروں کو میں زمین کا سلطان بنا دوں گا جیسے کہ پہلے سے یہ دستور چلا آ رہا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے دین میں مضبوطی اور کشائش دے گا۔ جس کے دین سے وہ خوش ہے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا کہ وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے اس امت سے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا۔ فللہ الحمد والمنہ اولا واخرا وظاھرا وباطنا۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور چوپائے پیدا کیے ہیں' اس میں سے کچھ حصہ تو وہ اللہ کا مقرر کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو اللہ کا ہے اپنے گمان سے اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔ پھر جو ان کے شریکوں کا ہوتا ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے' وہ ان کے بنائے ہوئے شریکوں کو پہنچ سکتا ہے۔ کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں ○ اسی طرح اکثر مشرکوں کے لئے ان کے معبودوں نے اپنی اولادوں کو مار ڈالنا بھی بھلا کر دکھایا ہے تاکہ انہیں برباد کر دیں اور ان کے دین کو ان پر خلط ملط کر دیں' اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس تو انہیں اور ان کی افتراء پردازیوں کو چھوڑ دے ○

بدعت کا آغاز: ☆☆ (آیت:۱۳۶) مشرکین کی ایک نو ایجاد (بدعت) جو کفر و شرک کا ایک طریقہ تھی' بیان ہو رہی ہے کہ ہر چیز پیدا کی ہوئی تو ہماری ہے پھر یہ اس میں سے نذرانہ کا کچھ حصہ ہمارے نام کا ٹھہراتے ہیں اور کچھ اپنے گھڑے ہوئے معبودوں کا جنہیں وہ ہمارا شریک بنائے ہوئے ہیں' اسی کے ساتھ ہی یہ بھی کرتے ہیں کہ اللہ کے نام کا ٹھہرایا ہوا نذرانہ بتوں کے نام والے میں مل گیا تو وہ تو بتوں کا ہو گیا لیکن اگر بتوں کے لئے ٹھہرائے ہوئے میں سے کچھ اللہ کے نام والے میں مل گیا تو اسے جھٹ سے نکال لیتے تھے۔ کوئی ذبیحہ اپنے معبودوں کے نام کا کریں تو بھول کر بھی اس پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔ یہ کیسی بری تقسیم کرتے ہیں۔ اولاً تو یہ تقسیم ہی جہالت کی علامت ہے کہ سب چیزیں اللہ کی پیدا کی ہوئی' اس کی ملکیت' پھر ان میں سے دوسرے کے نام کی کسی چیز کو نذر کرنے والے یہ کون؟ جو اللہ لاشریک ہے۔ انہیں اس کے شریک ٹھہرانے کا کیا مقصد؟ پھر اس ظلم کو دیکھو۔ اللہ کے حصے میں سے تو بتوں کو پہنچ جائے اور بتوں کا حصہ ہرگز اللہ کو نہ پہنچ سکے۔ یہ کیسے بدترین اصول ہیں۔ ایسی ہی غلطی یہ بھی تھی کہ اللہ کے لئے لڑکیاں اور اپنے لئے لڑکے' اس کے بندوں کو اس کا جز ٹھہرا کر اپنے اوپر کفر اوڑھتے تھے۔ اتنا نہیں سوچتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ لڑکے تو تمہارے ہوں اور جن لڑکیوں سے تم بیزار وہ اللہ کی ہوں' کیسی بری تقسیم ہے۔

شیطان کے چیلے: ☆☆ (آیت:۱۳۷) جیسی کہ شیطانوں نے انہیں راہ پر لگا دیا ہے کہ وہ اللہ کے لئے خیرات کریں تو اپنے بزرگوں کے نام کا بھی حصہ نکالیں۔ اسی طرح انہیں شیطان نے اس راہ پر بھی لگا رکھا ہے کہ وہ اپنی اولادوں کو بے وجہ قتل کر دیں۔ کوئی اس وجہ سے کہ ہم اسی کھلائیں گے کہاں سے؟ کوئی اس وجہ سے کہ ان بیٹیوں کی بنا پر ہم کسی کے خسر بنیں گے وغیرہ۔ اس شیطانی حرکت کا نتیجہ ہلاکت اور دین کی

الجھن ہے- یہاں تک کہ یہ بدترین طریقہ ان میں پھیل گیا تھا کہ لڑکی کے ہونے کی خبر ان کے چہرے سیاہ کر دیتی تھی' ان [illegible] سے یہ نکلتا نہ تھا کہ میرے ہاں لڑکی ہوئی -قرآن نے فرمایا کہ ان بے گناہ زندہ درگور کی ہوئی بچیوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ وہ کس گناہ پر قتل کر دی گئیں- پس یہ سب وسوسے شیطانی تھے -لیکن یہ یاد رہے کہ رب کا ارادہ اور اختیار اس سے الگ نہ تھا- اگر وہ چاہتا تو مشرک ایسا نہ کر سکتے -لیکن اس میں بھی اس کی حکمت ہے- اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اس کی باز پرس سے کوئی بچ نہیں سکتا- پس اے نبی تم ان سے اور ان کی افترا پردازی سے علیحدگی اختیار کر لو- اللہ خود ان سے نمٹ لے گا-

وَقَالُوا هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۳۹﴾

کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور یہ کھیتی اچھوتی ہے جسے صرف وہی کھا سکتے ہیں جنہیں ہم چاہیں- یہ سب ان کی اٹکل سے ہے اور کچھ مویشی ایسے بھی ہیں جن کی سواری لینا حرام کر دیا گیا ہے اور کچھ چوپائے ایسے بھی ہیں جن پر نام اللہ یہ لوگ نہیں لیتے -صرف اللہ پر افترا پردازی کر کے' ان کی افترا پردازیوں کی سزا اللہ تعالیٰ عنقریب دے گا ○ کہا کرتے تھے کہ ان چوپایوں کے پیٹ میں جو ہے' وہ صرف ہمارے مردوں کے لئے ہی ہے اور ہماری عورتوں پر وہ حرام ہے' ہاں اگر وہ مرا ہوا نکلے تو اس میں وہ سب شریک ہیں' ان کی اس غلط بیانی کی سزا انہیں ہوگی' اللہ تعالیٰ حکمت و علم والا ہے ○

اللہ کا مقرر کردہ راستہ : ☆☆ (آیت:۱۳۸) حِجْرٌ کے معنی احرام کے ہیں- یہ طریقے شیطانی تھے- کوئی اللہ کا مقرر کردہ راستہ نہ تھا- اپنے معبودوں کے نام یہ چیزیں کر دیتے تھے- پھر جسے چاہتے کھلاتے- جیسے فرمان ہے قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ الخ'[1] یعنی بتلاؤ تو یہ اللہ کے دیئے رزق میں سے تم جو اپنے طور پر حلال حرام مقرر کر لیتے ہو' اس کا حکم تمہیں اللہ نے دیا ہے یا تم نے خود ہی خود پر تراش لیا ہے؟ دوسری آیت میں صاف فرمایا مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ یہ کافروں کی نادانی' افترا اور جھوٹ ہے- بحیرہ سائبہ اور حام نام رکھ کر ان جانوروں کو اپنے معبود باطل کے نام پر داغ دیتے تھے- پھر ان سے سواری نہیں لیتے تھے- جب ان کے بچے ہوتے تھے تو انہیں ذبح کرتے تھے حج کے لئے بھی ان جانوروں پر سواری کرنا حرام جانتے تھے- یہ کسی کام میں ان کو لگاتے تھے نہ ان کا دودھ نکالتے تھے- پھر ان کاموں کو شرعی کام قرار دیتے تھے اور اللہ کا فرمان جانتے تھے- اللہ انہیں ان کے اس کرتوت کا اور بہتان بازی کا بدلہ دے گا-

نذر نیاز : ☆☆ (آیت:۱۳۹) ابن عباسؓ فرماتے ہیں جاہلیت میں یہ بھی رواج تھا کہ جن چوپایوں کو وہ اپنے معبودان باطل کے نام کر دیتے تھے' ان کا دودھ صرف مرد پیتے تھے' جب انہیں بچہ ہوتا تو اگر نر ہوتا تو صرف مرد ہی کھاتے- اگر مادہ ہوتا تو اسے ذبح ہی نہ کرتے اور اگر پیٹ ہی سے مردہ نکلتا تو مرد عورت سب کھاتے اللہ نے اس فعل سے بھی روکا- شعبیؒ کا قول ہے کہ بحیرہ کا دودھ صرف مرد پیتے اور اگر وہ مر

جاتا تو گوشت مرد عورت سب کھاتے - ان کی ان جھوٹی باتوں کا بدلہ اللہ انہیں دے گا کیونکہ یہ سب ان کا جھوٹ اللہ پر باندھا ہوا تھا' فلاح و نجات اسی لئے ان سے دور کر دی گئی تھی - یہ اپنی مرضی سے کسی کو حلال' کسی کو حرام کر لیتے تھے - پھر اسے رب کی طرف منسوب کر دیتے تھے - اللہ جیسے حکیم کا کوئی فعل' کوئی قول' کوئی شرع' کوئی تقدیر بے حکمت نہیں ہوتی - وہ اپنے بندوں کے خیر و شر سے دانا ہے اور انہیں بدلے دینے والا ہے -

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا
مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا
مُهْتَدِيْنَ ۝۱۴۰ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ ع ۱۶ / ۱۱
مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ
وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ
اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الْمُسْرِفِيْنَ ۝۱۴۱

بیشک وہ لوگ بڑے ہی گھاٹے میں ہیں جو جہالت سے اپنی اولادوں کو مار ڈالتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی روزی کو اللہ پر جھوٹ افترا باندھ کر حرام کر لیتے ہیں' یقیناً یہ لوگ بہک گئے اور سیدھے راستے پر آنے والے بھی نہیں ○ اسی نے باغات پیدا کیے ہیں' وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے نہیں جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جدا جدا ذائقہ کی چیزیں' اور زیتون اور انار یکساں بھی اور جداگانہ بھی' ان کے میوے دار ہونے کے بعد تم ان کا میوہ کھاؤ اور اس کی زکوۃ اس کے کاٹنے کے دن ہی ادا کیا کرو اور بے جا نہ اڑاؤ - فضول خرچ لوگوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا ○

اولاد کے قاتل: ☆☆ (آیت:۱۴۰) اولاد کے قاتل اللہ کے حلال کو حرام کرنے والے دونوں جہان کی بربادی اپنے اوپر لینے والے ہیں - دنیا کا گھاٹا تو ظاہر ہے - ان کے یہ دونوں کام خود نقصان پہنچانے والے ہیں بے اولاد یہ ہو جائیں گے - مال کا ایک حصہ ان کا تباہ ہو جائے گا - رہا آخرت کا نقصان سو چونکہ یہ مفتری ہیں' کذاب ہیں' وہاں کی بدترین جگہ انہیں ملے گی' عذابوں کے سزاوار ہوں گے جیسے فرمان ہے اللہ پر جھوٹ باندھنے والے نجات سے محروم' کامیابی سے دور ہیں - یہ دنیا میں گو کچھ فائدہ اٹھالیں لیکن آخر تو ہمارے بس میں آئیں گے - پھر تو ہم انہیں سخت تر عذاب چکھائیں گے کیونکہ یہ کافر تھے - ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر تو اسلام سے پہلے کے عربوں کی بدخصلتی معلوم کرنا چاہے تو سورۂ انعام کی ایکسوتیس آیات کے بعد قد خسر الذین الخ' والی آیت پڑھو[1] (بخاری کتاب مناقب قریش)

مسائل زکوۃ اور عشر مظاہر قدرت: ☆☆ (آیت:۱۴۱) خالق کل اللہ تعالیٰ ہی ہے - کھیتیاں' پھل' چوپائے سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں - کافروں کو کوئی حق نہیں کہ حرام حلال کی تقسیم از خود کریں - درخت بعض تو بیل والے ہیں جیسے انگور وغیرہ کہ وہ محفوظ ہوتے ہیں - بعض کھڑے جو جنگلوں اور پہاڑوں پر کھڑے ہوئے ہیں - دیکھنے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے مگر پھلوں کے ذائقے کے لحاظ سے الگ الگ -

انگور کھجور یہ درخت تمہیں دیتے ہیں کہ تم کھاؤ' مزہ اٹھاؤ' لطف پاؤ۔ اس کا حق اس کے کٹنے اور ناپ تول ہونے کے دن ہی دو یعنی فرض زکوۃ جو اس میں مقرر ہو وہ ادا کر دو۔ پہلے لوگ کچھ نہیں دیتے تھے۔ شریعت نے دسواں حصہ مقرر کیا اور ویسے بھی مسکینوں اور بھوکوں کا خیال رکھنا۔ چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمان صادر فرمایا تھا کہ جس کی کھجوریں دس وسق سے زیادہ ہوں' وہ چند خوشے مسجد میں لا کر لٹکا دے تاکہ مساکین کھالیں۔ یہ بھی مراد ہے کہ زکوۃ کے سوا اور کچھ سلوک بھی اپنی کھیتیوں' باڑیوں اور باغات کے پھلوں سے اللہ کے بندوں کے ساتھ کرتے رہو۔

مثلاً پھل توڑنے اور کھیت کاٹنے کے وقت عموماً مفلس لوگ پہنچ جایا کرتے ہیں انہیں کچھ دے دیا کرو۔ بالیں پک گئی ہیں' پھل گدرا گئے ہوں اور کوئی محتاج شخص نکل آئے تو خاطر تواضع کرو۔ جس روز کاٹو' کچھ چھوڑ دو تاکہ مسکینوں کے کام آئے۔ ان کے جانوروں کا چارہ ہو۔ زکوۃ سے پہلے بھی حقداروں کو کچھ نہ کچھ دیتے رہا کرو۔ پہلے تو یہ بطور وجوب تھا لیکن زکوۃ کی فرضیت کے بعد بطور نفل رہ گیا زکوۃ اس میں عشر یا نصف عشر مقرر کر دی گئی لیکن اس سے فسخ نہ سمجھا جائے۔ پہلے کچھ دینا ہوتا تھا' پھر مقدار مقرر کر دی گئی۔ زکوۃ کی مقدار سنہ ۲ ہجری میں مقرر ہوئی۔ واللہ اعلم۔ کھیتی کاٹتے وقت اور پھل اتارتے وقت صدقہ نہ دینے والوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت بیان فرمائی۔ سورۂ کہف میں ان کا قصہ بیان فرمایا کہ ان باغ والوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہی آج کے پھل ہم اتار لیں گے اس پر انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہ کہا۔ یہ ابھی رات کو بے خبری کی نیند میں ہی تھے' وہاں آفت ناگہانی آ گئی اور سارا باغ ایسا ہو گیا گویا پھل توڑ لیا گیا ہے بلکہ جلا کر خاکستر کر دیا گیا ہے۔ یہ صبح کو اٹھ کر ایک دوسرے کو جگا کر پوشیدہ طور سے چپ چاپ چلے کہ ایسا نہ ہو حسب عادت فقیر مسکین جمع ہو جائیں اور انہیں کچھ دینا پڑے۔ یہ اپنے دلوں میں یہی سوچتے ہوئے کہ ابھی پھل توڑ کر لائیں گے۔ بڑے اہتمام کے ساتھ صبح سویرے ہی وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سارا باغ تو خاک بنا ہوا ہے۔ اولاً تو کہنے لگے بھئی ہم راستہ بھول گئے۔ کسی اور جگہ آ گئے۔ ہمارا باغ تو شام تک لہلہا رہا تھا۔

پھر کہنے لگے نہیں باغ تو یہی ہے' ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ ہم محروم ہو گئے۔ اس وقت ان میں جو باخبر شخص تھا' کہنے لگا' دیکھو میں تم سے نہ کہتا تھا کہ اللہ کا شکر کرو۔ اس کی پاکیزگی بیان کرو۔ اب تو سب کے سب کہنے لگے' ہمارا رب پاک ہے' یقیناً ہم نے ظلم' کیا پھر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہائے ہماری بدبختی کہ ہم سرکش اور حد سے گزر جانے والے بن گئے تھے۔ ہمیں اب بھی اللہ عزوجل سے امید ہے کہ وہ ہمیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ ہم اب صرف اپنے رب سے امید رکھتے ہیں۔ ناشکری کرنے اور تنہا خوری پسند کرنے والوں پر اسی طرح ہمارے عذاب آیا کرتے ہیں۔ اور بھی آخرت کے بڑے بڑے عذاب باقی ہیں لیکن افسوس کہ یہ سمجھ بوجھ اور علم و عقل سے کام ہی نہیں لیتے۔ یہاں اس آیت میں صدقہ دینے کا حکم فرما کر خاتمے پر فرمایا کہ فضول خرچی سے بچو۔ فضول خرچ اللہ کا دوست نہیں۔ اپنی اوقات سے زیادہ نہ لٹا۔ فخر و ریا کے طور پر اپنا مال برباد نہ کرو۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ نے اپنے کھجوروں کے باغ سے کھجوریں اتاریں اور عہد کر لیا کہ آج جو لینے آئے گا' میں اسے دوں گا۔ لوگ ٹوٹ پڑے۔ شام کو ان کے پاس ایک کھجور بھی نہ رہی۔ اس پر یہ فرمان اترا۔ ہر چیز میں اسراف منع ہے۔ اللہ کے حکم سے تجاوز کر جانے کا نام اسراف ہے خواہ وہ کسی بارے میں ہو۔ اپنا سارا ہی مال لٹا کر فقیر ہو کر دوسروں پر اپنا انبار ڈال دینا بھی اسراف ہے اور منع ہے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ صدقہ نہ روکو جس سے اللہ کے نافرمان بن جاؤ۔ یہ بھی اسراف ہے۔ گو یہ مطلب اس آیت کے ہیں لیکن بہ ظاہر الفاظ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کھانے کا ذکر ہے تو اسراف اپنے کھانے پینے میں کرنے کی ممانعت یہاں ہے کیونکہ اس سے عقل میں اور بدن میں ضرر پہنچتا ہے۔ قرآن کی اور آیت میں ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔

صحیح بخاری میں ہے' کھاؤ پیو' پہنو اوڑھو لیکن اسراف اور تکبر سے بچو۔ واللہ اعلم۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾

اسی نے چوپائے پیدا کئے بعض تو بوجھ لادنے والے اور بعض چھوٹے قد کے' اللہ کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ○

(آیت:۱۴۱) اسی اللہ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ہیں۔ ان میں سے بعض تو بوجھ ڈھونے والے ہیں جیسے اونٹ' گھوڑے' خچر' گدھے وغیرہ اور بعض پستہ قد ہیں جیسے بکری وغیرہ۔ انہیں فرش اس لئے کہا گیا کہ یہ قدروقامت میں پست ہوتے ہیں۔ زمین سے ملے رہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حمولہ سے مراد سواری کے جانور اور فرشا سے مراد جن کا دودھ پیا جاتا ہے اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ جو سواری کے قابل نہیں' ان کے بالوں سے لحاف اور فرش تیار ہوتے ہیں۔ یہ قول حضرت سدیؒ کا ہے اور بہت ہی مناسب ہے۔ خود قرآن کی سورۂ یاسین میں موجود ہے کہ کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے لئے چوپائے پیدا کر دیئے ہیں جو ہمارے ہی ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں اور اب یہ ان کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ ہم نے ہی تو انہیں ان کے بس میں کر دیا ہے کہ بعض سواریاں کر رہے ہیں اور بعض کو یہ کھانے کے کام میں لاتے ہیں۔ اور آیت میں ہے وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً الخ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں ان چوپایوں کا دودھ پلاتے ہیں اور ان کے بال وغیرہ سے تمہارے اوڑھنے بچھونے اور طرح طرح کے فائدے اٹھانے کی چیزیں بناتے ہیں۔ اور جگہ ہے' اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے جانور پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواریاں کرو۔ انہیں کھاؤ۔ اور بھی فائدے اٹھاؤ۔ ان پر اپنے سفر طے کر کے اپنے کام پورے کرو۔ اسی نے تمہاری سواری کے لئے کشتیاں بنا دیں۔ وہ تمہیں اپنی بے شمار نشانیاں دکھا رہا ہے۔ بتاؤ تو کس کس نشانی کا انکار کرو گے؟

پھر فرماتا ہے اللہ کی روزی کھاؤ۔ پھل' اناج' گوشت وغیرہ۔ شیطانی راہ پر نہ چلو' اس کی تابعداری نہ کرو جیسے کہ مشرکوں نے اللہ کی چیزوں میں از خود حلال حرام کی تقسیم کر دی۔ تم بھی یہ کر کے شیطان کے ساتھی نہ بنو۔ وہ تمہارا دشمن ہے' اسے دوست نہ سمجھو۔ وہ تو اپنے ساتھ تمہیں بھی اللہ کے عذابوں میں پھنسانا چاہتا ہے۔ دیکھو کہیں اس کے بہکانے میں نہ آ جانا۔ اسی نے تمہارے باپ آدمؑ کو جنت سے باہر نکلوایا۔ اس کھلے دشمن کو بھولے سے بھی اپنا دوست نہ سمجھو۔ اس کی ذریت سے اور اس کے یاروں سے بھی بچو۔ یاد رکھو ظالموں کو برابر بدلہ ملے گا۔ اس مضمون کی اور بھی آیتیں کلام اللہ شریف میں بہت سی ہیں۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّــــُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا

اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ۖ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ
اللَّهُ بِهَٰذَا ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا
لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظَّالِمِينَ ﴿١٤٤﴾ ع ۱۷

آٹھ نر و مادہ بھیڑ میں دو قسم اور دو قسم بکری میں۔ پوچھ تو کہ کیا دونوں نر حرام ہیں یا دونوں مادہ یا وہ بچہ جسے یہ دونوں مادیں اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں؟ میرے سامنے اس کی کوئی سند بیان کرو اگر تم سچے ہو تو ○ اور اونٹوں میں سے دو قسم اور گائے کی دو قسم نر و مادہ۔ پوچھ کہ کیا ان دونوں کے نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے یا مادین کو یا اس بچے کو جسے یہ دونوں مادیں اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں؟ جس وقت اللہ نے اس کا حکم فرمایا' کیا تم آپ اس وقت موجود تھے؟ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ کے ذمہ جھوٹ افترا باندھ کر باوجود بے علمی کے بہکاتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت سے محروم رکھتا ہے ○

خودساختہ حلال وحرام جہالت کا ثمر ہے: ☆☆ (آیت:۱۴۳-۱۴۴) اسلام سے پہلے عربوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے چوپائے جانوروں میں تقسیم کر کے اپنے طور پر بہت سے حلال بنائے تھے اور بہت سے حرام کر لئے تھے جیسے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام وغیرہ۔ اسی طرح کھیت اور باغات میں بھی تقسیم کر رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے۔ کھیت ہوں' باغات ہوں' چوپائے ہوں۔ پھر ان چوپایوں کی قسمیں بیان فرمائیں۔ بھیڑ' مینڈھا' بکری' بکرا' اونٹ' اونٹنی' گائے' بیل۔ اللہ نے یہ سب چیزیں تمہارے کھانے پینے سواریاں لینے اور دوسری قسم کے فائدوں کے لئے پیدا کی ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ اس نے تمہارے لئے آٹھ قسم کے مویشی پیدا کئے ہیں۔ بچوں کا ذکر اس لئے کیا کہ ان میں بھی کبھی وہ مردوں کے لئے مخصوص کر کے عورتوں پر حرام کر دیتے تھے۔ پھر ان سے ہی سوال ہوتا ہے کہ آخر اس حرمت کی کوئی' دلیل کوئی کیفیت' کوئی وجہ تو پیش کرو۔ چار قسم کے جانور مادہ اور نر ملا کر آٹھ قسم کے ہو گئے' ان سب کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ کیا تم اپنی دیکھی سنی کہہ رہے ہو؟ اس فرمان الٰہی کے وقت تم موجود تھے؟ کیوں جھوٹ کہہ کر افترا پردازی کر کے بغیر علم کے باتیں بنا کر اللہ کی مخلوق کی گمراہی کا بوجھ اپنے اوپر لاد کر سب سے بڑھ کر ظالم بن رہے ہو؟ اگر یہی حال رہا تو دستور ربانی کے ماتحت ہدایت الٰہی سے محروم ہو جاؤ گے۔ سب سے پہلے یہ ناپاک رسم عمر بن لحی بن قمعہ خبیث نے نکالی تھی اسی نے انبیاء کے دین کو سب سے پہلے بدلا اور غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑے۔ جیسے کہ صحیح حدیث میں آ چکا ہے۔

قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ
يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ
خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ
اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤٥﴾

کہہ دے کہ میں تو جو وحی میری طرف اتاری گئی ہے' اس میں کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا مگر وہ جو مردار ہو' یا بہا ہوا خون' یا سور کا گوشت کہ بیشک وہ حرام و ناپاک ہے یا وہ گناہ کی چیز جو اللہ کے سوا اوروں کے نام پر نامزد کی گئی ہو' پس جو شخص بے بس اور عاجز ہو جائے' نہ تو وہ نافرمان ہو نہ حد سے گذر جانے والا تو بیشک تیرا

پروردگار بخشنے والا مہربان ہے ○

اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حلال و حرام: ☆☆ (آیت:۱۴۵) اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے بندے اور نبی حضرت محمد ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان کافروں سے جو اللہ کے حلال کو اپنی طرف سے حرام کرتے ہیں' فرما دیں کہ جو وحی الٰہی میرے پاس آئی ہے' اس میں تو حرام صرف ان چیزوں کو کیا گیا ہے جو میں تمہیں سناتا ہوں' اس میں وہ چیزیں حرمت والی نہیں' جن کی حرمت کو تم رائج کر رہے ہو۔ کسی کھانے والے پر حیوانوں میں سے سوا ان جانوروں کے جو بیان ہوئے ہیں' کوئی بھی حرام نہیں۔ اس آیت کے مفہوم کا رفع کرنے والی سورۂ مائدہ کی آئندہ آیات اور دوسری احادیث ہیں جن میں حرمت کا بیان ہے' وہ بیان کی جائیں گی۔ بعض لوگ اسے نسخ کہتے ہیں اور اکثر متاخرین اسے نسخ نہیں کہتے کیونکہ اس میں تو اصلی مباح کو اٹھا دینا ہے۔ واللہ اعلم۔ خون وہ حرام ہے جو بوقت ذبح بہہ جاتا ہے' رگوں میں اور گوشت میں جو خون مخلوط ہو' وہ حرام نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گدھوں اور درندوں کا گوشت اور ہنڈیا کے اوپر جو خون کی سرخی آ جائے' اس میں کوئی حرج نہیں جانتی تھیں۔ عمرو بن دینار نے حضرت جابر بن عبداللہ سے سوال کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر کے موقعہ پر پالتو گدھوں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا' ہاں حکم بن عمرو تو رسول اللہ ﷺ سے یہی روایت کرتے ہیں لیکن حضرت ابن عباسؓ اس کا انکار کرتے ہیں اور آیت قُلْ لَّآ اَجِدُ تلاوت کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ اہل جاہلیت بعض چیزیں کھاتے تھے۔ بعض کو بوجہ طبعی کراہیت کے چھوڑ دیتے تھے۔ اللہ نے اپنے نبی کو بھیجا' اپنی کتاب اتاری' حلال و حرام کی تفصیل بیان کر دی' پس جسے حلال کر دیا' وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا' وہ حرام ہے اور جس سے خاموش رہے وہ معاف ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت قُلْ لَّآ اَجِدُ کی تلاوت کی۔ حضرت سودہ بنت زمعہ کی بکری مر گئی' جب حضورؐ سے ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا' تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ جواب دیا کہ کیا مردہ بکری کی کھال اتار لینی جائز ہے؟ آپ نے یہی آیت تلاوت فرما کر فرمایا کہ "اس کا صرف کھانا حرام ہے' لیکن تم اسے دباغت دے کر نفع حاصل کر سکتے ہو چنانچہ انہوں نے آدمی بھیج کر کھال اتروالی اور اس کی مشک بنوائی جو ان کے پاس مدتوں رہی اور کام آئی۔ (بخاری وغیرہ)

حضرت ابن عمرؓ سے قنفذ (یعنی خارپشت جسے اردو میں ساہی بھی کہتے ہیں) کے کھانے کی نسبت سوال ہوا تو آپ نے یہی آیت پڑھی۔ اس پر ایک بزرگ نے فرمایا' میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا تھا تو آپ نے فرمایا' وہ خبیثوں میں سے ایک خبیث ہے' اسے سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا' اگر حضورؐ نے یہ فرمایا ہے تو وہ یقیناً ویسی ہی ہے جیسے آپ نے ارشاد فرما دیا (ابوداؤد وغیرہ)

پھر فرمایا جو شخص ان حرام چیزوں کو کھانے پر مجبور ہو جائے لیکن وہ باغی اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اسے اس کا کھا لینا جائز ہے' اللہ اسے بخش دے گا کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے' اس کی کامل تفسیر سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ یہاں تو مشرکوں کے اس فعل کی تردید منظور ہے جو انہوں نے اللہ کے حلال کو حرام کر دیا تھا۔ اب بتا دیا گیا کہ یہ چیزیں تم پر حرام ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں۔ اگر اللہ کی طرف سے وہ بھی حرام ہوتیں تو ان کا ذکر بھی آ جاتا' پھر تم اپنی طرف سے حلال کیوں مقرر کرتے ہو؟ اس بنا پر پھر اور چیزوں کی حرمت باقی رہتی جیسے کہ گھروں کے پالتو گدھوں کی ممانعت اور درندوں کے گوشت کی اور جنگل والے پرندوں کی جیسے کہ علماء کا مشہور مذہب ہے (یہ یاد رہے کہ ان کی حرمت قطعی ہے کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور قرآن نے حدیث کا ماننا بھی فرض کیا ہے۔ مترجم)

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿۱۴۶﴾

یہودیوں پر خاصۃً ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا' اور گائے بکری کی چربی کو بھی ہم نے حرام کر دیا تھا بجز اس کے جو ان کی پیٹھ پر لگی ہوئی ہو یا انتڑیوں پر یا ہڈی سے ملی جلی ہوئی ہو' ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی یہ سزا دی تھی بے شک ہم بالکل سچے ہیں ○

مزید تفصیل متعلقہ حلال وحرام: ☆☆ (آیت: ۱۴۶) ناخن دار جانور چوپایوں اور پرندوں میں سے وہ ہیں' جن کی انگلیاں کھلی ہوئی نہ ہوں جیسے اونٹ' شتر مرغ' بطخ وغیرہ۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ جو کھلی انگلیوں والا نہ ہو۔ ایک روایت میں ان سے مروی ہے کہ ہر ایک جدا انگلیوں والا اور انہی میں سے مرغ ہے۔ قتادہ کا قول ہے جیسے ''اونٹ' شتر مرغ اور بہت سے پرند' مچھلیاں' بطخ اور اس جیسے جانور جن کی انگلیاں الگ الگ ہیں' ان کا کھانا یہودیوں پر حرام تھا' اسی طرح گائے بکری کی چربی بھی ان پر حرام تھی۔ یہود کا مقولہ تھا کہ اسرائیل نے اسے حرام کر لیا تھا' اس لئے ہم بھی اسے حرام کہتے ہیں۔ ہاں جو چربی پیٹھ کے ساتھ لگی ہوئی ہو' انتڑیوں کے ساتھ' اوجھڑی کے ساتھ' ہڈی کے ساتھ ہو' وہ ان پر حلال تھی۔ یہ بھی ان کے ظلم' تکبر اور سرکشی کا بدلہ تھا اور ہماری نافرمانی کا انجام۔ جیسے فرمان ہے فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا یہودیوں کے ظلم وستم اور راہ حق سے منہ پھیرنے کی وجہ سے ہم نے ان پر بعض پاکیزہ چیزیں بھی حرام کر دی تھیں اور اس جزا میں ہم عادل ہی تھے اور جیسی خبر ہم نے تجھے اے نبی دی ہے' وہی سچ اور حق ہے۔ یہودیوں کا یہ کہنا کہ حضرت اسرائیل نے اسے حرام کیا تھا' اس لئے ہم اسے اپنے آپ پر بھی حرام کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ سمرہ نے شراب فروشی کی ہے تو آپ نے فرمایا' اللہ اسے غارت کرے' کیا یہ نہیں جانتا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت کی کہ جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کرنا شروع کر دیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ نے فتح مکہ والے سال فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے شراب' مردار' سور اور بتوں کی خرید وفروخت حرام فرمائی ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ مردار کی چربیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس سے چمڑے رنگے جاتے ہیں اور کشتیوں پر چڑھایا جاتا ہے اور چراغ میں جلایا جاتا ہے' آپؐ نے فرمایا' وہ بھی حرام ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو غارت کرے' جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کر کے اس کی قیمت کھانا شروع کر دی (بخاری ومسلم) ایک مرتبہ آپ خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور تین مرتبہ یہودیوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا! اللہ نے ان پر چربی حرام کی تو انہوں نے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی۔ اللہ تعالیٰ جن پر جو چیز حرام کرتا ہے' ان پر اس کی قیمت بھی حرام فرما دیتا ہے۔ (ابن مردویہ) ایک مرتبہ آپ مسجد حرام میں حطیم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے' آسمان کی طرف دیکھ کر ہنسے اور یہی فرمایا (ابوداؤد' مسند احمد) حضرت اسامہ بن زیدؓ وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانے میں آپؐ کی عیادت کے لئے گئے۔ اس وقت آپ عدنی چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے' آپ نے چہرہ سے چادر ہٹا کر فرمایا اللہ یہودیوں پر

لعنت کرے کہ بکریوں کی چربی کو حرام مانتے ہوئے اس کی قیمت کھاتے ہیں۔" ابوداؤد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ "اللہ جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام کرتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام فرما دیتا ہے۔

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ
عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٤٧﴾

پھر بھی اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب گنہگار لوگوں سے لوٹایا نہیں جا سکتا ○

مشرک ہو یا کافر توبہ کر لے تو معاف! ☆☆ (آیت: ۱۴۷) "اب بھی اگر تیرے مخالف یہودی اور مشرک وغیرہ تجھے جھوٹا بتائیں تو پھر بھی تو انہیں میری رحمت سے مایوس نہ کر' بلکہ انہیں رب کی رحمت کی وسعت یاد دلا تاکہ انہیں اللہ کی رضاجوئی کی تبلیغ ہو جائے' ساتھ ہی انہیں اللہ کے اٹل عذابوں سے بچنے کی طرف بھی متوجہ کر' پس رغبت' رہبت' امید' ڈر دونوں ہی ایک ساتھ سنا دے۔ قرآن کریم میں امید کے ساتھ خوف اکثر بیان ہوتا ہے۔ اس سورت کے آخر میں فرمایا' تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور غفور و رحیم بھی ہے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ الخ' تیرا رب لوگوں کے گناہوں پر انہیں بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت تر عذاب کرنے والا بھی ہے۔ ایک آیت میں ارشاد ہے' میرے بندوں کو میرے غفور و رحیم ہونے کی اور میرے عذابوں کے بڑے ہی دردناک ہونے کی خبر پہنچا دے۔ اور جگہ ہے وہ گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔ نیز کئی آیات میں ہے' کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی بھاری اور نہایت سخت ہے۔ وہی ابتداء کرتا ہے اور وہی دوبارہ لوٹائے گا۔ وہ غفور ہے' ودود ہے' بخشش کرنے والا ہے' مہربان اور محبت کرنے والا ہے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا
آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ
فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا
تَخْرُصُونَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ
أَجْمَعِينَ ﴿١٤٩﴾

ممکن ہے کہ مشرکین یہ حجت بازی بھی کرنے لگیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم نہ شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی حلال چیز کو حرام کرتے' اسی طرح ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ آخر کار ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا' پوچھ تو کیا تمہارے پاس اس کی کوئی سند بھی ہے کہ اسے ہمارے سامنے پڑے ہوئے ہو اور نری اٹکلیں دوڑا رہے ہو ○ کہدے کہ اللہ ہی کی حجت تمام اور پوری ہے پس اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ حق دکھا دیتا ○

غلط سوچ سے باز رہو: ☆☆ (آیت: ۱۴۸-۱۴۹) مشرک لوگ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہمارے شرک کا' حلال کو حرام کرنے کا حال تو اللہ کو معلوم ہی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ اگر چاہے تو اس کے بدلنے پر بھی قادر ہے- اس طرح کہ ہمارے دل میں ایمان ڈال دے یا کفر کے کاموں کی ہمیں قدرت ہی نہ دے-

پھر بھی اگر وہ ہماری اس روش کو نہیں بدلتا تو ظاہر ہے کہ وہ ہمارے ان کاموں سے خوش ہے' اگر وہ چاہتا تو ہم تو کیا' ہمارے بزرگ بھی شرک نہ کرتے- جیسے ان کا یہی قول آیت لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ میں اور سورۂ نحل میں ہے- اللہ فرماتا ہے' اسی شبہ نے ان سے پہلی قوموں کو تباہ کر دیا- اگر یہ بات سچ ہوتی تو ان کے پہلے باپ دادا پر ہمارے عذاب کیوں آتے؟ رسولوں کی نافرمانی اور شرک و کفر پر مصر رہنے کی وجہ سے وہ روئے زمین سے ذلت کے ساتھ کیوں ہٹا دیئے جاتے؟ اچھا تمہارے پاس اللہ کی رضامندی کا کوئی سرٹیفکیٹ ہو تو پیش کرو- ہم تو دیکھتے ہیں کہ تم وہم پرست ہو' فاسد عقائد پر جمے ہوئے ہو اور اٹکل پچو باتیں اللہ کے ذمے گھڑ لیتے ہو' وہ بھی یہی کہتے تھے- تم بھی یہی کہتے ہو کہ ہم ان معبودوں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے ملا دیں' حالانکہ وہ نہ ملانے والے ہیں نہ ان کی انہیں قدرت ہے' ان سے تو اللہ نے سمجھ بوجھ چھین رکھی ہے- ہدایت و گمراہی کی تقسیم میں بھی الہ کی حکمت اور اس کی حجت ہے- سب کام اس کے ارادے سے ہو رہے ہیں' وہ مومنوں کو پسند فرماتا ہے اور کافروں سے ناخوش ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو راہ حق پر جمع کر دیتا- اور آیت میں ہے اگر تیرے رب کی چاہت ہوتی تو سب لوگوں کو ایک ہی امت کر دیتا- یہ تو اختلاف سے نہیں ہٹیں گے سوائے ان لوگوں کے جن پر تیرا رب رحم کرے بلکہ انہیں اللہ نے اس لئے پیدا کیا ہے- تیرے رب کی یہ بات حق ہے کہ میں جنات اور انسانوں سے جہنم کو پر کر دوں گا- حقیقت بھی یہی ہے کہ نافرمانوں کی کوئی حجت اللہ کے ذمہ نہیں بلکہ اللہ کی حجت بندوں پر ہے-

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ
هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ
بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ ع ۱۸ ٦ ۵

کہو کہ ذرا اپنے ان گواہوں کو تو لاؤ جو یہ بشارت دیں کہ اللہ نے اسے حرام کیا ہے' پس اگر وہ گواہی بھی دے دیں تو تو ان کے ساتھ مل کر ہاں میں ہاں نہ کہنے لگنا ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی تو ہرگز نہ کرنا جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں' آخرت کا یقین نہیں کرتے اور دوسروں کو اپنے رب کے برابر سمجھتے ہیں ○

(آیت: ۱۵۰) تم نے خواہ مخواہ اپنی طرف سے جانوروں کو حرام کر رکھا ہے ان کی حرمت پر کسی کی شہادت تو پیش کر دو- اگر یہ ایسی شہادت والے لائیں تو تو ان جھوٹے لوگوں کی ہاں میں ہاں نہ ملانا- ان منکرین قیامت' منکرین کلام اللہ کے جھانسے میں کہیں تم بھی نہ آ جانا-

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا
بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ
نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا
بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۵۱

کہدے کہ آؤ تم پر تمہارے رب نے جو کچھ حرام کیا ہے' میں تمہیں وہ پڑھ سناؤں یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو' تمہیں اور انہیں روزیاں ہم ہی دیتے ہیں اور کسی بے حیائی کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہو خواہ وہ پوشیدہ ہو اور جس جان کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے' اسے بغیر کسی شرعی وجہ کے قتل نہ کرو' یہ ہیں وہ احکام جن کا حکم اللہ تعالیٰ ہمیں دے رہا ہے تا کہ تم سمجھ بوجھ لو○

نبی اکرم ﷺ کی وصیتیں: ☆☆ (آیت:۱۵۱) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت کو دیکھنا چاہتا ہو جو آپ کی آخری وصیت تھی تو وہ ان آیات کو تتقون تک پڑھے-'' ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''سورۂ انعام میں محکم آیا تہیں- پھر یہی آیات آپ نے تلاوت فرمائیں-'' ایک مرتبہ حضورؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا ''تم میں سے کوئی شخص ہے جو میرے ہاتھوں پر ان تین باتوں کی بیعت کرے' پھر آپ نے یہی آیات تلاوت فرمائیں اور فرمایا جو اسے پورا کرے گا' وہ اللہ سے اجر پائے گا اور جو ان میں سے کسی بات کو پورا نہ کرے گا تو دنیا میں ہی اسے شرعی سزا دے دی جائے گی اور اگر سزا نہ دی گئی تو پھر اس کا معاملہ قیامت پر ہے- اگر اللہ چاہے تو اسے بخش دے اور اگر چاہے تو سزا دے'' (مسند حاکم)

بخاری و مسلم میں ہے ''تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو' اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کی'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی سلام اللہ علیہ سے فرماتا ہے کہ ''ان مشرکین کو جو اللہ کی اولاد کے قائل ہیں' اللہ کے رزق میں سے بعض کو اپنی طرف سے حلال اور بعض کو حرام کہتے ہیں' اللہ کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہیں' کہہ دیجئے کہ سچ سچ جو چیزیں اللہ کی حرام کردہ ہیں' انہیں مجھ سے سن لو جو میں بذریعہ وحی الٰہی بیان کرتا ہوں' تمہاری طرح خواہش نفس' تو ہم پرستی اور اٹکل و گمان کی بنا پر نہیں کہتا- سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جس کی وہ تمہیں وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا- یہ کلام عرب میں ہوتا ہے کہ ایک جملہ کو حذف کر دیا' پھر دوسرا جملہ ایسا کہہ دیا جس سے حذف شدہ جملہ معلوم ہو جائے- اس آیت کے آخری جملے ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ سے اَلَّا تُشْرِكُوْا سے پہلے کے محذوف جملے اوصاکم پر دلالت ہو گئی- عرب میں یوں بھی کہہ دیا کرتے ہیں امرتك ان لا تقوم- بخاری و مسلم میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے' وہ جنت میں داخل ہوگا تو میں نے کہا گو اس نے زنا کیا ہو' گو اس نے چوری کی ہو' آپ نے فرمایا ہاں گو اس نے زنا اور چوری کی ہو- میں نے پھر یہی سوال کیا' مجھے پھر یہی جواب ملا' پھر بھی میں نے یہ بات پوچھی' اس مرتبہ جواب دیا کہ گو شراب نوشی بھی کی ہو-

بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ سے موحد کے جنت میں داخل ہونے کا سن کر حضرت ابوذرؓ نے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے یہ جواب

دیا تھا اور آخری مرتبہ فرمایا تھا اور ابوذر کی ناک خاک آلود ہو چنانچہ راوی حدیث جب اسے بیان فرماتے تو یہی لفظ دہرا دیتے۔ سنن میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اے ابن آدم تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور میری ذات سے امید رکھے گا' میں بھی تیری خطاؤں کو معاف فرماتا رہوں گا خواہ وہ کیسی ہی ہوں' کوئی پرواہ نہ کروں گا' تو اگر میرے پاس زمین بھر کر خطائیں لائے گا تو میں تیرے پاس اتنی ہی مغفرت اور بخشش لے کر آؤں گا' بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو' تو نے اتنی خطائیں کی ہوں کہ وہ آسمان تک پہنچ گئی ہوں' پھر بھی تو مجھ سے استغفار کرے تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اس حدیث کی شہادت میں یہ آیت آسکتی ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ یعنی مشرک کو تو اللہ مطلق نہ بخشے گا باقی گنہگار اللہ کی مشیت پر ہیں جسے چاہے بخش دے۔

صحیح مسلم میں ہے' جو توحید پر مرے' وہ جنتی ہے۔ اس بارے میں بہت سی آیات اور احادیث ہیں۔ ابن مردویہ میں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گو تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں' یا تمہیں سولی چڑھا دیا جائے یا تمہیں جلا دیا جائے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کا حکم دیا (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا گو تم جلا دیئے جاؤ' یا کاٹ دیئے جاؤ' یا سولی دے دیئے جاؤ۔ اس آیت میں توحید کا حکم دے کر پھر ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہوا۔ بعض کی قرأت وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا بھی ہے۔ قرآن کریم میں اکثر یہ دونوں حکم ایک ہی جگہ بیان ہوئے ہیں جیسے اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ میں مشرک ماں باپ کے ساتھ بھی بقدر ضرورت احسان کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اور وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الخ' میں بھی دونوں حکم ایک ساتھ بیان ہوئے ہیں اور بھی بہت سی اس مفہوم کی آیات ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے' ابن مسعودؓ فرماتے ہیں' میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا' نماز وقت پر پڑھنا' میں نے پوچھا پھر؟ فرمایا' ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' میں نے پوچھا پھر؟ فرمایا' اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں اگر اور بھی دریافت کرتا تو حضورؐ بتا دیتے۔ ابن مردویہ میں عبادہ بن صامت اور ابودرداء سے مروی ہے کہ مجھے میرے خلیل رسول اللہ ﷺ نے وصیت کی کہ اپنے والدین کی اطاعت کر اگر چہ وہ تجھے حکم دیں کہ تو ان کے لئے ساری دنیا سے الگ ہو جا تو بھی مان لے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ باپ داداؤں کی وصیت کر کے اولاد اور اولاد کی اولاد کی بابت وصیت فرمائی کہ انہیں قتل نہ کرو جیسے کہ شیاطین نے اس کام کو تمہیں سکھا رکھا ہے۔ لڑکیوں کو تو وہ لوگ بوجہ عار کے مار ڈالتے تھے اور بعض لڑکوں کو بھی بوجہ اس کے کہ ان کے کھانے کا سامان کہاں سے لائیں گے' مار ڈالتے تھے۔ ابن مسعودؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا حالانکہ اسی اکیلے نے پیدا کیا ہے' پوچھا' پھر کونسا گناہ ہے؟ فرمایا' اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ یہ میرے ساتھ کھائے گی' پوچھا پھر کونسا ہے؟ فرمایا' اپنے پڑوس کی عورت سے بدکاری کرنا۔ پھر حضورؐ نے آیت وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ الخ کی تلاوت فرمائی۔ اور آیت میں ہے وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ اپنی اولاد کو فقیری کے خوف سے قتل نہ کرو۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ ہم انہیں روزی دیتے ہیں اور تمہاری روزی بھی ہمارے ذمہ ہے۔ یہاں چونکہ فرمایا تھا کہ فقیری کی وجہ سے اولاد کا گلا نہ گھونٹو تو ساتھ ہی فرمایا تمہیں روزی ہم دیں گے اور انہیں بھی ہم ہی دے رہے ہیں۔

پھر فرمایا کسی ظاہر اور پوشیدہ برائی کے پاس بھی نہ جاؤ جیسے اور آیت میں ہے قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ الخ یعنی تمام ظاہری' باطنی برائیاں' ظلم و زیادتی' شرک و کفر اور جھوٹ بہتان سب کچھ اللہ نے حرام کر دیا ہے۔ اس کی پوری تفسیر آیت وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ کی تفسیر میں گزر چکی ہے صحیح حدیث میں ہے' اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں۔ اسی وجہ سے تمام بے

حیائیاں اللہ نے حرام کردی ہیں خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ہوں۔ سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ اگر میں کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو میں تو ایک ہی وار میں اس کا فیصلہ کر دوں' جب حضورؐ کے پاس ان کا یہ قول بیان ہوا تو فرمایا کیا تم سعدؓ کی غیرت پر تعجب کر رہے ہو؟ واللہ میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور میرا رب مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے' اسی وجہ سے تمام فحش کام ظاہر و پوشیدہ اس نے حرام کر دیئے ہیں (بخاری و مسلم)

ایک مرتبہ حضورؐ سے کہا گیا کہ ہم غیرت مند لوگ ہیں' آپ نے فرمایا واللہ میں بھی غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے' یہ غیرت ہی ہے جو اس نے تمام بری باتوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اس حدیث کی سند ترمذی کی شرط پر ہے۔ ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ میری امت کی عمریں ساٹھ ستر کے درمیان ہیں۔ اس کے بعد کسی کے ناحق قتل کی حرمت کو بیان فرمایا گو وہ بھی فواحش میں داخل ہے لیکن اس کی اہمیت کی وجہ سے اسے الگ کر کے بیان فرما دیا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ جو مسلمان اللہ کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرتا ہو' اسے قتل کرنا بجز تین باتوں کے جائز نہیں۔ یا تو شادی شدہ ہو کر پھر زنا کرے یا کسی کو قتل کر دے' یا دین کو چھوڑ دے اور جماعت سے الگ ہو جائے۔ مسلم میں ہے اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں' کسی مسلمان کا خون حلال نہیں۔ ابوداؤد اور نسائی میں تیسرا شخص وہ بیان کیا گیا ہے جو اسلام سے نکل جائے اور اللہ کے رسولوں سے جنگ کرنے لگے' اسے قتل کر دیا جائے گا یا صلیب پر چڑھا دیا جائے گا یا مسلمانوں کے ملک سے جلاوطن کر دیا جائے گا۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت جبکہ باغی آپ کو محاصرے میں لئے ہوئے تھے' فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' کسی مسلمان کا خون بجز ان تین کے حلال نہیں' ایک تو اسلام کے بعد کافر ہو جانے والا' دوسرا شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا اور تیسرا بغیر قصاص کے کسی کو قتل کر دینے والا۔ اللہ کی قسم نہ تو میں نے جاہلیت میں زنا کیا نہ اسلام لانے کے بعد' اور نہ اسلام لانے کے بعد کبھی میں نے کسی اور دین کی تمنا کی اور نہ میں نے کسی کو بلاوجہ قتل کیا' پھر تم میرا خون بہانے کے درپے کیوں ہو؟ حربی کافروں میں جو امن طلب کرے اور مسلمانوں کے معاہدہ امن میں آ جائے' اس کے قتل کرنے والے کے حق میں بھی بہت وعید آئی ہے اور اس کا قتل بھی شرعاً حرام ہے۔ بخاری میں ہے' معاہدہ امن کا قاتل جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے راستے تک پہنچ جاتی ہے۔ اور روایت میں ہے کیونکہ اس نے اللہ کا ذمہ توڑا' اس میں ہے کہ پچاس برس کے راستے کے فاصلے سے ہی جنت کی خوشبو پہنچی ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ ہیں اللہ کی وصیتیں اور اس کے احکام تا کہ تم دین حق کو' اس کے احکام کو اور اس کی منع کردہ باتوں کو سمجھ لو۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

یتیموں کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ مگر ایسے طور پر کہ اس کے حق میں بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ جائے اور ناپ تول کو انصاف کے ساتھ پورا پورا کرو' ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے' اور جب بولو انصاف کا پاس رکھو اگرچہ کسی قرابت دار کا معاملہ ہی کیوں نہ ہو اور اللہ کے ساتھ جو عہد ہوا ہے'

اسے پورا نباہ دو' یہ ہیں وہ باتیں جن کا حکم اللہ تمہیں دے رہا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○

یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید: ☆☆ (آیت:۱۵۲) ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ جب آیت وَلَا تَقْرَبُوْا اور آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا نازل ہوئیں تو اصحاب رسولؐ نے یتیموں کا کھانا پینا اپنے کھانے پینے سے بالکل الگ تھلگ کر دیا۔ اس میں علاوہ ان لوگوں کے نقصان اور محنت کے یتیموں کا نقصان بھی ہونے لگا' اگر بچ رہا تو یا تو وہ باسی کھائیں یا سڑ کر خراب ہو جائے۔ جب حضورؐ سے اس کا ذکر ہوا تو آیت وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی الخ نازل ہوئی کہ ان کے لئے خیر خواہی کرو ان کا کھانا پینا ساتھ رکھنے میں کوئی حرج نہیں' وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اسے پڑھ کر سن کر صحابہؓ نے ان کا کھانا اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ حکم ان کے سن بلوغ تک پہنچنے تک ہے گو بعض نے تیس سال بعض نے چالیس سال اور بعض نے ساٹھ سال کہے ہیں لیکن یہ سب قول یہاں مناسب نہیں۔ واللہ اعلم۔

پھر حکم فرمایا کہ لین دین اور ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو۔ ان کے لئے ہلاکت ہے جو لیتے وقت پورا لیں اور دیتے وقت کم دیں۔ ان امتوں کو اللہ نے غارت کر دیا جن میں یہ بدخصلت تھی۔ جامع ترمذی میں ہے کہ حضورؐ نے ناپنے اور تولنے والوں سے فرمایا تم ایک ایسی چیز کے والی بنائے گئے ہو جس کی صحیح نگرانی نہ رکھنے والے تباہ ہو گئے۔ پھر فرماتا ہے کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ہم نہیں لادتے یعنی اگر کسی شخص نے اپنی طاقت بھر کوشش کر لی دوسرے کا حق دے دیا' اپنے حق سے زیادہ نہ لیا' پھر بھی نادانستہ طور پر غلطی سے کوئی بات رہ گئی ہو تو اللہ کے ہاں اس کی پکڑ نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے آیت کے یہ دونوں جملے تلاوت کر کے فرمایا کہ جس نے صحیح نیت سے وزن کیا' تولا' پھر بھی اس میں کوئی کمی' زیادتی' بھول چوک سے ہو گئی تو اس کا مواخذہ نہ ہو گا۔'' یہ حدیث مرسل اور غریب ہے۔

پھر فرماتا ہے' بات انصاف کی کہا کرو اگرچہ قرابت داری کے معاملے میں ہی کچھ کہنا پڑے۔'' جیسے فرمان ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ اور سورۂ نساء میں بھی یہی حکم دیا کہ ہر شخص کو ہر حال میں سچائی اور انصاف نہ چھوڑنا چاہئے۔ جھوٹی گواہی اور غلط فیصلے سے بچنا چاہئے' اللہ کے عہد کو پورا کرو' اس کے احکام بجا لاؤ' اس کی منع کردہ چیزوں سے الگ رہو' اس کی کتاب' اس کے رسولؐ کی سنت پر چلتے رہو' یہی اس کے عہد کو پورا کرنا ہے' انہی چیزوں کے بارے میں اللہ کا تاکیدی حکم ہے' یہی فرمان تمہارے لئے وعظ و نصیحت کا ذریعہ ہیں تاکہ تم جو اس سے پہلے نکمے بلکہ برے کاموں میں تھے' اب ان سے الگ ہو جاؤ۔ بعض کی قرأت میں تَذَکَّرُوْنَ بھی ہے۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

اور یہ کہ میری سیدھی راہ یہی ہے' تم سب اسی پر چلے جاؤ' اور دوسرے راستوں پر نہ پڑ جانا کہ وہ تمہیں راہ اللہ سے جدا کر دیں گے' تمہیں جناب باری یہ تاکیدی حکم فرما رہا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ○

شیطانی راہیں فرقہ سازی: ☆☆ (آیت:۱۵۳) یہ اور ان جیسی آیات کی تفسیر میں ابن عباسؓ کا قول تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو باہم اعتماد کا حکم دیتا ہے اور اختلاف و فرقہ بندی سے روکتا ہے اس لئے کہ اگلے لوگ اللہ کے دین میں پھوٹ ڈالنے ہی سے تباہ ہوئے تھے۔ مسند میں ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا' اللہ کی سیدھی راہ یہی ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں اور لکیریں کھینچ کر فرمایا' ان تمام راہوں پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کا ابتدائی حصہ تلاوت فرمایا۔ اسی حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے جو مسند وغیرہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے اپنے سامنے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا' یہ اللہ

تعالیٰ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں اور بائیں دو دو لکیریں کھینچیں اور فرمایا کہ یہ شیطانی راہیں ہیں اور بیچ کی لکیر پر انگلی رکھ کر اس آیت کی تلاوت فرمائی - ابن ماجہ میں اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے- ابن مسعودؓ سے کسی نے پوچھا صراط مستقیم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر ہم نے اپنے نبی علیہ السلام کو چھوڑا' اسی کا دوسرا سرا جنت میں جا ملتا ہے- اس کے دائیں بائیں بہت سی اور راہیں ہیں جن پر لوگ چل رہے ہیں اور دوسروں کو بھی بلا رہے ہیں- جو ان راہوں میں سے کسی راہ پر ہولیا' وہ جہنم میں پہنچا' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی- حضورؐ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال بیان فرمائی- اس راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں جن میں بہت سے دروازے ہیں اور سب چوپٹ کھلے پڑے ہیں اور ان پر پردے لٹکے ہوئے ہیں- اس سیدھی راہ کے سرے پر ایک پکارنے والا ہیجو پکارتا رہتا ہے کہ لوگو تم سب اس صراط مستقیم پر آ جاؤ' راستے میں بکھر نہ جاؤ' بیچ راہ کے بھی ایک شخص ہے- جب کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے خبردار اسے نہ کھول' کھولو گے تو سیدھی راہ سے دور نکل جاؤ گے- پس سیدھی راہ اسلام ہے اور دونوں دیواریں اللہ کی حدود ہیں- کھلے ہوئے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں' نمایاں شخص اللہ کی کتاب ہے- اوپر سے پکارنے والا اللہ کی طرف کا نصیحت کرنے والا ہے جو ہر مومن کے دل میں ہے (ترمذی) اس نکتے کو نہ بھولنا چاہئے کہ اپنی راہ کے لئے سبیل واحد کا لفظ بولا گیا اور گمراہی کی راہوں کے لئے سبل جمع کا لفظ استعمال کیا گیا اس لئے کہ راہ حق ایک ہی ہوتی ہے اور ناحق کے بہت سے طریقے ہوا کرتے ہیں جیسے آیت اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں ظُلُمٰتِ کو جمع کے لفظ سے اور نور کو واحد کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے- حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ قُلْ تَعَالَوْا سے تین آیات تک تلاوت کر کے فرمایا' تم میں سے کون کون ان باتوں پر مجھ سے بیعت کرتا ہے؟ پھر فرمایا' جس نے اس بیعت کو اپنا لیا' اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جس نے ان میں سے کسی بات کو توڑ دیا' اس کی دو صورتیں ہیں' یا تو دنیا میں ہی اس کی سزا شرعی اسے مل جائے گی' یا اللہ تعالیٰ آخرت تک اسے مہلت دے دے گا' پھر رب کی مشیت پر منحصر ہے اگر چاہے سزا دے' اگر چاہے تو معاف فرما دے-

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ ع ۱۹

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت فرمائی جس سے نیک کاروں پر نعمت پوری ہو' اس میں تمام احکام کی تفصیل ہے اور ہدایت و مہربانی ہے تا کہ لوگ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں ○ اور اس بابرکت کتاب کو بھی ہم نے نازل فرمایا ہے' پس تم اس کی حکم برداری کرو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ○

جنوں نے قرآن حکیم سنا: ☆☆ (آیت: ۱۵۴-۱۵۵) امام ابن جریر نے تو لفظ ثُمَّ کو ترتیب کے لئے مانا ہے یعنی ان سے یہ بھی کہہ دے اور ہماری طرف سے یہ خبر بھی پہنچا دے لیکن میں کہتا ہوں ثُمَّ کو ترتیب کے لئے مان کر خبر کا خبر پر عطف کر دیں تو کیا حرج ہے؟ کیونکہ ایسا ہوتا ہے اور شعروں میں بھی موجود ہے- چونکہ قرآن کریم کی مدح اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا میں گذری تھی' اس لئے اس پر عطف ڈال کر توراۃ کی مدح بیان کر دی- جیسے کہ اور بھی بہت سی آیات میں ہے- چنانچہ فرمان ہے وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا یعنی اس سے پہلے توراۃ امام رحمت تھی اور اب یہ قرآن عربی تصدیق کرنے والا ہے- اسی سورت کے اول میں

ہے قل من انزل الکتاب الذی الخ' اس آیت میں بھی تورات کے بیان کے بعد اس قرآن کا بیان ہے-

کافروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے فَلَمَّا جَآءَ ھُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا الخ جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے' اسے اس جیسا کیوں نہ ملا جو موسیٰ کو ملا تھا جس کے جواب میں فرمایا گیا' کیا انہوں نے موسیٰ کی اس کتاب کے ساتھ کفر نہیں کیا تھا؟ کیا صاف طور سے نہیں کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں اور ہم تو ہر ایک کے منکر ہیں- جنوں کا قول بیان ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا' ہم نے وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتری ہے' جو اپنے سے اگلی کتابوں کو سچا کہتی ہے اور راہ حق کی ہدایت کرتی ہے' وہ کتاب جامع اور کامل تھی- شریعت کی جن باتوں کی اس وقت ضرورت تھی' سب اس میں موجود تھیں' یہ احسان تھا نیک کاروں کی نیکیوں کے بدلے کا- جیسے فرمان ہے احسان کا بدلہ احسان ہی ہے- اور جیسے فرمان ہے کہ بنی اسرائیلیوں کو ہم نے ان کا امام بنا دیا جبکہ انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین رکھا- غرض یہ بھی اللہ کا فضل تھا اور نیکوں کی نیکیوں کا صلہ- احسان کرنے والوں پر اللہ بھی احسان پورا کرتا ہے یہاں بھی اور وہاں بھی- امام ابن جریر الذی کو مصدر یہ مانتے ہیں جیسے خُضْتُمْ کَالَّذِیْ خَاضُوْا میں ہے- ابن رواحہؓ کا شعر ہے

وثبت اللّٰہ ما اتاك من حسن　　　فی المرسلین و نصر کالذی نصروا

اللہ تیری اچھائیاں بڑھائے اور اگلے نبیوں کی طرح تیری بھی مدد فرمائے- بعض کہتے ہیں یہاں الذی معنی میں الذین کے ہے عبداللہ بن مسعودؓ کی قرات لما ما علی الذین احسنوا ہے- پس مومنوں اور نیک لوگوں پر اللہ کا یہ احسان ہے اور پورا احسان ہے- بغوی کہتے ہیں' مراد اس سے انبیاء اور عام مومن ہیں- یعنی ان سب پر ہم نے اس کی فضیلت ظاہر کی- جیسے فرمان ہے یٰمُوْسٰٓی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ الخ' یعنی اے موسیٰ میں نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تجھے لوگوں پر بزرگی عطا فرمائی- ہاں حضرت موسیٰ کی اس بزرگی سے حضرت محمد ﷺ جو خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جو خلیل اللہ ہیں' مستثنیٰ ہیں یہ سب ان دلائل کے جو وارد ہو چکے ہیں- یحییٰ بن یعمرؒ احسن ھو کو مخذوف مان کر احسن پڑھتے تھے- ہو سکتا ہے؟ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں' میں اس قرات کو جائز نہیں رکھوں گا اگرچہ عربیت کی بنا پر اس میں نقصان نہیں- آیت کے اس جملے کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ پر احسان رب کو تمام کرنے کے لئے یہ اللہ کی کتاب ان پر نازل ہوئی- ان دونوں کے مطلب میں کوئی تفاوت نہیں-

پھر تورات کی تعریف بیان فرمائی کہ اس میں ہر حکم بہ تفصیل ہے اور وہ ہدایت و رحمت ہے تاکہ لوگ قیامت کے دن اپنے رب سے ملنے کا یقین کر لیں- پھر قرآن کریم کی اتباع کی رغبت دلاتا ہے' اس میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اس کی طرف لوگوں کو بلانے کا حکم دیتا ہے- برکت سے اس کا وصف بیان فرماتا ہے کہ جو بھی اس پر کاربند ہو جائے' وہ دونوں جہان کی برکتیں حاصل کرے گا اس لئے کہ یہ اللہ کی طرف مضبوط رسی ہے-

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰی طَآئِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪
وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِیْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ
اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰی مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَیِّنَةٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِ

اللّٰہِ وَصَدَفَ عَنْھَا ؕ سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا کَانُوْا یَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

اس لئے کہ کبھی کہنے لگو' کتاب اللہ تو ہم سے پہلے کی دو جماعتوں کی طرف ہی نازل کی گئی اور ہم تو ان کی تلاوت سے بے خبر ہی رہے ○ یا کہنے لگو کہ اگر ہم پر کوئی کتاب اتاری جاتی تو ہم تو اس سے بہت ہی زیادہ راہ یافتہ بن جاتے' اچھا اب تو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حجت و دلیل اور ہدایت و رحمت آ پہنچی' پس اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھوٹی بتلائے اور ان سے کترا جائے' ہم بھی ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کتراتے رہتے ہیں' برے عذابوں کی سزا دیں گے' جو بدلا ہو گا ان کے کترانے کا ○

لاف زنی عیب ہے- دوسروں کو نیکی سے روکنے والے بدترین ہیں: ☆☆ (آیت:۱۵۶-۱۵۷) فرماتا ہے کہ اس آخری کتاب نے تمہارے تمام عذر ختم کر دیئے جیسے فرمان ہے وَلَوْ لَآ اَنْ تُصِیْبَھُمْ مُّصِیْبَۃٌ الخ یعنی اگر انہیں ان کی بدعملیوں کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی تو کہہ دیتے کہ تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیرے فرمان کو مانتے- اگلی دو جماعتوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں- اگر یہ عربی زبان کا قرآن نہ اترتا تو وہ یہ عذر کر دیتے کہ ہم پر تو ہماری زبان میں کوئی کتاب نہیں اتری' ہم اللہ کے فرمان سے بالکل غافل رہے' پھر ہمیں سزا کیوں ہو؟ نہ یہ عذر باقی رہا اور نہ یہ کہ اگر ہم پر آسمان کتاب اترتی تو ہم تو اگلوں سے آگے نکل جاتے اور خوب نیکیاں کرتے- جیسے فرمان ہے وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ الخ' یعنی موکد قسمیں کھا کھا کر لاف زنی کرتے تھے کہ ہم میں اگر کوئی نبی آ جائے تو ہم ہدایت کو مان لیں-

اللہ فرماتا ہے اب تو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ہدایت و رحمت بھرا قرآن بزبان رسول عربی آ چکا جس میں حلال و حرام کا بخوبی بیان ہے اور دلوں کی ہدایت کی کافی نورانیت اور رب کی طرف سے ایمان والوں کے لئے سراسر رحمت و رحم ہے- اب تم ہی بتاؤ کہ جس کے پاس اللہ کی آیات آ جائیں اور وہ انہیں جھٹلائے' ان سے فائدہ نہ اٹھائے' نہ عمل کرے' نہ یقین لائے' نہ نیکی کرے' نہ بدی چھوڑے' نہ خود مانے' نہ اوروں کو ماننے دے تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ اسی سورت کے شروع میں فرمایا ہے وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ وَیَنْئَوْنَ عَنْہُ خود اس کے مخالف اوروں کو بھی اسے ماننے سے روکتے ہیں دراصل اپنا ہی بگاڑتے ہیں جیسے فرمایا اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الخ' یعنی جو لوگ خود کفر کرتے ہیں اور راہ الٰہی سے روکتے ہیں' انہیں ہم عذاب بڑھاتے رہیں گے- پس یہ لوگ ہیں جو نہ مانتے تھے اور نہ فرماں بردار ہوتے تھے- جیسے فرمان ہے فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی یعنی نہ تو مانا' نہ نماز پڑھی بلکہ نہ مان کر منہ پھیر لیا- ان دونوں تفسیروں میں پہلی بہت اچھی ہے یعنی خود بھی انکار کیا اور دوسروں کو بھی انکار پر آمادہ کیا-

ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَوْ یَاْتِیَ رَبُّکَ اَوْ یَاْتِیَ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ ؕ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِھَا خَیْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

کیا یہ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں؟ یا تیرا رب آئے؟ یا تیرے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں؟ جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں گی تو کسی شخص کو جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا' اس کا ایمان مطلق فائدہ نہ دے گا' نہ اسے جس نے اپنے ایمان کی حالت میں نیکیاں نہ کی ہوں' کہہ دے کہ اچھا منتظر رہو' ہم بھی انتظار کر رہے ہیں ○

قیامت اور بے بسی: ☆☆ (آیت: ۱۵۸) اللہ تعالیٰ کافروں کو اور پیغمبروں کے مخالفوں کو اور اپنی آیات کے جھٹلانے والوں کو اور اپنی راہ سے روکنے والوں کو ڈرا رہا ہے کہ کیا انہیں قیامت کا انتظار ہے؟ جبکہ فرشتے بھی آئیں گے اور خود اللہ قہار بھی۔ وہ بھی وقت ہو گا جب ایمان بھی بے سود اور توبہ بھی بیکار۔ بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے' جب یہ نشان ظاہر ہو جائے گا تو زمین پر جتنے لوگ ہوں گے' سب ایمان لائیں گے لیکن اس وقت کا ایمان محض بے سود ہے' پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ اور حدیث میں ہے' جب قیامت کی تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو بے ایمان کو ایمان لانا' خیر سے رکے ہوئے لوگوں کو اس کے بعد نیکی یا توبہ کرنا کچھ سودمند نہ ہو گا۔ سورج کا مغرب سے نکلنا' دجال کا آنا دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔ ایک اور روایت میں اس کے ساتھ ہی ایک دھویں کے آنے کا بھی بیان ہے۔ اور حدیث میں ہے' سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پیشتر جو توبہ کرے اس کی توبہ مقبول ہے۔

حضرت ابوذرؓ سے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا' جانتے ہو یہ سورج غروب ہو کر کہاں جاتا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں' فرمایا' عرش کے قریب جا کر سجدے میں پڑتا ہے اور ٹھہرا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے اجازت ملے اور کہا جائے لوٹ جا' قریب ہے کہ ایک دن اس سے کہہ دیا جائے کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا' یہی وہ وقت ہو گا کہ ایمان لانا بے نفع ہو جائے گا۔ ایک مرتبہ لوگ قیامت کی نشانیوں کا ذکر کر رہے تھے' اتنے میں حضورؐ بھی تشریف لے آئے اور فرمانے لگے' قیامت قائم نہ ہو گی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو گے۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' دھواں' دابۃ الارض' یاجوج ماجوج کا آنا' عیسیٰ بن مریم کا آنا اور دجال کا نکلنا' مشرق مغرب اور جزیرہ عرب میں تین جگہ زمین کا دھنس جانا اور عدن کے درمیان سے ایک زبردست آگ کا نکلنا جو لوگوں کو ہانک کے لے جائے گی' رات دن ان کے پیچھے ہی پیچھے رہے گی (مسلم وغیرہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا نشان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا' وہ رات بہت لمبی ہو جائے گی بقدر دو راتوں کے' لوگ معمول کے مطابق اپنے کام کاج میں ہوں گے اور تہجد گذاری میں بھی۔ ستارے اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہوں گے' پھر لوگ سو جائیں گے' پھر اٹھیں گے' کام میں لگیں گے' پھر سوئیں گے' پھر اٹھیں گے لیکن دیکھیں گے کہ نہ ستارے ہٹے ہیں نہ سورج نکلا ہے' کروٹیں دکھنے لگیں گی لیکن صبح نہ ہو گی اب تو گھبرا جائیں گے اور دہشت زدہ ہو جائیں گے' منتظر ہوں گے کہ کب سورج نکلے' مشرق کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہوں گے کہ اچانک مغرب کی طرف سے سورج نکل آئے گا اس وقت تو تمام روئے زمین کے انسان مسلمان ہو جائیں گے لیکن اس وقت ایمان محض بے سود ہو گا۔ (ابن مردویہ) ایک حدیث میں حضورؐ کا اس آیت کے اس جملے کو تلاوت فرما کر اس کی تفسیر میں سورج کا مغرب سے نکلنا فرمانا بھی ہے۔

ایک روایت میں ہے سب سے پہلی نشانی یہی ہو گی۔ اور حدیث میں ہے' اللہ تعالیٰ نے مغرب کی طرف ایک بڑا دروازہ کھول رکھا ہے جس کا عرض (چوڑائی) ستر سال (کی مسافت) ہے' یہ توبہ کا دروازہ ہے۔ یہ بند نہ ہو گا جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے۔ اور حدیث میں ہے' لوگوں پر ایک رات آئے گی جو تین راتوں کے برابر ہو گی' اسے تہجد گزار جان لیں گے' یہ کھڑے ہوں گے ایک معمول کے مطابق تہجد

پڑھ کر سو جائیں گے' پھر اٹھیں گے اپنا معمول ادا کر کے پھر لیٹیں گے۔ لوگ اس لمبائی سے گھبرا کر چیخ و پکار شروع کر دیں گے اور دوڑے بھاگے مسجدوں کی طرف جائیں گے کہ ناگہاں دیکھیں گے کہ سورج طلوع ہو گیا یہاں تک کہ وسط آسمان میں پہنچ کر پھر لوٹ جائے گا اور اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے طلوع ہوگا۔ یہی وہ وقت ہے جس وقت ایمان سود مند نہیں۔ اور روایت میں ہے کہ تین مسلمان شخص مروان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' مروان ان سے کہہ رہے تھے کہ سب سے پہلی نشانی دجال کا خروج ہے۔ یہ سن کر یہ لوگ حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس گئے اور یہ بیان کیا' آپ نے فرمایا' اس نے کچھ نہیں کہا' مجھے حضورؐ کا فرمان خوب محفوظ ہے کہ سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے نکلنا ہے۔ اور دابۃ الارض کا دن چڑھے ظاہر ہونا ہے۔ ان دونوں میں سے جو بھی پہلے ظاہر ہو' اسی کے بعد دوسری ظاہر ہوگی۔ حضرت عبداللہ کتاب پڑھتے جاتے تھے۔ فرمایا میرا خیال ہے کہ پہلے سورج کا نشان ظاہر ہوگا' وہ غروب ہوتے ہی عرش تلے جاتا ہے اور سجدہ کر کے اجازت مانگتا ہے' اجازت مل جاتی ہے' جب مشیت الٰہی سے مغرب سے ہی نکلنا ہوگا تو اس کی بار بار کی اجازت طلبی پر بھی جواب نہ ملے گا۔ رات کا وقت ختم ہونے کے قریب ہوگا اور یہ سمجھ لے گا کہ اب اگر اجازت ملی بھی تو مشرق میں نہیں پہنچ سکتا۔ تو کہے گا کہ یا اللہ دنیا کو سخت تکلیف ہوگی تو اس سے کہا جائے گا' یہیں سے طلوع ہو چنانچہ وہ مغرب سے ہی نکل آئے گا' پھر حضرت عبداللہ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

طبرانی میں ہے کہ جب سورج مغرب سے نکلے گا' ابلیس سجدے میں گر پڑے گا اور زور زور سے کہے گا' الٰہی مجھے حکم کر میں مانوں گا' جسے تو فرمائے میں سجدہ کرنے کے لئے تیار ہوں اس کی ذریت اس کے پاس جمع ہو جائے گی اور کہے گی یہ ہائے وائے کیسی ہے؟ وہ کہے گا' مجھے یہیں تک ڈھیل دی گئی تھی۔ اب وہ آخری وقت آ گیا' پھر صفا کی پہاڑی کے غار سے دابۃ الارض نکلے گا' اس کا پہلا قدم انطاکیہ میں پڑے گا' وہ ابلیس کے پاس پہنچے گا اور اسے تھپڑ مارے گا۔ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کی سند بالکل ضعیف ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ان کتابوں میں سے حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے لی ہو جن کے دو تھیلے انہیں یرموک کی لڑائی والے دن ملے تھے۔ اس کا فرمان رسول ہونا ناقابل تسلیم ہے۔ اللہ اعلم۔

حضورؐ فرماتے ہیں' ہجرت منقطع نہ ہوگی جب تک کہ دشمن برسر پیکار رہے۔ ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو گناہوں کو چھوڑنا دوسرے اللہ اور اس کے رسول کے پاس ترک وطن کر کے جانا۔ یہ بھی باقی رہے گی جب تک کہ توبہ قبول ہوتی ہے اور توبہ قبول ہوتی رہے گی جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے' سورج کے مغرب سے نکلتے ہی پھر جو کچھ جس دل میں ہے' اسی پر مہر لگ جائے گی' اور اعمال بے سود ہو جائیں گے۔ ابن مسعودؓ کا فرمان ہے کہ بہت سے نشانات گزر چکے ہیں صرف چار باقی رہ گئے ہیں۔ سورج کا نکلنا' دجال' دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کا آنا۔ جس علامت کے ساتھ اعمال ختم ہو جائیں گے' وہ مغرب سے سورج کا طلوع ہونا ہے۔ ایک طویل مرفوع غریب منکر حدیث میں ہے کہ اس دن سورج چاند ملے جلے طلوع ہوں گے۔ آدھے آسمان سے واپس چلے جائیں گے پھر حسب عادت ہو جائیں گے۔ اس حدیث کا تو مرفوع ہونے کا دعویٰ اس حدیث کے موضوع ہونے کا ثبوت ہے۔ ہاں ابن عباسؓ یا وہب بن منبہؒ پر موقوف ہونے کی حیثیت سے ممکن ہے موضوع کی گنتی سے نکل جائے۔ واللہ اعلم۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' قیامت کی پہلی نشانی کے ساتھ ہی اعمال کا خاتمہ ہے۔ اس دن کسی کافر کا مسلمان ہونا بے سود ہوگا۔ ہاں مومن جو اس سے پہلے نیک اعمال والا ہوگا' وہ بہتری میں رہے گا' اور جو نیک عمل نہ ہوگا' اس کی توبہ بھی اس وقت مقبول نہ ہوگی جیسے کہ پہلے احادیث گذر چکی ہیں۔ برے لوگوں کے نیک اعمال بھی اس نشان عظیم کو دیکھ لینے کے بعد کام نہ آئیں گے۔ پھر کافروں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اچھا تم انتظار میں ہی رہو تا آنکہ توبہ کے اور ایمان کے قبول نہ ہونے کا وقت آ جائے۔ اور

قیامت کے زبردست آثار ظاہر ہو جائیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ہَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَۃَ الخ قیامت کے اچانک آ جانے کا ہی انتظار ہے۔ اس کی بھی علامات ظاہر ہو چکی ہیں اس کے آ چکنے کے بعد نصیحت کا وقت کہاں؟ اور آیت میں فَلَمَّا رَاَوْ ا بَاْسَنَا ہمارے عذابوں کا مشاہدہ کر لینے کے بعد کا ایمان اور شرک سے انکار بے سود ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

جن لوگوں نے تفرقہ ڈالا اور گروہ گروہ بن گئے' تجھے ان سے کوئی سروکار نہیں' ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے' پھر وہی انہیں اس کے بعد ان کے کرتوت سے باخبر کر دے گا○

اہل بدعت گمراہ ہیں: ☆☆ (آیت:۱۵۹) مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں اتری ہے۔ یہ لوگ حضورؐ کی نبوت سے پہلے سخت اختلافات میں تھے جن کی خبر یہاں دی جا رہی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ شَیْءٍ تک اس آیت کی تلاوت فرما کر حضورؐ نے فرمایا' وہ بھی تجھ سے کوئی میل نہیں رکھتے۔ اس امت کے اہل بدعت شک شبہ والے اور گمراہی والے ہیں۔ اس حدیث کی سند صحیح نہیں۔ یعنی ممکن ہے' یہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہو۔ ابو امامہؓ فرماتے ہیں اس سے مراد خارجی ہیں۔ یہ بھی مرفوعاً مروی ہے لیکن صحیح نہیں۔ ایک اور غریب حدیث میں ہے' حضورؐ فرماتے ہیں' مراد اس سے اہل بدعت ہے' اس کا بھی مرفوع ہونا صحیح نہیں۔ بات یہ ہے کہ آیت عام ہے۔ جو بھی اللہ رسول کے دین کی مخالفت کرے اور اس میں پھوٹ اور افتراق پیدا کرے' گمراہی کی اور خواہش پرستی کی پیروی کرے' نیا دین اختیار کرے' نیا مذہب قبول کرے' وہی وعید میں داخل ہے کیونکہ حضورؐ جس حق کو لے کر آئے ہیں' وہ ایک ہی ہے' کئی ایک نہیں' اللہ نے اپنے رسولؐ کو فرقہ بندی سے بچایا ہے اور آپ کے دین کو بھی اس لعنت سے محفوظ رکھا ہے۔

اسی مضمون کی دوسری آیت شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ الخ ہے ایک حدیث میں بھی ہے کہ ہم جماعت انبیاء علاتی بھائی ہیں۔ ہم سب کا دین ایک ہی ہے۔ پس صراط مستقیم اور دین پسندیدہ اللہ کی توحید اور رسولوں کی اتباع ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ ضلالت' جہالت' رائے' خواہش اور بددینی ہے اور رسولؐ اس سے بیزار ہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے' وہی انہیں ان کے کرتوت سے آگاہ کرے گا جیسے اور آیت میں ہے کہ مومنوں' یہودیوں' صابیوں اور نصرانیوں میں مجوسیوں میں مشرکوں میں اللہ خود قیامت کے دن فیصلے کر دے گا اس کے بعد اپنے احسان' حکم اور عدل کا بیان فرماتا ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

نیکی لانے والے کو دس گنا بدلہ ہے اور برائی لے کر آنے والا برابر برابر ہی بدلہ پائے گا اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا○

نیکی کا دس گنا ثواب اور غلطی کی سزا برابر برابر: ☆☆ (آیت:۱۶۰) ایک اور آیت میں مجملاً یہ آیا ہے کہ فلہ خیر منہا جو نیکی لائے' اس کے لئے اس سے بہتر بدلہ ہے۔ اسی آیت کے مطابق بہت سی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔ ایک میں ہے تمہارا رب عزوجل بہت بڑا رحیم ہے۔ نیکی کے صرف قصد پر نیکی کے کرنے کا ثواب عطا فرما دیتا ہے اور ایک نیکی کے کرنے پر دس سے ساٹھ تک بڑھا دیتا ہے

اور بھی بہت زیادہ اور بہت زیادہ - اور اگر برائی کا قصد ہوا' پھر نہ کر سکا تو بھی نیکی ملتی ہے اور اگر اس برائی کو کر گزرا تو ایک برائی ہی لکھی جاتی ہے اور بہت ممکن ہے کہ اللہ معاف ہی فرما دے اور بالکل ہی مٹا دے - سچ تو یہ ہے کہ ہلاکت والے ہی اللہ کے ہاں ہلاک ہوتے ہیں - (بخاری' مسلم' نسائی وغیرہ)

ایک حدیث قدسی میں ہے' نیکی کرنے والے کو دس گنا ثواب ہے اور پھر بھی میں زیادہ کر دیتا ہوں اور برائی کرنے والے کو اکہرا عذاب ہے اور میں معاف بھی کر دیتا ہوں - زمین بھر تک جو شخص خطائیں لے آئے اگر اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا تو میں اتنی ہی رحمت سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں - جو میری طرف بالشت بھر آئے' میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو ہاتھ بھر آئے' میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو میری طرف چلتا ہوا آئے' میں اس کی طرف دوڑتا ہوا جاتا ہوں (مسلم مسند وغیرہ) اس سے پہلے گزری ہوئی حدیث کی طرح ایک اور حدیث بھی ہے' اس میں فرمایا ہے کہ برائی کا ارادہ کر کے پھر اسے چھوڑ دینے والے کو بھی نیکی ملتی ہے - اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کے ڈر سے چھوڑ دے چنانچہ بعض روایات میں تشریح آ بھی چکی ہے - دوسری صورت چھوڑ دینے کی یہ ہے کہ اسے یاد ہی نہ آئے - بھول بسر جائے تو اسے نہ ثواب ہے نہ عذاب کیونکہ اس نے اللہ سے ڈر کر نیک نیتی سے اسے ترک نہیں کیا - اور اگر بدنیتی سے اس نے کوشش بھی کی' اسے پوری طرح کرنا بھی چاہا لیکن عاجز ہو گیا' کر نہ سکا موقعہ ہی نہ ملا' اسباب ہی نہ بنے' تھک کر بیٹھ گیا' تو ایسے شخص کو اس برائی کے کرنے کے برابر ہی گناہ ہوتا ہے - چنانچہ حدیث میں ہے جب دو مسلمان تلواریں لے کر ایک دوسرے سے جنگ کریں تو جو مار ڈالے اور جو مار ڈالا جائے دونوں جہنمی ہیں' لوگوں نے کہا مار ڈالنے والا تو خیر' لیکن جو مارا گیا وہ جہنم میں کیوں جائے گا؟ آپ نے فرمایا' اس لئے کہ وہ بھی دوسرے کو مار ڈالنے کا آرزومند تھا اور حدیث میں ہے' حضور فرماتے ہیں' نیکی کے محض ارادے پر نیکی لکھ لی جاتی ہے اور عمل میں لانے کے بعد دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں - برائی کے محض ارادے کو لکھا نہیں جاتا' اگر عمل کر لے تو ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے اور اگر چھوڑ دے تو نیکی لکھی جاتی ہے -

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس نے گناہ کے کام کو میرے خوف سے ترک کر دیا - حضور فرماتے ہیں لوگوں کی چار قسمیں ہیں اور اعمال کی چھ قسمیں ہیں - بعض لوگ تو وہ ہیں جنہیں دنیا اور آخرت میں وسعت اور کشادگی دی جاتی ہے - بعض وہ ہیں جن پر دنیا میں کشادگی ہوتی ہے اور آخرت میں تنگی - بعض وہ ہیں' جن پر دنیا میں تنگی رہتی ہے اور آخرت میں کشادگی ملے گی - بعض وہ ہیں جو دونوں جہان میں بدبخت رہتے ہیں' یہاں بھی وہاں بھی بے آبرو - اعمال کی چھ قسمیں تو ثواب واجب کر دینے والی ہیں - ایک برابر کا' ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا - واجب کر دینے والی دو چیزیں وہ یہ ہیں' جو شخص اسلام و ایمان پر مرے' اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو' اس کے لئے جنت واجب ہے - اور جو کفر پر مرے اس کے لئے جہنم واجب ہے اور جو نیکی کا ارادہ کرے گو کی نہ ہو' اسے ایک نیکی ملتی ہے اس لئے کہ اللہ جانتا ہے کہ اس کے دل نے اسے سمجھا اس کی حرص کی اور جو شخص برائی کا ارادہ کرے' اس کے ذمہ گناہ نہیں لکھا جاتا اور جو کر گزرے' اسے ایک ہی گناہ ہوتا ہے اور وہ بڑھتا نہیں ہے اور جو نیکی کا کام کرے' اسے دس نیکیاں ملتی ہیں اور جو راہ اللہ عزوجل میں خرچ کرے' اسے سات سو گنا ملتا ہے (ترمذی)

فرمان ہے کہ جمعہ میں آنے والے لوگ تین طرح کے ہیں - ایک وہ جو وہاں لغو کرتا ہے' اس کے حصے میں تو وہی لغو ہے' ایک دعا کرتا ہے - اسے اگر اللہ چاہے دے' چاہے نہ دے - تیسرا وہ شخص ہے جو سکوت اور خاموشی کے ساتھ خطبے میں بیٹھتا ہے' کسی مسلمان کی گردن پھلانگ کر مسجد میں آگے نہیں بڑھتا نہ کسی کو ایذا دیتا ہے' اس کا جمعہ اگلے جمعہ تک گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے بلکہ اور تین دن تک کے گناہوں کا

بھی اس لئے کہ وعدہ الٰہی میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جو نیکی کرے اسے دس گنا اجر ملتا ہے۔

طبرانی میں ہے جمعہ جمعہ تک بلکہ اور تین دن تک کفارہ ہے اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے نیکی کرنے والے کو اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ فرماتے ہیں جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھے اسے سال بھر کے روزوں کا یعنی تمام عمر سارا زمانہ روزے سے رہنے کا ثواب ملتا ہے۔ اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے کہ ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہے۔ ایک دن کے روزے کا ثواب دس روزوں کا ملتا ہے (ترمذی) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ اس آیت میں حسنہ سے مراد کلمہ توحید اور سیۂ سے مراد شرک ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ ہے لیکن اس کی کوئی صحیح سند میری نظر سے نہیں گزری۔ اس آیت کی تفسیر میں اور بھی بہت سی احادیث اور آثار ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ یہ ہی کافی ہیں۔

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾

کہدے کہ مجھے تو میرے پروردگار نے سیدھی راہ کی ہدایت کر دی ہے یعنی سچے دین کی جو ابراہیم کا دین ہے' جو شرک سے یکسو تھا اور مشرکوں میں نہ تھے ○ کہدے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○ جس کا کوئی شریک نہیں' مجھے اسی توحید کا حکم فرمایا گیا ہے اور میں سب فرماں برداروں میں اول ہوں ○

بے وقوف وہی ہے جو دین حنیف سے منہ موڑ لے: ☆☆ (آیت: ۱۶۱-۱۶۳) سید المرسلین ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ پر اللہ کی جو نعمت ہے' اس کا اعلان کر دیں کہ اس رب نے آپ کو صراط مستقیم دکھا دی ہے جس میں کوئی کجی یا کمی نہیں' وہ ثابت اور سالم سیدھی اور ستھری راہ ہے' ابراہیم حنیف کی ملت ہے جو مشرکوں میں نہ تھے۔ اس دین سے وہی ہٹ جاتا ہے جو محض بے وقوف ہو۔ اور آیت میں ہے اللہ کی راہ میں پورا جہاد کرو۔ وہی اللہ ہے جس نے تمہیں برگزیدہ کیا اور کشادہ دین عطا فرمایا جو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے سچے فرمانبردار تھے' مشرک نہ تھے' اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے' اللہ کے پسندیدہ تھے' راہ مستقیم کی ہدایت پائے ہوئے تھے۔ دنیا میں بھی ہم نے انہیں بھلائی دی تھی اور میدان قیامت میں بھی وہ نیک کار لوگوں میں ہوں گے۔ پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر کہ وہ مشرکین میں نہ تھا' یہ یاد رہے کہ حضور کو آپ کی ملت کی پیروی کا حکم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلیل اللہ آپ سے افضل ہیں اس لئے کہ حضور کا قیام اس پر پورا ہوا اور یہ دین آپ ہی کے ہاتھوں کمال کو پہنچا۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور تمام اولاد آدم کا علی الاطلاق سردار ہوں اور مقام محمود والا ہوں جس سے ساری مخلوق کو امید ہوگی یہاں تک کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو بھی۔

ابن مردویہ میں ہے کہ حضور صبح کے وقت فرمایا کرتے تھے اصبحنا علی ملة الاسلام و کلمة الاخلاص و دین نبینا و ملة ابراهیم حنیفا و ما کان من المشرکین یعنی ہم نے ملت اسلامیہ پر' کلمہ اخلاص پر' ہمارے نبی کے دین پر اور ملت

ابراہیم حنیف پر صبح کی ہے جو مشرک نہ تھے۔ حضور علیہ السلام سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ محبوب دین اللہ کے نزدیک کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' وہ جو یکسوئی اور آسانی والا ہے۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ جس دن حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے کندھوں پر منہ رکھ کر حبشیوں کے جنگی کرتب ملاحظہ فرمائے تھے' اس دن آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ اس لئے کہ یہود یہ جان لیں کہ ہمارے دین میں کشادگی ہے اور اس میں یکسوئی والا آسانی والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ اور حکم ہوتا ہے کہ آپ مشرکوں سے اپنا مخالف ہونا بھی بیان فرما دیں' وہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں' دوسروں کے نام پر ذبیحہ کرتے ہیں۔ جبکہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں' اسی کے نام پر ذبیحہ کرتا ہوں چنانچہ بقرہ عید کے دن حضورؐ نے جب دو مینڈھے ذبح کئے توانی و جهت الخ' کے بعد یہی آیت پڑھی۔ آپ ہی اس امت میں اول مسلم تھے' اس لئے کہ یوں تو ہر نبی اور ان کی ماننے والی امت مسلم ہی تھی' سب کی دعوت اسلام ہی کی تھی' سب اللہ کی خالص عبادت کرتے رہے جیسے فرمان ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ یعنی تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول ہم نے بھیجے' سب کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں' تم سب میری ہی عبادت کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام کا فرمان قرآن میں موجود ہے کہ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو میرے رب کے ذمہ ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں رہوں۔ اور آیت میں ہے وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ الخ ملت ابراہیمی سے وہی ہٹتا ہے جس کی قسمت پھوٹ گئی ہو۔ وہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ تھا اور آخرت میں بھی صالح لوگوں میں سے ہے' اسے جب اس کے رب نے فرمایا تو تابعدار بن جا' اس نے جواب دیا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں۔ اس بات کی وصیت ابراہیمؑ نے اپنے بچوں کو کی تھی اور یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو کہ اے میرے بچو' اللہ نے تمہارے لئے دین کو پسند فرمالیا ہے۔

پس تم اسلام ہی پر مرنا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی آخری دعا میں ہے' یا اللہ تو نے مجھے ملک عطا فرمایا' خواب کی تعبیر سکھائی' آسمان وزمین کا ابتداء میں پیدا کرنے والا تو ہی ہے' تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا اولی ہے' مجھے اسلام کی حالت میں فوت کرنا اور نیک کاروں میں ملا دینا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ میرے بھائیو' اگر تم ایماندار ہو' اگر تم مسلم ہو تو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ سب نے جواب دیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل رکھا ہے اے اللہ! ہمیں ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا اور ہمیں اپنی رحمت کے ساتھ ان کافروں سے بچالے۔ اور آیت میں فرمان باری ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ الخ ہم نے تورات اتاری جس میں ہدایت و نور ہے جس کے مطابق وہ انبیاء حکم کرتے ہیں' جو مسلم ہیں یہودیوں کو بھی اور ربانیوں کو بھی اور احبار کو بھی۔ اور فرمان ہے وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ الخ میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ' سب نے کہا ہم نے ایمان قبول کیا ہمارے مسلمان ہونے پر تم گواہ رہو۔ یہ آیات صاف بتلا رہی ہیں کہ اللہ نے اپنے نبیوں کو اسلام کے ساتھ ہی بھیجا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اپنی اپنی مخصوص شریعتوں کے ساتھ مختص تھے۔ احکام کا ادل بدل ہوتا رہتا تھا یہاں تک کہ حضورؐ کے دین کے ساتھ پہلے کے تمام دین منسوخ ہو گئے اور نہ منسوخ ہونے والا نہ بدلنے والا ہمیشہ رہنے والا دین اسلام آپ کو ملا' جس پر ایک جماعت قیامت تک قائم رہے گی اور اس پاک دین کا جھنڈا قیامت تک لہراتا رہے گا۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت علاتی بھائی ہیں' ہم سب کا دین ایک ہی ہے۔ بھائیوں کی ایک قسم تو علاتی ہے جن کا باپ ایک ہو' مائیں الگ الگ ہوں۔ ایک قسم اخیافی جن کی ماں ایک ہو اور باپ جداگانہ ہوں۔ اور ایک عینی بھائی ہیں جن کا باپ بھی

ایک ہو اور ماں بھی ایک ہو۔ پس تمام انبیاء کا دین ایک ہے یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت اور شریعت مختلف ہیں بہ اعتبار احکام کے اس لئے انہیں علاتی بھائی فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کی تکبیر اولیٰ کے بعد نماز میں اِنِّیْ وَجَّھْتُ اور یہ آیت پڑھ کر پھر یہ پڑھتے اللھم انت الملك لا اله الا انت انت ربی وانا عبدك ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی جمیعا لایغفر الذنوب الا انت واھدنی لاحسن الاخلاق لایھدی لاحسنھا الا انت واصرف عنی سیئھا لایصرف عنی سیئھا الا انت تبارکت وتعالیت استغفرك واتوب الیك یہ حدیث لمبی ہے۔ اس کے بعد راوی نے رکوع وسجدہ اور تشہد کی دعاؤں کا ذکر کیا ہے۔ (مسلم)

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کروں حالانکہ تمام چیزوں کا رب تو وہی ہے ہر برے کام کرنے والے پر اسکا بوجھ ہے کوئی بوجھ والا دوسرے کا بوجھ اپنے اوپر نہ لادے گا پھر تم سب کا لوٹنا تمہارے رب کی طرف ہی ہے پھر تمہارے تمام اختلافات کی خبر وہی تمہیں دیگا ○

جھوٹے معبود غلط سہارے : ☆☆ (آیت:۱۶۴) کافروں کو نہ تو خلوص عبادت نصیب ہے نہ سچا توکل رب میسر ہے ان سے کہدے کہ کیا میں بھی تمہاری طرح اپنے اور سب کے سچے معبود کو چھوڑ کر جھوٹے معبود بنا لوں؟ میری پرورش کرنے والا حفاظت کرنے والا مجھے بچانے والا میرے کام بنانے والا میری بگڑی کو سنوارنے والا تو اللہ ہی ہے پھر میں دوسرے کا سہارا کیوں لوں؟ مالک وخالق کو چھوڑ کر بے بس اور محتاج کے پاس کیوں جاؤں؟ گویا اس آیت میں توکل علی اللہ اور عبادت رب کا حکم ہوتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں عموماً ایک ساتھ بیان ہوا کرتی ہیں جیسے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ میں اور فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ میں اور قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا میں اور رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا میں اور دوسری آیات میں بھی۔

پھر قیامت کے دن کی خبر دیتا ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ عدل وانصاف سے ملے گا۔ نیکوں کو نیک بدوں کو بد ایک کے گناہ دوسرے پر نہیں لادے جائیں گے کوئی قرابتدار دوسرے کے عوض پکڑا نہ جائے گا اس دن ظلم بالکل ہی نہ ہوگا نہ کسی کے گناہ بڑھائے جائیں گے نہ کسی کی نیکی گھٹائی جائے گی۔ اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی ہاں جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامے ملے ہیں ان کے نیک اعمال کی برکت ان کی اولاد کو بھی پہنچے گی۔ جیسے فرمان ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ الخ یعنی جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ان کے ایمان میں ان کی تابعداری کی ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے بلند درجوں میں پہنچا دیں گے گو ان کے اعمال اس درجے کے نہ ہوں لیکن چونکہ ان کی ایمان میں شرکت ہے اس لئے درجات میں بھی بڑھا دیں گے اور یہ درجے ماں باپ کے درجے گھٹا کر نہ بڑھیں گے بلکہ یہ اللہ کا فضل وکرم ہوگا۔ ہاں برے لوگ اپنے بداعمال کے جھگڑے میں گھرے ہوں گے۔ تم بھی عمل کئے جا رہے ہو ہم بھی کئے جا رہے ہیں اللہ کے ہاں سب کو جانا ہے وہاں اعمال کا حساب ہونا ہے پھر معلوم ہو جائے گا کہ اس اختلاف میں حق اور رضائے رب مرضی مولیٰ کس کے ساتھ تھی؟ ہمارے اعمال سے تم اور تمہارے اعمال سے ہم اللہ کے ہاں پوچھے نہ جائیں گے۔ قیامت کے دن اللہ کے ہاں

سچے فیصلے ہوں گے اور وہ باعلم اللہ ہمارے درمیان سچے فیصلے فرمادے گا۔

وَهُوَ الَّذِىۡ جَعَلَكُمۡ خَلٰٓـئِفَ الۡاَرۡضِ وَرَفَعَ بَعۡضَكُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبۡلُوَكُمۡ فِىۡ مَاۤ اٰتٰٮكُمۡ‌ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ‌ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۶۵﴾ ع ۱۱

اسی نے تمہیں زمین میں نائب بنایا ہے اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں فضیلت دی ہے' تا کہ اس نے تمہیں جو کچھ دے رکھا ہے' اس میں تمہاری آزمائش کرے' بیشک تیرا رب جلد سزا دینے والا بھی ہے اور یقیناً وہ بہت ہی بخشش مہربانی کرنے والا بھی ہے ○

اللہ کی رحمت' اللہ کے غضب پر غالب ہے: ☆☆ (آیت:۱۶۵) اس اللہ نے تمہیں زمین کا آباد کرنے والا بنایا ہے۔ وہ تمہیں یکے بعد دیگرے پیدا کرتا رہتا ہے' ایسا نہیں کیا کہ زمین پر فرشتے بستے ہوں۔ فرمان ہے عَسٰی رَبُّكُمۡ اَنۡ يُّهۡلِكَ عَدُوَّكُمۡ "ممکن ہے' تمہارا رب تمہارے دشمن کو غارت کر دے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنا کر آزمائے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟" اس نے تمہارے درمیان مختلف طبقات بنائے' کوئی امیر ہے' کوئی غریب ہے' کوئی خوش خو ہے' کوئی بداخلاق ہے' کوئی خوبصورت ہے' کوئی بدصورت' یہ بھی اس کی حکمت ہے' اسی نے روزیاں تقسیم کی ہیں' ایک کو ایک کے ماتحت کر دیا ہے۔ فرمان ہے اُنۡظُرۡ كَيۡفَ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ الخ' دیکھ لے کہ ہم نے ان میں سے ایک کو ایک پر کیسے فضیلت دی ہے؟ اس سے منشاء یہ ہے کہ آزمائش و امتحان ہو جائے۔ امیر آدمیوں کا شکر' فقیروں کا صبر معلوم ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' دنیا میٹھی اور سبز رنگ ہے' اللہ تمہیں اس میں خلیفہ بنا کر دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ پس تمہیں دنیا سے ہوشیار رہنا چاہئے اور عورتوں کے بارے میں بہت احتیاط سے رہنا چاہئے' بنو اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتیں ہی تھیں۔ اس سورت کی آخری آیت میں اپنے دونوں وصف بیان فرمائے۔ عذاب کا بھی' ثواب کا بھی' پکڑ کا بھی اور بخشش کا بھی' اپنے نافرمانوں پر ناراضگی کا اور اپنے فرمانبرداروں پر رضامندی کا۔ عموماً قرآن کریم میں یہ دونوں صفتیں ایک ساتھ ہی بیان فرمائی جاتی ہیں۔

جیسے فرمان ہے وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلۡمِهِمۡ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ اور آیت میں ہے نَبِّئۡ عِبَادِىۡۤ اَنِّىۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ وَاَنَّ عَذَابِىۡ هُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِيۡمُ یعنی تیرا رب اپنے بندوں کے گناہ بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت اور دردناک عذاب دینے والا بھی ہے۔ پس ان آیات میں رغبت و رہبت دونوں ہیں' اپنے فضل کا اور جنت کا لالچ بھی دیتا ہے اور آگ کے عذاب سے دھمکاتا بھی ہے۔ کبھی کبھی ان دونوں وصفوں کو الگ الگ بیان فرماتا ہے' تا کہ عذابوں سے بچنے اور نعمتوں کے حاصل کرنے کا خیال پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے احکام کی پابندی اور اپنی ناراضگی کے کاموں سے نفرت نصیب فرمائے اور ہمیں کامل یقین عطا فرمائے کہ ہم اس کے کلام پر ایمان و یقین رکھیں' وہ قریب و مجیب ہے' وہ دعاؤں کا سننے والا ہے' وہ جواد' کریم اور وہاب ہے۔ مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اگر مومن صحیح طور پر اللہ کے عذاب سے واقف ہو جائے تو اپنے گناہوں کی وجہ سے جنت کے حصول کی آس ہی نہ رہے اور اگر کافر اللہ کی رحمت سے کماحقہ واقف ہو جائے تو کسی کو بھی جنت سے مایوسی نہ ہو۔ اللہ نے سو رحمتیں بنائی ہیں جن میں سے صرف ایک بندوں کے درمیان رکھی ہے' اسی سے ایک دوسرے پر رحم و کرم کرتے ہیں۔ باقی ننانوے تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں' یہ حدیث ترمذی اور

مسلم شریف میں بھی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش کے وقت ایک کتاب لکھی جو عرش پر اس کے پاس ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کئے جن میں سے ایک کم ایک سو تو اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ زمین پر نازل فرمایا' اسی ایک حصے میں مخلوق کو ایک دوسرے پر شفقت و کرم ہے یہاں تک کہ جانور بھی اپنے بچے کے جسم سے اپنا پاؤں رحم کھا کر اٹھا لیتا ہے کہ کہیں اسے تکلیف نہ ہو۔

الحمدللہ سورۂ انعام کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الاعراف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓصٓ ﴿۱﴾ کِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ فَلَا یَکُنۡ فِیۡ صَدۡرِکَ حَرَجٌ مِّنۡہُ لِتُنۡذِرَ بِہٖ وَ ذِکۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲﴾ اِتَّبِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ لَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۳﴾

اللہ رحم کرنے والے مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع

یہ ہے وہ کتاب جو تیری طرف نازل فرمائی گئی ہے' پس اس کی تبلیغ سے تیرے سینے میں کوئی تنگی نہ ہونی چاہئے' یہ اس لئے اتاری گئی ہے کہ اس کے ساتھ تو لوگوں کو چوکنا کر دے اور ایمان والوں کے لئے نصیحت ہو جائے ○ اسی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے' اس کے سوائے اور رفیقوں کی تابعداری میں نہ لگ جانا' تم تو بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو ○

(آیت: ۱-۳) اس سورت کی ابتداء میں جو حروف ہیں' ان کے متعلق جو کچھ بیان ہمیں کرنا تھا' اسے تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں مع اختلاف علماء کے ہم لکھ آئے ہیں۔ ابن عباسؓ سے اس کے معنی میں مروی ہے کہ ''اس سے مراد انا اللہ افضل ہے یعنی میں اللہ ہوں' میں تفصیل وار بیان فرما رہا ہوں۔''

سعید بن جبیرؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ یہ کتاب قرآن کریم تیری جانب تیرے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے' اس میں کوئی شک نہ کرنا' تنگ دل نہ ہونا' اس کے پہنچانے میں کسی سے نہ ڈرنا' نہ کسی کا لحاظ کرنا' بلکہ سابقہ اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر و استقامت کے ساتھ کلام اللہ کی تبلیغ مخلوق الٰہی میں کرنا' اس کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ تو کافروں کو ڈرا کر ہوشیار اور چوکنا کر دے یہ قرآن مومنوں کے لئے نصیحت و عبرت وعظ اور نصیحت ہے۔'' اس کے بعد تمام دنیا کو حکم ہوتا ہے کہ ''اس نبی امی کی پوری پیروی کرو' اس کے قدم بہ قدم چلو' یہ تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہے' کلام اللہ تمہارے پاس لایا ہے۔ وہ اللہ تم سب کا خالق مالک ہے اور تمام جان داروں کا رب ہے۔ خبردار ہرگز ہرگز نبی سے ہٹ کر دوسرے کی تابعداری نہ کرنا ورنہ حکم عدولی پر سزا ملے گی' افسوس تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔'' جیسے فرمان ہے کہ ''گو تم چاہو لیکن اکثر لوگ اپنی بے ایمانی پر اڑے ہی رہیں گے۔'' اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد